صحیفۂ خوشنویساں

مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

صحیفۂ خوشنویساں

مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ ترقیِ انسانی وسائل، حکومتِ ہند
ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

Sahifa-e- Khosh Navisan
By: Maulvi Ehtramuddin. A. Shaghil

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت :

پہلا اڈیشن : 1987

تیسرا اڈیشن : 2002 تعداد: 1100

قیمت : =/84

سلسلہ مطبوعات : 561

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-1، آر-کے- پورم،
نئی دہلی-110066

طابع : جے-کے آفسیٹ پرنٹرز، جامع مسجد، دہلی- 110006

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے اُن اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب

ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کیں ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اب ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا پروگرام شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست مضامین صحیفۂ خوشنویساں

عنوان	نمبر صفحہ
تمہید	25
باب اوّل	
رسم خط کی مختصر تاریخ اور موجدین خط کے حالات	33
رسم خط کی بابت روایات	
رسم خط کے ماہرین کی رائے	35
نمونہ قدیم ترین حروف تہجی عکس نمبر (۱)	
تجرالرشید	
ماذ خطوط	36
وجہ تسمیہ خطِ کوفی	
واقفانِ کتابت وقت ظہورِ اسلام	37
واضعِ قواعد	
نمونہ خطِ کوفی عکس نمبر 2، ۳، و 4	
نقاط و اعراب	
نمونہ نقاط و اعراب عکس نمبر 5	
نمونہ تحریر فارسی عکس نمبر 6	
معنی مہملہ و معجمہ	42
عہد رسالت	44
عہدِ خلافتِ راشدہ	45
عہدِ بنی امیہ	47
عہد بنی عباس	48
(۱) طومار	49
(۲) سجلات	
(۳) عہود	
(۴) مُوامَرات	
(۵) امانات	
(۶) دیباج	
(۷) مدبج	
(۸) مرصّع	
(۹) ریاش	
(۱۰) غبار	
(۱۱) حَسَن	
(۱۲) بیاض	
ابن مقلہ کی سرگذشت	50
نام و نسب اور مرتبۂ علم	
وزارت اور ایجادِ خطوط	51
مقیدی و قطع ید	53
سیاسی چال اور ابنِ مقلہ کا قتل	54
نمونہ خط ابنِ مقلہ عکس نمبر 7	
ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط	56

عنوان	نمبر صفحہ
ثلث	
نسخ	
توقیع	
رقاع	
محقق	57
ریحان	
دانگ اور سطح و دور	58
دانگ	
دور و سطح	
مفردات خط عربی	59
دکنی زبان کی وصلی عکس نمبر 8	
خطِ تعلیق	60
معنی و موجد	
حالات حسنِ فارسی	61
نمونہ خط تعلیق۔ عکس نمبر 9	
خلافت مصریہ و ترکیہ	62
خطِ نستعلیق	63
بلا دو مرغابی کے اعضائیں	65
حروف کی جھلکیاں	65
نستعلیق کے معنی	66
محاورۂ نستعلیق	
خصوصیت نستعلیق	
اصولِ دوازدہ گانہ	67
(۱) ترکیب	

عنوان	نمبر صفحہ
ترکیب جزئی	
ترکیب کلی	
ضابط	
(۲) کرسی	
(۳) نسبت	68
(۴) ضعف	
(۵) قوت	
(۶) سطح	
(۷) دور	
(۸) صعود	
(۹) نزول	
(۱۰) اُصول	
(۱۱) صفا	
(۱۲) شان	
خط کی قسمیں	69
تحصیلی	
غیر تحصیلی	
حالات خواجہ میر علی تبریزی	
بنائے ایجاد	
نمونہ وصلی خواجہ میر علی عکس نمبر 10و11	
تقلیدِ مفردات نستعلیق	71
خطِ بابری	72
خطِ بہاری	
نمونہ خطِ بہاری عکس نمبر 12	

عنوان	نمبر صفحہ
خطِ شکستہ	
نمونہ خطِ شکستہ عکس نمبر 13	
موجد اور وجہِ تسمیہ	73
حالات میرزا محمد حسین	
حالات مولوی حیات علی	74
توضیح	
تقطیع مفردات نستعلیق	75
خطِ شفیعہ	76
نمونہ خطِ شفیعہ عکس نمبر 14	
موجد اور وجہِ تسمیہ	
حالات مرتضیٰ قلی خاں شاملو	
حالات میرزا شفیعائی	
چند خوشنما خطوط	77
یعنی خطوطِ مصنوعہ	
تفصیل خطوطِ مصنوعہ	78
(۱) خطِ گلزار	
(۲) خطِ غبار	
(۳) خطِ ماری	79
(۴) خطِ طغرا	
(۵) خطِ مقابل	
(۶) خطِ توام یا تواماں چہرہ اور خاکہ	
(۷) خطِ ناخن	80
نمونہ خطوطِ مصنوعہ	81
خطوطِ مصنوعہ عکس نمبر ۱۵ تا ۲۲	

	نمبر صفحہ
خطوطِ مرموزہ	82
یا بُدّوح	83
قسفع	
یا کبیکج	
[illegible]	
۷۸۶	84
لعم	
(۱) خطِ ہندسہ	
الفِ ممدودہ	85
ہمزہ	
کافِ بیانیہ	86
(۲) خطِ عددی	87
(۳) خطِ سرد	
(۴) خطِ راز	88
(۵) خطِ تبدیل الحروف	89
خطوطِ مستورہ	91
عہدِ انگلشیہ بہندوستان	93
دورِ موجودہ	97
بابِ دوم	99

ردیف وار مختصر حالات خوش نویساں

نمبر شمار	نام	حوالہ صفحہ
	الف	
1	آغا مرزا	

نمبر شمار	نام	حوالہ صفحہ
	نمونہ وصلی عکس نمبر 22	
2	آل حسن	
3	حافظ ابراہیم	100
4	حافظ ابراہیم	
5	میرزا ابراہیم	
6	مولانا ابراہیم استرآبادی	101
7	ابراہیم بن الحسن	
8	ابراہیم بن ہلال	
9	خواجہ ابراہیم حسین	
10	ابراہیم خاں	
11	ابراہیم میرزائی	
12	ابن بواب	102
	ابن مقلہ	
13	نواب ابوالبرکات خاں	103
14	ابوالبقا موسوی	
15	قاضی حافظ ابوالحسن	
16	ابوالحسن راوندی	
17	میر ابوالحسن	
18	ابوالعال بیگ	104
19	علامہ ابوالفرج بن جوزی	
20	شیخ ابوالفضل	
21	ابوالفضل خازن	
22	حاجی مرزا ابوالفضل ساوجی	
23	ابوالفیض فیضی فیاضی	
24	ابوالقاسم الحسینی	105
25	ابوالمعانی نحاس اصفہانی	
26	اتابک ابوبکر بن سعد زنگی	
27	ابوبکر جامی	
28	مرزا ابوتراب اصفہانی	
29	ابوحنیفہ	106
30	منشی ابوسعید مرزا	
31	ابومحمد اسمٰعیل	
32	شیخ احسان علی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 23	
33	احمد	107
	نمونہ وصلی عکس نمبر ۲۵	
34	سلطان السلطان احمد بغدادی	
35	احمد بن حسن میمندی	108
36	ابوجعفر احمد بن عباس	
37	مولانا میر احمد تبریزی	
38	میر احمد حسن الحسینی	
39	منشی احمد حسن خاں	
40	احمد رضا	109
41	احمد شاہ طیب	
42	مرزا احمد طباطبائی	
43	احمد علی	
44	نواب احمد علی	
45	قاضی احمد غفاری	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
46	ارغون کابلی	110
47	اسداللہ کرمانی	
48	اسد علی	
49	اسمٰعیل جوہری	
50	اشرف خاں	
51	سید اصغر علی آبرو	111
52	مولانا اظہر	
53	سید اعجاز رقم خاں	112
54	شاہ اعزالدین	
55	افضل حسین	
56	اکبر علی عرف محمد اکبر	
57	مولوی الٰہی بخش	
58	خلیفہ امام الدین	
59	امام بخش	
60	امام بیردی	113
	نمونہ وصلی عکس نمبر ۲۴	
61	میر امام علی	
62	شیخ امام علی اسدی	
63	امۃ العزیز ساجدہ	
64	امۃ اللطیف	
65	امۃ المتین ثریا	
	شیخ امجد علی نارنولی	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
66	خلیفہ امیر اللہ	
67	راجہ امید سنگھ	114
68	منشی امیر اللہ تسلیم	
69	شاہ امیر خاں	
70	امیر شاہی	
	ب	
71	باباشاہ اصفہانی	
72	بادشاہ بیگم	115
73	بادشاہ خاتون	
74	ملا باقر کشمیری	
75	منشی بالک رام	
76	سلطان بایسنغر میرزا	
77	رائے بچولال تمکین	116
78	خلیفہ بخش اللہ	
79	بدرالدین علی خاں مرصع رقم	
80	بدیع الزماں عباسی	
81	قاری کرنل بسم اللہ بیگ	
82	حافظ بقاء اللہ	
83	میر بندہ علی مرتعش رقم	117
84	ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر	
	نمونہ وصلی عکس نمبر ۵۵	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
85	مولوی سید بہادر علی	119
86	منشی بہاری لال	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 25	
87	بہاری لال	
88	بہرام مرزا	
89	استاد بہزاد	
	پ	
90	شاہزادہ پرویز	120
91	کنور پریم کشور	
92	رائے پریم ناتھ	
93	منشی پنا لال	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 26	
	ت	
94	خواجہ تاج سلیمانی	
95	تجمل حسین خان	
96	تفضل حسین خاں	121
	ٹ	
97	راجہ ٹوڈرمل	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
	ج	
98	مولانا جعفر تبریزی	
99	پنڈت جگناتھ	
100	میر جلال الدین حیدر مرصع رقم	
101	سید جلال الدین عضدی تبریزی	
102	جمال الدین مختار شیرازی	122
103	جہاں آرا بیگم	
104	جہاں گیر سلطان	
	چ	
105	چندربھان برہمن	
	ح	
106	مرزا حاتم بیگ	123
107	حامد علی	
108	میاں حبیب اللہ	
109	میر حبیب اللہ	
110	ضیاء الحق حسام الدین چلپی	
	حضرت حسن بصری	
111	مولانا حسن ثنائی ہراتی	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
112	سید حسن رضا	124
113	مولوی سید حسن شاہ	
114	ملا حسن علی	
	حسن فارسی	
115	حسن فصیح	
116	حسن مرزبان	125
117	حسین بن احمد چشتی	
118	حسین عبداللہ	
119	سید حشمت علی جمالی	
120	شیخ حشمت علی جونپوری	
121	مولوی حشمت علی	
122	میر حیدر حسن ذکی دیکتا	
123	میر حیدر حسن کندہ نویس	126
	خ	
	خالد بن ابی الہیاج	
124	خدایار	
125	شاہزادہ خسرو	
126	خلیفہ سلطان	
127	میر خلیل اللہ شاہ	
128	میر خلیل قلندر ہراتی	128
129	خنجر بیگ چغتائی	
130	مولانا خواجہ محمود	

نمبر شمار	نام	حوالہ نمبر
131	حافظ خورشید	129
132	خوش وقت رائے	
	د	
133	شاہزادہ دارا بخت	
134	شاہزادہ دارا شکوہ	
135	درایت خاں	
136	راجہ درگا پرشاد	130
137	لالہ درگا پرشاد	
138	درویش علی بیگ	
139	دوست محمد ہراتی	
140	منشی دیبی پرشاد سحر	131
	ذ	
141	سید ذوالفقار	
	ر	
142	منشی رام چند جوہر رقم	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 27	
143	رائے منوہر	
144	مرزا رجب علی بیگ سرور	
145	سید رحمت علی	132
146	منشی رحیم اللہ	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
	نمونہ وصلی عکس نمبر 28	
147	حافظ رشید	133
148	سید رضا حسین	
149	شیخ رضا حسین	
150	منشی رونق علی	
151	ریاض الحسن	
152	شیخ زائر حسین	
153	شاہزادی زیب النساء	
154	زین الدین	
155	خواجہ زین الدین	134
156	میر زین العابدین	
157	زینب شہیدہ	
158	زین خاں کوکلتاش	
	س	
159	قاضی سکھ رائے	
160	شاہ سراج الحق	
161	سید سراج الدین	
162	لالہ رب سکھ رائے	135
	نمونہ وصلی عکس نمبر 29	
163	سعد الدین خطاط	
164	سعد الدین	
165	سیدہ جہاں بیگم سیدہ قمر	
166	سید سمرقندی	136
167	سکھ رام	
168	مولوی سلام اللہ	
169	سلطان ابراہیم	
170	مولانا سلطان الدین المکین	
171	سلطان اویس جلائر	
172	سلطان بایزید دوری	137
	نمونہ وصلی عکس نمبر 30	
173	خواجہ سلطان علی	
174	سلطان علی قاینی	
175	مولانا سلطان علی مشہدی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 31	
176	سلطان علی تبریزی	138
177	سلطان علی قزوینی	
178	مولانا سلیم الدین تسلیم	
179	سلیم نیشاپوری	
180	سندر	139
181	منشی سیج بہان	
182	میر سید احمد مشہدی	
183	سید احمد	
184	سید احمد	
185	سید حسین مرزا	
186	سید علی	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
187	سید علی خاں جواہر رقم	
188	سید محمد مرزا	140
189	سید محمد خاں کمال زئی	
190	سیف الدین اسفرنگی	
191	مولانا سیمی	
	ش	
193	شاہ رخ مرزا	141
194	شاہ شجاع	
195	مولانا شاہ محمد نیشاپوری	
196	سید شجاع الدین انور	
197	شرف الدین عبداللہ عقیق کن	
198	شرف علی	142
199	شکر اللہ	
200	شمس الدین	
201	شمس الدین تبریزی	
202	منشی شمس الدین اعجاز رقم	
203	شمس الدین علی خاں	
204	پنڈت شنکر ناتھ	
205	مولانا شہاب الدین عبداللہ مروارید	143
206	شہنشاہ شاہ جہاں	
207	شیخ احمد	
208	میاں شیخ محمد	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
209	شیخ محمود	
210	راجہ شیر سنگھ	
211	منشی شیو پرشاد	
	ص	
212	صاحب رام	144
213	میر صدر الدین محمد	
214	صفیر الدین نارنولی	
215	سید صفدر علی	
216	صفینہ	
	ض	
217	ضابطہ خاں	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 32	
218	ضیاء الدین یوسف	145
	ط	
219	طالب آملی	
220	شیخ طاہر وحید	
221	طہماسپ صفوی	
	ظ	
222	حکیم ظہور الحسن	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
223	ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ	146
224	ظہیر کبیر قاضی زادہ	
	ع	
225	مولوی شیخ عابد علی اسدی	
226	عباد اللہ	
227	عباد اللہ بیگ اعجاز رقم زمرد رقم	
228	عباد اللہ خاں	
229	عباد اللہ شیریں رقم	
	شنکر سہائے دریابادی	147
	نمونہ وصلی عکس نمبر 33	
230	عباس	
231	میر عبد الباقی اصفہانی	
232	عبد الباقی حداد یاقوت رقم	
233	عبد الباقی دانشمند	
234	عبد الجبار	
235	عبد الحق شیرازی امانت خاں	148
236	عبد الحلیم	
237	عبد الحمید بن یحییٰ بن سعید	149
238	مولانا عبد الحی	
239	خواجہ عبد الحی	
240	منشی عبد الحی	
241	میر عبد الحی مشہدی	
242	عبد الرحمٰن فرماں نویس	
243	عبد الرحمٰن کاتب	
244	عبد الرحیم خاطر	
245	عبد الرحیم عنبریں قلم	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 34 تا 35	
246	عبد الرحیم الجزیری اصفہانی	150
247	عبد الرحیم خان خاناں	
248	عبد الرحیم فرماں نویس	
249	عبد الرزاق قزوینی	
250	عبد الرشید	
251	آقا عبد الرشید دیلمی	151
	نمونہ وصلی عکس نمبر 36 و 37	
252	شیخ عبد الرؤف	153
253	منشی عبد الستار سندیلوی	
254	شیخ عبد السمیع	
265	شیخ عبد الشکور	
256	عبد الصمد شیریں رقم	154
257	مرزا عبد العطوف	
258	حافظ عبد الغنی	
259	عبد القادر آخوند	155
260	عبد القادر خراسانی	
261	عبد القادر ہراتی	
262	عبد الکریم	156
263	عبد الکریم قادری	
264	حافظ عبد الکریم	
265	عبد اللطیف مصطفٰے	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
266	میاں جی عبداللہ	
267	حافظ عبداللہ	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 38	
268	عبداللہ آتش پز	
269	خواجہ میر عبداللہ شیریں قلم	157
270	سید عبداللہ شیرازی	
271	میر عبداللہ مشکیں قلم	
272	منشی عبداللہ حسینی نازک رقم	
273	منشی عبدالمجید	
274	منشی عبدالمجید	158
	نمونہ وصلی عکس نمبر 39	
275	درویش عبدالمجید طالقانی	
276	عبدالمومن اصفہانی	
277	عبدالواحد مشہدی	
278	شیخ عبدالواسع	
279	مرزا عبدالوہاب خاں	
280	خواجہ عبید زاکانی	159
281	عزیز میاں	
282	عصمت اللہ	
283	قاضی عصمت اللہ	
284	میر عضدالدولہ دہلی	160
285	شیخ عطا حسین	
286	میر عطا حسین خاں مرصع رقم	
287	مولانا ملا بیگ تبریزی	
288	ملا علی احمد قہرکن	
289	امام علی بن موسیٰ رضا	161
290	سید علی حسین	
291	علی رضا عباسی	
292	سلطان علی عادل شاہ اوّل	
293	میر علی تقی	162
294	علی نقی امامی	
295	شیخ علی یاور جونپوری	
296	میر عماد الحسن قزوینی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 40	
297	میر عماد الحسنی	165
298	عماد الدین خاں	
299	سلطان عمر شیخ	
300	عنایت اللہ مہر دھن	
301	میر عوض علی	
	غ	
302	عماد الملک غازی الدین خاں	166
303	غصینہ	
304	مولوی غلام رسول خاں	
305	غلام علی خاں	
306	میر غلام علی	
307	غلام مجتبیٰ	167
308	مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
309	غلام محمد خاں	
310	غلام محی الدین	
311	غلام مرتضیٰ	
312	خواجہ غلام نقشبند خاں	
	ف	
313	فائز ہراتی	168
314	میر فتح اللہ شیرازی	
315	مولوی فضل الرحمٰن خاں	
316	مرزا فضل اللہ	
317	حسام الدولہ فقیر محمد خاں	
318	فیض اللہ	
	ق	
319	قابوس وشمگیر	
320	قادر بخش	
321	حاجی مرزا قاسم تبریزی	
322	قاسم علی شاد	169
323	مولانا قطب الدین یزدی	
324	مولوی قلی محمد	
	ک	
325	منشی کالکا پرشاد	
326	میر کرم علی	
327	مولوی کریم اللہ خاں	
328	کشن سنگھ	170
329	مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد	
330	کلو خاں	
331	کمال الدین حسین	
332	کمال خاں رستمی	
333	راجہ کنول کشن	
	گ	
334	گلبدن بیگم	
335	گوہر شاد خاتم	
	ل	
336	لچھمن سنگھ بیتال	
337	لچھمی نارائن پنڈت	171
338	میاں لعل محمد	
	م	
339	مانی رقم خاں	
340	مانی شیرازی	
341	مبارز الدین محمد بن مظفر	
342	مبارک شاہ زریں قلم	
343	مبارک سیوفی	
344	مبارک شاہ قطب	172

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
345	مجنوں ہراتی	
346	محب علی ہراتی	
347	محراب بیگ	
348	محبوب رائے	
349	محراب تبریزی	173
350	محمد ابراہیم	
351	قاری خواجہ محمد احمد	
852	محمد ابراہیم خاں	
353	محمد اسلم	
354	محمد اسمٰعیل	
355	محمد اسمٰعیل عاقل ماژندرانی	
356	مولوی محمد اشرف	174
357	محمد اشرف خواجہ سرا	
358	(سعیدائے) محمد اشرف	
359	محمد افضل	
360	محمد افضل	
361	محمد افضل الحسینی	175
	نمونہ وصلی عکس نمبر 99	
362	محمد افضل القریشی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 53	
363	محمد افضل لاہوری نامی قادری	
364	محمد امام الدین	
365	سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش	
	نمونہ وصلی عکس نمبر ۵۱ و ۵۲	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
366	محمد امین مشہدی	176
367	مولانا محمد اوجی	177
368	ملا میر محمد باقر	
369	محمد باقر	
370	میر محمد باقر ذوالکمالین	
371	محمد باقر زریں قلم	178
372	محمد باقر کاشانی	
373	سید محمد باقر جونپوری	
374	امیر محمد بدر الدین	
375	ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن سعید قادری	179
376	شیخ الاسلام امام محمد بخاری	
377	محمد بہاء الدین	
378	شیخ محمد پناہ	
379	محمد تقی	
380	محمد تقی الحسنی خطیب	
381	محمد جان	
382	محمد جابر	180
383	محمد جعفر کفایت خاں	
384	شیخ محمد حسن جونپوری	
385	محمد حسین کشمیری زریں قلم	
386	حکیم محمد حسین	181
387	حکیم میر محمد حسین	
388	میرزا محمد حسین	
389	محمد حسین بن کلن	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
390	ملا محمد حسین تبریزی	
391	محمد حفیظ الدین	182
392	محمد حفیظ خاں	
393	مولوی محمد خلیل	183
394	سلطان محمد خنداں	
395	مولانا محمد درویش سمرقندی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 43	
396	محمد رشید اللہ خاں	
397	مولوی محمد رشید	
398	محمد رضا امامی	
399	محمد زاہد	
400	محمد سبحان	184
401	محمد سعید انصاری	
402	میرزا محمد سلیمان شکوہ	
403	محمد سمانی شیرازی	
404	محمد شریف	
405	محمد شریف	
406	محمد صادق	
407	میر محمد صالح	185
408	سید محمد طاہر	
409	محمد عابد	
410	محمد عارف یاقوت رقم خان	
411	محمد عاقل	
412	محمد عالم	
413	محمد عباس	
414	محمد عبد القادر	
415	محمد عبد اللہ شریف	186
416	محمد عسکری	
417	میر محمد عطا حسین خان	
418	حافظ محمد علی	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 45	
419	شیخ محمد علی	
420	مرزا محمد علی	
421	مرزا محمد علی	187
422	محمد علی آقا مرزا	
423	محمد علی	
424	محمد عمر	188
	نمونہ وصلی عکس نمبر 46	
425	صاحبزادہ محمد علی خاں	
426	محمد فاضل	
427	شیخ محمد فاضل	
428	محمد فضیل الرحمن	
429	محمد قاسم شادی شاہ	
430	میرزا محمد قباد	189
431	مولانا محمد کاتبی	
432	میر محمد کاشی	
433	مرزا محمد کاظم	
434	سید محمد محسن امامی	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
435	محمد مراد شیریں قلم	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 56	
436	محمد مظفر الدین	190
437	شیخ محمد معین	
438	محمد مقیم	
439	میر محمد موسیٰ	
440	محمد موسیٰ	
441	محمد مومن	
442	میر محمد مومن	
443	محمد میرزا	
444	سید محمد میر سوز	191
445	محمد نبی خاں	
446	محمد نصیر الدین	
447	محمد نعیم اصفہانی	
448	سلطان۔ محمد نور	
449	مولانا شاہ محمد ولی الرحمٰن جمالی	
450	محمد ولی جان	
451	محمد ہمایوں	192
452	محمد یحییٰ	
453	الحاج قاضی محمد یعقوب علی	
454	محمد یعقوب	
455	محمد یوسف کابلی	
456	محمد یوسف	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 47	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
457	شیخ محمد یوسف	193
458	شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب	
459	ملّا محی شیرازی	
460	مرزا محمود بیگ	
461	میر مدد علی	
462	مخدوم الیاس	
463	مولوی حکیم مرتضیٰ	
464	نواب مرید خاں	194
465	(حافظ) مسعود	
466	مظفر خاں	
467	نواب مظہر خاں	
468	معروف شیرازی	
469	میرزا معز الدین فطرت	195
470	ملک معز الدین محمد غوری	
471	مقبول نبی خاں	
472	مقصود علی	
473	ملک قاسم	
474	شیخ ممتاز حسین جونپوری	
476	نواب ملکہ جہاں	196
476	منصور بن سلطان مظفر	
477	مولائی صاحب آقائے ثانی	
478	مول راج	197
479	سید مہدی	
480	مہدی فکاری شیرازی	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
481	راجہ مہیش داس	
482	میاں محمدی	
483	میران شاہ گورگان	
484	میر حاجی	
485	میر حسنی تبریزی	
486	آقا میر حسین	198
487	میر خونی شیرازی	
488	میرزا ارجمند	
489	میرزا ایرج	
490	میرزا داراب	
491	میرزا عزیز کوکلتاش	
492	خواجہ میر شریف	
493	میر علی الکاتب	199
	نمونہ وصلی عکس نمبر ۹۹	
494	میر علی بخاری	200
495	میر علی تبریزی	
496	میر علی خراسانی	
497	میر علی شیرازی	
498	میر علی ہروی	
499	میرک شیرازی	201
500	خواجہ میر محمد بزرگ رضوی	
501	سید میر محمد	
502	میر گدائی	
503	میر معز کاشی	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
504	میر معصوم قندھاری	
505	میر مہدی	
	ن	
506	سید نادر علی	
507	ناصر الدین مستطیب	202
508	ناظم حسین	
509	حاجی نامدار	
510	خواجہ نامی	
511	میر نثار علی	
512	نجم الدین	
513	نجیب بیگ	
514	مولوی نذیر الدین قریشی	
515	نذیر الدین	203
516	خواجہ نصیر الدین طوسی	
517	نظام الملک ابو علی الحسن	
518	امیر نظام الدین اصفہانی	
519	مولوی نظر حسن سخا	
520	نعمت اللہ	
521	سید نعمت اللہ لاہوری	204
522	قاضی نعمت اللہ لاہوری	
523	نعمت اللہ	
524	راجہ نند رام پنڈت	
525	ملا نور الدین ظہوری	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
526	نورالدین محمد	
527	شیخ نوراللہ	
528	حافظ نوراللہ	
529	سید نوراللہ حسینی	206
	نمونہ وصلی عکس نمبر 50	
530	میرزا نورانی اصفہانی	
531	ملکہ نورجہاں	207
	و	
532	شاہ میر وارث علی	
533	میاں وجیہ الدین	
534	مولانا ولی النبی مجذوبی	
535	ولی محمد	208
	ہ	
536	حاجی حافظ منشی ہادی علی	
537	مولوی ہاشم خاں	
538	مولانا ہجرانی	
539	ہدایت اللہ ندیں رقم	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 57	
540	خواجہ ہمام الدین	209
541	منشی بہ الالل مونس	
	نمونہ وصلی عکس نمبر 39	

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
	ی	
542	امین الدولہ ابوذر / یاقوت بن عبداللہ ملکی موصلی	
543	یاقوت بن عبدالرومی الحموی	
544	یاقوت مستعصمی	
545	میر یحییٰ اصفہانی	211
546	یحییٰ صوفی	212
547	یحییٰ سیبک نیشاپوری	
548	یوسف ابراہیم شاہی	
549	مولانا یوسف خراسانی	
550	یوسف علی الوری	
551	گوشوارہ خطاب والقاب خوش نویساں	213

باب سوم

عنوان	حوالہ صفحہ
سامان خوشنویسی اور فنی معلومات نکات خطاطی	
خوشنویس ہونے کے لیے مشورے	215
(1) قوت دست	216
(2) وقوف خط	
(3) استاد شفیق	217
(4) طاقت محنت	

عنوان	حوالہ صفحہ	عنوان	حوالہ صفحہ
نظم فارسی	218	عدد	
نظم اردو	222	"ب"	
(د) اشیائے کتابت بکمال	226	نقطہ	236
اشیائے لازمی برائے خوشنویسی		بے کے معنی و عدد	
(۱) قلم	227	"ت"	
واسطی قلم کے بل معلوم کرنے اور تراشنے کا طریقہ		"ث"	
شگاف لگانے کا طریقہ		"ج"	237
میدان قلم کی وسعت، زبانوں کے نام اور قط		عدد دائرہ	
قطوں کے نام	228	"چ"	
عمدہ واسطی قلم کی شناخت اور وجہ تسمیہ		"ح"	
قلم کی گرفت		"خ"	
نمونہ گرفتِ قلم	229	"د"	
(۲) کاغذ		"ذ"	238
(۳) سیاہی	230	"ر"	
نسخہ پختہ روشنائی		"ز"	
دوات	231	"ژ"	
سیاہی کو رواں اور تیز کرنے کی ترکیب		"س"	
سوف		"ش"	239
اشیائے ضروری برائے خوشنویسی		"ص"	
مفردات نستعلیق	234	"ض"	
الف و ہمزہ	235	"ط"	
الف کی قسمیں		"ظ"	240
مد		"ع"	
الف کے معنی		"غ"	

عنوان	حوالہ صفحہ
"ف"	
"ق"	
"ک"	241
"ل"	
"م"	
"ن"	242
"و"	
"ہ"	
"لا"	243
"ر"	
"ی"	
"ے"	244
عربی، فارسی، ترکی اور اردو کے مخصوص حروف مع تعداد منقوطہ و مہملہ	
مرکبات نستعلیق	245
بابت	246
جاجت	247
ساست	248
صاصت	249
عاعت	250
طاطت	251
قاقت	252
ساکت	253
ہامت	254
ہاہت	255
ہمہا ہمہت	256
مقطعات	
فاتحہ	257
ایک واقعہ	258
چند اصول جوڑ پیوند کے لیے	
چند جائز و ناجائز مدات اور نقطے وغیرہ	
وصلیوں کے نمونے	259
تقطیع ابجد	260
وصلی یک مدہ	261
وصلی دو مدہ	262
وصلی دو دائرہ و سہ مدہ	263
وصلی چہار مدہ	264
وصلی یک دائرہ و شش مدہ	265
وصلی یک دائرہ	266
وصلی سہ دائرہ و یک مدہ	267
وصلی دامن دار	268
وصلی بصنعت مزدوج	269
وصلی بصنعت موصل	270
وصلی در صنعت موصل	271
وصلی بصنعت منفصل	272
وصلی شمس شنبوسہ	273

عنوان	حوالہ صفحہ
باب چہارم	
اساتذہ فن کی وصلیوں کے نمونے اور ان کی کتابتی خوبی و خصوصیت	275
مرتب کی خود کی نسبت رائے	
انحطاط خوشنویسی	
عام عدم واقفیت فن	
وجہ انحطاط	276
حکایت خوشنویسی	
لال قلعہ کی ایک رباعی	277
انتخاب وصلیات	279
وصلی نمبر ۵۰	

عنوان	حوالہ صفحہ
وصلی نمبر 52	281
وصلی نمبر 53	
لزوم مالا یلزم	282
تکریر	
وصلی نمبر 54	283
وصلی 55	284
فہرست کتب جن کا حوالہ دیا گیا ہے	
ضمیمہ	
فہرست وصلیات	285
شجرہ خوشنویساں	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

نہ یہ ممکن کہ ہو کچھ حمد ہی اللہ کی کامل — نہ یہ آساں کہ ہو نعت نبی کا ہی شرف حاصل
نہ یہ آساں نہ وہ آساں یہ دونوں کام ہیں مشکل — پس ایسے اشاغل بقولِ پاک حضرت میرزا بیدل

زلافِ حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن
سجودے می تواں بردن درودے می تواں گفتن

ہر زبان کے علم و ادب کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا کوئی رسم خط بھی ہو۔ اور ہر رسم خط کے لئے اُس کی دل کشی و نفاست باعثِ مقبولیت ہے نیز اُس کی تحریری آسانی و خوبصورتی موجب ترقی۔ اُردو نے ایسے

زمانے میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا کہ جب خوشنویسی کا دائرہ عالمگیر ہو چکا تھا۔ اور اُس کی کشش اہلِ علم و فن اور سلاطین زمن کو اپنی جانب کھینچ چکی تھی۔ خوشنویسوں کے قلم اپنی شاہجہانی کے علم کاڑ چکے تھے۔ اور شکوہ خطاطی خراجِ داد ائی وصول کر رہا تھا دہلی کو کرسیٔ آقائی اُسی کی شان و صفا کی بدولت ملی۔ یاقوت و جواہر رقم اور زرّین و مشکیں قلم اُسی کے کمال نے بنائے لہذا شاعر کا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے:۔

خط از جملہ ہنرہا بے نظیر است　　چو روح اندر تن برنا و پیر است
اگر منعم بود آرائش او ست　　دگر درویش باشد دستگیر است

مُتاخرین میں پنجہ کش جیسے مجموعۂ کمالات کا نام اسی فن کے باعث زندہ ہے۔ اور متقدمین میں یاقوت مستعصمی کے کمالِ خط کا کون اہلِ فن معترف و معتقد نہیں۔ اِسی کا اعجازِ رقم ہے کہ بے شمار پرزۂ قرطاس نوادرِ روزگار کہلاتے ہیں۔

یہ خوشنویسی ہی تھی کہ جو محراب و ابوابِ مساجد و رطاق و دیوار ہائے مقابر کی تزئین کا ذریعہ بنی۔ شاہوں کے محلات اور فقیروں کے جھونپڑوں کی آرائش اسی سے ہوئی۔ مناظر کی دلکشی و دیدہ زیبی میں اسی کے باعث اضافہ ہوا۔ خوشنویسوں کے حروف نے کرنسی نوٹوں کا مرتبہ حاصل کیا اور اُن کی وصلیاں موتیوں کے مول بکیں۔ کتابت کی اہمیت نے مدرسہ کو مکتب کہلایا اور کتاب کا وجود قلم کی بدولت عالم وجود میں آیا۔

اسلام کا پہلا حکم اِقْرَاْ۔ پڑھائی کے لئے نازل ہوا تو عَلَّمَ بِالْقَلَمِ نے ذریعۂ علم قلم کو بنایا۔

اُردو کو اپنا رسم خط تجویز کرنے کی جب ضرورت پیش آئی تو اُس وقت کئی قسم کے خط جاری تھے جن میں سے **نستعلیق** کے حسن کی کشش نے اُس کو اپنی طرف کھینچا۔ اور شکستہ کے رواجِ عام نے ریختہ سے رشتہ جوڑا اس لئے یہی اردو کے رسم خط قرار پائے۔ ویسے جس طرح ہر زبان کا لفظ اردو میں کھپ جاتا ہے وہ بھی دوسرے خطوط میں سما گئی اور لکھی جاسکتی ہے۔

اردو اور نستعلیق و شکستہ میں یہی قدر مشترک ہے کہ جس طرح وہ اپنے نام کا چولا بدلتی رہی۔ کبھی ہندی کہلائی۔ کبھی ہندوی۔ کبھی ریختہ نام پایا اور کبھی اردوئے معلیٰ۔ آخری دور میں ہندوستانی کہنا تجویز کیا گیا اور پھر ہندی ہندوستانی نام رکھنا مناسب سمجھا گیا تھا۔ اسی طرح نستعلیق و شکستہ بھی کئی روشیں اور شانیں بدل کر معراجِ کمال کو پہنچے ہیں۔ اردو کی آراستگی و پیراستگی اُدبا کی زبانِ قلم نے کی تو نستعلیق و شکستہ کی صفا و شان کی آرائش و زیبائش خوشنویسوں کے قلم کی زبان سے ہوئی دونوں میں چولی دامن کا ساتھ رہا اور ہے۔ علیٰ ہذا قدیم و جدید اردو میں جیسا

بیّن فرق ملتا ہے ویسا ہی نستعلیق نویسانِ ماضی و حال کے خط میں نمایاں تفاوت ہے۔ جس کو مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ قدیم نستعلیق اکبری عمارات کی مانند ہے یا شاہجہانی عمارتوں سے مشابہ تو موجودہ خوشنویسی ٹھیکہ پر بنے ہوئے کوارٹر ہیں۔ متقدمین کے جوڑ پیوند نہایت مستحکم و باقاعدہ ہیں متوسطین کے یہاں صفا و شان اور پابندیٔ اصول کمال کو پہنچی۔ متاخرین نے نزاکت و دلکشی اُس حد پر پہنچا دی کہ آگے ترقی محال ہے۔ موجودین کے خط میں سب ہی کچھ ہے۔ مگر سب کچھ ضرور تاً ہے۔ پہلے بکثرت باکمال بے نیاز تھے۔ اور اس عہد میں بے کمال نیازمند بہت۔ علیٰ ہذا جس طرح اردو میں متروکات سے احتراز اور جدید الفاظ کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح نستعلیق کے دائروں اور کششوں کو حسین سے حسین تر بنایا جاتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ طباعتی خوشنمائی کے پیشِ نظر کاپی نویسوں نے اصول تک میں ترمیمات کرلیں۔ املا کے جدید قواعد مقرر ہو گئے۔ یائے معروف و مجہول کا امتیاز، ہائے مخلوط و مختفی کا اختلاف، نون معلنہ و غنہ کا فرق اور کاف فارسی کے لئے دو مرکزوں کا لزوم وغیرہ اسی اصلاح کے نمونے اور اسی ترقی کے نتیجے ہیں۔

اردو کا رسم خط نستعلیق ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اردو کے مرکز دہلی، لکھنؤ، لاہور اور دکن قرار پاتے ہیں۔ یہی خطاطی کے مشہور مقامات ہیں۔ چنانچہ جو مقامی اثرات زبان میں ملیں گے وہی خصوصیات نستعلیق میں نمایاں ہوں گی۔ لکھنؤ کے لب و لہجہ میں جو لوچ، نزاکت اور مٹھاس ملے گی وہی نفاست و سبکی اور دلکشی و شیرینی لکھنؤ قلم میں نظر آئے گی۔ اور جو متانت و سنجیدگی دہلی کی اردوئے معلیٰ میں ہے۔ وہی صفائی و پختگی اور دل آویزی نفاست دہلی قلم کی خصوصیت ہے۔ لاہور کے لب و لہجہ میں جیسا کھلا فرق کان محسوس کریں گے ویسا ہی تفاوت وہاں کے لمبے دائروں اور کھڑی روش سے ظاہر ہوگا۔ رہا دکن تو وہاں جو اثراتِ زبان دہلی اور لکھنؤ والوں نے چھوڑے ہیں وہی ملا جلا رنگ خط میں ملتا ہے۔ بلکہ دکن کے مقابلہ میں بہار و کشمیر قلم میں انفرادیت پائی جاتی ہے غرض کہ اردو کا رسم خط نستعلیق قرار پانا بہت سے حقائق پر مبنی ہے۔ رہا شکستہ تو وہ اردو کے مزاج کے عین مطابق ہے اس لئے کہ جس طرح اردو کا دامن ہر زبان کے جواہر پاروں سے پُر ہے اسی طرح خطِ شکستہ میں بھی عربی و فارسی رسم خط کی ملاوٹ ہے۔ البتہ وہ نسخ میں بھی کافی لکھی گئی اور چھپی ہے۔ اور اب بھی چھپ رہی ہے بلکہ فی زمانہ یہ مسئلہ زیرِ غور ہے کہ اردو کا طباعتی خط کیا ہو۔ کچھ کی رائے ہے کہ رومن رسم خط اختیار کر لیا جائے۔ خال خال دیوناگری رسم خط کی سفارش کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ طباعتی خط نسخ ہو اور کتابتی نستعلیق۔ بعض دونوں کے لئے نستعلیق پر ہی مُصر ہیں۔ نتیجہ کیا ہوگا، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اردو پر عربی و فارسی کا بہت گہرا اثر ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اردو اگر اردو رہ سکتی ہے تو انہیں رسم خط میں۔ ورنہ وہ پھر چاہے عالمگیر زبان ہو جائے۔ مگر اردو زبان نہیں ہوگی۔

خط کے متعلق یہ بات ناقابل فراموش ہے کہ دنیا کے تمام خطوط میں جو قدر و منزلت عربی و فارسی خطوط کو حاصل ہوئی اُس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ اس لئے کہ جو سرپرستی و حوصلہ افزائی ان خطوط کی شاہانِ وقت اور امرائے عہد نے کی اور جو عزت منجانب عوام ہوئی اور جو باریکیاں اہل فن نے ان میں پیدا کیں اور جس کثرت سے ان خطوط کے ماہر و مبصر اور شائق و مشاق سلاطین و شاہزادگان اور علما و رؤسا ہوئے اور جس قدر تزئین و آرائش کا کام ان خطوط سے لیا گیا وہ کسی اور خط کو نصیب نہ ہوا۔ وجہ بالکل ظاہر ہے۔ یہ کہ مسلمانوں میں تصویر کشی و موسیقی مذہباً جائز نہ تھی اور ان فنونِ لطیفہ سے دلچسپی پیدا ہونا تقاضائے بشریت تھا۔ لہذا جن لوگوں میں یہ جذبات رونما ہوئے وہ شروع میں تو پابندئ مذہب کی بنا پر اُن کو سختی سے دباتے رہے مگر تابکے! انسان آخر انسان ہے جذبات سے مغلوب ہونا ہی اُس کے ضعیف البیان ہونے کا ثبوت ہے۔ پس وہ اس شکل میں اُبھرے کہ موسیقی کا نعم البدل قرأتِ قرآن مجید کو قرار دیا اور طرح طرح کے دلکش و سمع نواز لہجوں میں کلام پاک کی تلاوت ہونے لگی جتی کہ تجوید ایک مستقل فن بن گیا۔ رہی تصویر کشی تو مذہبی پابندی کے پیشِ نظر اول پھول پتوں اور بیل بوٹوں کی شکل میں تکمیلِ ذوق کی جاتی رہی۔ مگر جب اس طرح تسکین شوق نہ ہوئی تو پوری توجہ خوشنویسی پر مبذول کی اور اس کو مصوری کا ہم پلہ کر دکھایا۔ لہذا خوشنویسی در اصل ایک قسم کی مصوری ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے جذبات کو غیر ممنوعہ شکل میں پیش کیا ہے۔ اُن کی وصلیوں کی بھی وہی قدر و قیمت ہے جو دوسری قوموں کی تصاویر کی۔ اگر تصویر کشی کی نقل کا کمال دکھایا جا سکتا ہے تو خط کی نقل بھی وہی مرتبہ رکھتی ہے۔ ورنہ جس طرح اُن کی نقل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اب دنیا میں میر عماد اور آقا رشید کی سحر آفرینیاں بھی نقل کے ذریعہ ظاہر نہیں کی جا سکتیں[1]

تصویر کی طرح خوشنویسی سے تزئینِ طاق و محراب کا کام لینے میں یہ مزید نفع پیشِ نظر تھا کہ کوئی باعثِ برکت عبارت یا اخلاقی فقرہ یا نصیحت آمیز جملہ یا قابلِ عمل پیام یا مشہور ضرب المثل یا مصلحانہ مقولہ یا شاعرانہ نازک خیالی وغیرہ ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پریس کی رنگ آفرینیوں سے قبل اور فوٹوگرافی کے عام رواج

---

[1] رسالہ اردو بابت ۱۹۲۹ء۔

سے پہلے خوشنویسوں کی وصلیاں ہاتھوں ہاتھ بک جاتی تھیں۔ اُن کو مالی منفعت ہو جاتی تھی اور قدردانوں کی تکمیلِ شوق۔ اب نہ قدرداں رہے نہ باکمال اہلِ فن۔ خوشنویسی سیکھی جائے تو کیوں اور کمال حاصل کیا جائے تو کس لئے۔ لے دے کے صرف پریس کی ضرورت باقی رہتی ہے جو دراصل اپنے لئے ذریعۂ معاش پیدا کرتا ہو چنانچہ ایک مبصر کا قول ہے کہ "کتاب نویس خطاط کاتب ہوتا ہے نہ کہ صاحبِ فن خوشنویس"۔

خوشنویسی کی تاریخ شاہد ہے کہ اُس کا کمال و زوال اسلامی سلطنتوں کے عروج و انحطاط سے وابستہ رہا ہے۔ چنانچہ ہندوستان و ایران میں جو عروج اُس کو حاصل ہوا محتاجِ بیان نہیں۔ یہاں سلطنتِ مغلیہ کا زمانہ عروج اس کے شباب کا زمانہ تھا۔ خود شاہانِ وقت بڑے پایۂ کے خوشنویس و مبصر ہوئے۔ انھوں نے بڑے اہتمام سے اپنی اولاد کو یہ فن سکھایا۔ چنانچہ شاہزادوں کے علاوہ متعدد بادشاہ زادیاں اور بیگمات تک خوشنویس تھیں۔ مثلاً گلبدن بیگم، جہاں آرا، نورجہاں اور زیب النساء وغیرہ۔

غیر مسلموں نے بھی جس طرح اردو کو اپنی زبان کی حیثیت سے آراستہ و پیراستہ کیا اسی طرح فنِ خوشنویسی کی بھی دل کھول کر خدمت کی اور کمالات حاصل کئے مگر جب ۱۸۵۷ء کے خونی ہنگامہ نے سلطنتِ مغلیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل کر دیا تو اس فنِ شریف کو بھی اپنے روزِ سیاہ کا منھ دیکھنا پڑا۔ تاہم کچھ والیانِ ریاست کی بدولت نیم مُردہ حالت میں باقی رہا جس کو آہستہ آہستہ پریس کی مشینوں نے پیس ڈالا۔ اب ریاستیں بھی نہ رہیں اور طرفہ یہ کہ اردو دیرفرقہ واریت کی چھاپ لگنے لگی سرکاری دفاتر سے اس کو خارج کر دیا گیا۔ مدارس سے ختم ہو گئی بلکہ مدرسے اس کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ کتابوں تک پہ اس کے سبب سے آفت آئی اور کتب خانے نذرِ آتش ہو گئے۔ ان حالات میں خوشنویسی کا سوال ہی فضول ہے۔ خطِ تعلیق، خطِ بہاری، خطِ بابری، خطِ شکستہ اور خطِ شفیعہ وغیرہ مٹ چکے۔ صرف نسخ و نستعلیق ضرور باقی ہیں مگر مائل بہ فنا اور رو باختتام۔ اہلِ کمال اب نایاب ہیں اور اگر کہیں ہیں تو الشاذ کالمعدُوم باکمال کاپی نویس تو پھر بھی مل سکتے ہیں مگر یاقوتِ مستعصمی اور عبدالرشید دیلمی کی صحیح یادگاروں کا ملنا محال ہے۔

جس طرح فی زمانہ اردو پہ سخت وقت ہے۔ اسی طرح اس کے خطِ نستعلیق کو بھی سخت خطرہ ہے حالانکہ نسخ کی ایک دلیل یہی ہے کہ جب اس کے مولد ایران ہی نے اس کو چھوڑ دیا تو ہندوستان اس پہ کیوں اصرار کرے ہمیں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا اس لئے کہ یہ مسئلہ خاصی اہمیت اختیار کر چکا ہے البتہ صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اس دورِ جمہوریت میں رائے عامہ کا لحاظ اور مخالفانہ ذہنیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

افسوس یہ ہے کہ اس زائل ہونے والے فن کے کاملین کا کوئی مکمل و باقاعدہ تذکرہ اردو میں نہیں کہ فن نہ رہے تو اہلِ فن کا نام ہی اردو میں رہ جائے۔[1] اب تک خوشنویسی کے متعلق اردو میں جس قدر مستقل کتابیں ملتی ہیں ان میں زیادہ تر دو ہی نظریات نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ متعلمین کی تعلیم کے لئے لکھی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اصل موضوع کچھ اور ہے۔ ضمناً کچھ خوشنویسوں کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ اُن میں بھی بعض مصنفین نے تو صرف ابوالفضل علامی کے اُس خطبے کے اقتباس پر اکتفا کیا ہے کہ جو اُس نے "مرقعِ شاہی" مرتبہ شاہزادہ سلیم پر لکھا۔ جو انشائے ابوالفضل دفترِ سوم کے صفحہ ۲۰۹ پر چھپ چکا ہے (مطبوعہ مطبع محمدی) بعض نے مولوی غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کی تصنیف تذکرہ خوشنویسان (فارسی) سے کچھ حالات اردو میں منتقل کر دیے ہیں۔ اور بعض نے کسی خاص مقام یا رقبے کے خوشنویسوں کے مختصر حالات پر اپنے مضمون یا کتاب کو ختم کیا ہے۔ اس کے باوجود غدر ۱۸۵۷ء کے بعد کے خوشنویسوں کا حال شاذ و نادر ہی کہیں ملتا ہے۔ زمانۂ موجودہ کے خوشنویسوں کا تو ذکر ہی کیا۔

کہا جا سکتا ہے کہ جب یہ فن ختم ہو چکا یا ختم ہو رہا ہے تو پھر تذکرۂ خوشنویسان مرتب کرنے سے فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ جب سلطنتیں مٹ چکیں اور ریاستیں ختم ہو گئیں تو گڑے مردے اکھاڑنے اور اُن کی تاریخیں لکھنے سے نتیجہ؟ آثارِ قدیمہ کے محکمے پر کثیر رقم خرچ کرنے سے مقصد؟ خوشنویسوں کی وصلیوں اور ایسی قلمی کتب سے کہ جو چھپ بھی چکی ہیں عجائب خانوں اور نمائش گاہوں کی جگہ روکنے سے حاصل؟ پس یہ سب باتیں اگر ضروری و مفید ہیں تو خوشنویسوں کا تذکرہ بھی لازمی ہے۔

اردو کی جس کتاب میں خوشنویسوں کے سب سے زیادہ نام ملتے ہیں وہ "تحقیقات ماہر" ہے۔ مرحالات برائے نام ہی کے ہیں اور وہ بھی مولوی غلام محمد مرحوم کے "تذکرہ خوشنویسان" سے ترجمہ کردہ۔ چونکہ اُس کتاب کا اصل موضوع مختلف رسوم خطوط کی تحقیقات ہے اس لئے مصنف کا تمام زورِ قلم اُسی پر صرف ہوا ہے۔ جن کتابوں میں وصلیوں کے نمونے دیئے گئے ہیں اُن میں وصلیوں کی کتابتی خوبی کا اظہار یا جو کمال اُستاد نے اُس میں دکھایا ہے اُس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا۔ سنین بالعموم ہجری درج کئے گئے ہیں جب کہ آج عیسوی سنوں کا عام رواج ہے۔ لہٰذا ان جملہ حالات کی بنا پر یہ **صحیفۂ خوشنویسان** مرتب کیا گیا۔ اور اس میں کوشش کی گئی ہے کہ فنِ خوشنویسی خطاطی سے متعلق بلا ضرورت معلومات واضح طور پر مگر بالاختصار جمع کی جائیں۔ اور اُن امور پر خاص توجہ کی گئی ہے جو کسی

---

[1] مثلاً تذکرۂ خوشنویسان (قلمی) مصنفہ مرزا محمد علی، سائز ۹ × ۶، صفحات ۴۰، سطری سطور ۹، فہرست کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد صفحہ ۴۳۲

خط کی خوبی معلوم کرنے کے لئے لابدی ہیں۔

ممکن ہے کہ خوشنویسوں کے حالات کو مختصر تر خیال کیا جائے اور یہ کہ بعض آخری زمانے کے خوشنویسوں اور کاپی نویسوں کے حالات اس میں نہ پاکر اس کو نامکمل تصور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ کوئی تذکرہ اس اعتراض سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح یہ امر بھی واضح ہے کہ جس طرح ہر خوشنویس کاپی نویس نہیں ہوتا اسی طرح ہر کاپی نویس بھی خوشنویس نہیں مانا جا سکتا۔ بہرحال صحیفۂ ہذا کے حسب ذیل ابواب ہیں علاوہ ضمیمہ و شجرۂ خوشنویسان:۔

باب اوّل میں رسم خط کی مختصر تاریخ اور موجدین خط کے حالات ہیں۔

باب دوم میں ردیف وار مختصر حالات خوشنویسان ہیں۔

باب سوم میں سامانِ خوشنویسی کا ذکر ہے۔ اور فنی معلومات و نکاتِ خطاطی کا اظہار کیا گیا ہے۔

باب چہارم میں اساتذہ کی وصلیوں کے نمونے ہیں اور اُن کی کتابتی خوبی و خصوصیت کا اظہار ہے۔

ضمیمہ۔ میں اُن کتابوں کی ردیف وار فہرست ہے جن سے استفادہ کیا گیا ہے یا حوالہ دیا گیا ہے اور آخر میں خوشنویسوں کا ایک شجرہ بھی ہے جس میں سیاہ لکیر کے ذریعہ شاگرد اور ...... کے ذریعہ متعین کا اظہار کیا گیا ہے۔

میں اس محنت و دماغ سوزی میں کامیاب ہوں یا ناکام اور یہ صحیفہ مفید ہے یا بیکار، اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔ اگر یہ سعی مشکور ہے تو میرے لئے باعثِ شرف و مسرت ہے اور اگر لاحاصل تو میری زندگی کے بہت سے فضول کاموں میں ایک اس کا بھی اضافہ سہی۔ میں نے اپنے شوق کی تکمیل کی ہے تاجرانہ نفع مقصود نہیں۔

تسلیم منزل
سجے پور

احترام الدین احمد شاغل عثمانی جلالی
۲۰ شعبان

باب اوّل

رسمِ خط کی مختصر تاریخ اور مُوجدینِ خط کے حالات

رسمِ خط کی بابت روایات | عربی رسمِ خط کی ابتدا کے متعلق حسبِ ذیل روایات ملتی ہیں:-

(۱) عرب کے ایک شخص کعب کو راوی قرار دیکر ابنِ ندیم نے "الفہرس" کے مقالہ اوّل میں صفحہ ۴ (نسخہ مطبوعہ جرمنی ۱۸۷۱ء) پر درج کیا ہے کہ رسمِ خط کے موجد حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام ہیں۔ اُنھوں نے اپنی وفات سے تین سو سال قبل رسومِ خط کچی اینٹوں پر ثبت کرکے اور اُن کو آگ میں پکا کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو اُن کے نقوش کو رسمِ خط قرار دیا گیا۔

(۲) "ارژنگِ چین" کے مصنف نے حضرت ادریس علیہ السلام کو موجدِ خط قرار دیا ہے۔

(۳) حکیم محمود علی خاں ماہر مصنف "تحقیقاتِ ماہر" کہتے ہیں کہ رسمِ خط کے موجد قبیلہ بولان کے تین شخص ہیں جو قبیلۂ طے کی شاخ تھا۔ مرامر بن مُرّہ۔ اسلم بن سدرہ۔ اور عامر بن جدرہ۔ یہ لوگ سرزمینِ انبار (عراق) میں رہا کرتے تھے۔ انھوں نے مختلف حروف کے نقوش ایجاد کئے اور اہلِ انبار نے ان سے تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو سکھائے حتیٰ کہ اہلِ حیرہ (قدیم نام کوفہ) نے ان لوگوں سے یہ فن حاصل کیا اور اُن سے بشیر بن عبدالملک حاکم دُومۃ الجندل نے اخذ کیا اور بشیر جب مکہ معظمہ آیا تو اُس سے ابوسفیان بن اُمیہ بن عبدالشمس اور ابو قیس بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب نے تعلیم حاصل کی پھر یہ تینوں شخص جب بسلسلۂ تجارت طائف گئے تو غیلان بن سلمہ الثقفی نے ان سے سیکھا اور اسی طرح دیگر مقامات کے اشخاص نے[1]

---

[1] حکیم ماہر نے یہ روایت فتوح البلدان کے صفحہ ۴۷۰ مطبوعہ مصر سے حاصل کی ہے

(۴) رسوم خط کے موجد و مخترع طس کے باشندگان ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، اور قرشت نامی اشخاص تھے جنھوں نے اپنے ناموں کے حروف وضع کئے اور مزید چھ حرف۔ ث، خ، ذ، ض، ظ، غ، بھی انھیں کی ایجاد ہیں۔ یہ لوگ اپنی قوم کے سردار و حکمراں تھے اور حضرت شعیب علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زمانے میں ہلاک ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ شیاطین کے نام ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے شیطانی اعمال کے باعث ان کو شیطان کہا گیا ہو۔ مگر محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ اہل ادب نے بچوں کی تعلیم کے لئے یہ الفاظ تجویز کئے تھے تاکہ جلد یاد ہو جائیں۔ یہ ترتیب ابجدی صدیوں قایم رہی۔ حتیٰ کہ ابن مقلہ نے سنہ ۳۱۰ھ م سنہ ۹۲۲ء میں بخیال سہولیت طلبہ اس ترتیب کو بدل کر ہم شکل حروف مسلسل لکھے۔ مثلاً ب ت ث ج ح خ وغیرہ اور مزید آسانی کے لئے برائے امتیاز حروف منقوطہ پر دو دو نقطے لگا دیے۔[1]

ہمارا خیال ہے کہ بعض منقوط حروف کو معجمہ کہا جاتا ہے مثلاً خائے معجمہ وغیرہ اس کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہو کہ نقطوں کا موجد ابن مقلہ کو حسب تشریح بالا کہا جاتا ہے اور وہ عجمی نژاد تھا۔ اس لئے اس نسبت سے ان کو معجمہ کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اہل لغت نے معجمہ کے معنی نقطہ دار حروف درج کئے ہیں۔ مگر جیسا کہ ہم آیندہ درج کریں گے نقطوں کی ایجاد ابن مقلہ سے بہت پہلے ہو چکی تھی لہٰذا مذکورہ قول صحیح قرار نہیں پاتا۔ البتہ حروف تہجی کا مرتب ابن مقلہ مسلم ہے۔ معجمہ و مہملہ کے معنی آیندہ درج کئے جاتے ہیں۔

(۵) ایک روایت یہ ہے کہ حمیر، جدلیس، طسم، ارم، اور جویل عربی کے اصل لغت ہیں جو حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا و علیہ السلام نے اہل عرب سے اخذ کئے اور آن کے صاحبزادوں نے جن کے نام نفیس، قیدار، نضر، تیمار، اور دومہ تھے حروف ایجاد کئے۔

فارسی رسم خط کی بابت یہ روایات ہیں کہ:۔

(۱) اس کا موجد بیوراسپ بن وندا سپ ہے۔ جس کو ضحاک کہتے ہیں۔

(۲) فریدون بن اثفیان نے خط کی ایجاد کی۔

(۳) گشتاسپ کے عہد سے پہلے ہی رسم خط جاری تھا۔

(۴) زردشت کی ایجاد ہے۔

---

[1] تذکرہ خوشنویسان، صفحہ ۱۵

(۵) زردشت سے پہلے کی ایجاد ہے۔ مگر عام رواج اُس کے زمانہ میں ہوا۔ اور ایک مدت بعد معدوم ہو گیا۔[1] حقیقت یہ ہے کہ مذکورالصدر روایات اور اسی قسم کی اور روایتیں جن کو بخوفِ طوالت ہم نے ترک کر دیا ہے روایت و اقوال کی حد تک ہی صحیح تسلیم کی جا سکتی ہیں۔ کسی کو قولِ فیصل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ فیصلہ کرنا ہمارا موضوع ہے بھی نہیں۔

رسمِ خط کے ماہرین کی رائے

رسمِ خط کے ماہرین کی رائے ہے کہ مسیح علیہ السلام سے پندرہ ہزار برس پہلے مصریوں نے اپنے افکار و خیالات کو ظاہر کرنے کی غرض سے ایک رسمِ خط ایجاد کیا تھا جس کے لئے انھوں نے انسانی و حیوانی شکلوں سے کام لیا۔ اور جو صورتیں خیالی تھیں اُن کے لئے کچھ علامتیں مقرر کر لیں، کاغذ کی جگہ مختلف رنگ کے پتھر اور قلم کی جگہ تیشہ استعمال کیا۔ اور اس طرح حالات و واقعات ضبطِ تحریر میں لانے لگے، مثلاً اظہارِ محبت کے لئے کبوتر کی شکل، عداوت کے لئے سانپ۔ جنگ و جدل کے لئے شیر و پلنگ۔ صلح و سلامتی کے لئے بکری اور ہرن، خوشی و مسرت کے لئے طنبورہ بجاتی ہوئی عورت یا ناچتا ہوا امرد، عیاری و جاسوسی کے لئے گیدڑ۔ اور اسی طرح دوسرے معاملات کے لئے دیگر اشکال تجویز کیں۔[2] مدت دراز تک اہلِ مصر اور دیگر ساکنانِ ایشیائے کوچک اسی حجری خط کے ذریعہ اپنے عقدے حل کرتے رہے۔ یورپ والے اس کو ہیروگلیفی (HIEEROCLYPHICS) اور عرب ہیروغلفی سے موسوم کرتے ہیں اور اس کی ترقی یافتہ شکلوں کو ہیروتیقی، دیموتیقی فینیقی، ارامی، شطرنجی، اور نبطی کہتے ہیں۔ ان خطوط کے حروفِ ابجدی کا نمونہ تاقرشت عکس نمبر (۱) پر ملاحظہ کیجئے۔

حجر الرشید

رسوم خط کی پیدائش و نشو و ارتقا کی تاریخ مدون کرنے کے سلسلہ میں جو چیز سب سے پہلے مصر میں دستیاب ہوئی وہ ایک سیاہ پتھر تھا۔ جس کو مصری حجر الرشید کہتے ہیں اور وہاں کے عجائب خانہ میں وہ محفوظ ہے۔ اس کا عکس کتاب "پیدائشِ خط و خطاطان" کے صفحہ ۲۸ پر چھپ چکا ہے۔

اس پتھر کے اوپر پہلی سطر خطِ ہیروغلفی کی ہے۔ پھر ایک لکیر کھینچ کر دوسری سطر قدیم یونانی خط کی۔ اسی طرح چار مختلف رسمِ خط ایک ہی عبارت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کی بابت محققین کی رائے ہے کہ یہ پتھر ایک سو

---

[1] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۵

[2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۶

چھیانوے سال (۱۹۶ ق م) قبل مسیح کا (غالباً) کندہ شدہ ہے۔ یہ پتھر ۱۷۹۹ء میں نپولین کے حملہ کے وقت اُس کے ایک فوجی افسر کو دستیاب ہوا تھا۔ پس یہی پتھر رسم خط کی تحقیقات کا سنگ بنیاد ہے۔

پارسی نسل کے آریاؤں نے بھی تین ہزار آٹھ سو سال قبل از مسیح اپنا ایک رسم خط نقطوں اور دیگر علامات کی شکل میں ایجاد کیا تھا۔ جس کے نمونے کوہ بے ستون وغیرہ کے کتبات میں پائے گئے ہیں اُس کو مسماری یا میخی یا پیکانی خط کہا جاتا ہے[1]۔

جملہ رسوم خط میں حسب ضرورت اصلاح و ترمیم ہوتی رہی اور آسان بنانے کی ہر دور میں کوشش کی گئی۔ جس کی تفصیل لسانی تحقیقات کی کتابوں میں موجود ہے۔ بالاختصار یہ کہ عربی رسم خط ابتداءً کی تھا پھر مدنی ہوا۔ اور جب دیگر مقامات حجاز اور عراق عرب میں کتابتی ضرورتیں بڑھیں تو اہل بصرہ نے مدنی رسم خط سے اپنا رسم خط اختراع کیا اور بصری خط سے کوفے والوں نے خط کوفی بنایا جو مشہور آفاق ہوا[2]۔

ابنِ ہشام کا قول ہے کہ عربی کا اولین کاتب حمیرین نبا تھا۔

مادرِ خطوط عربی خط کو مادر خطوط تسلیم کیا گیا ہے جس کا ابتدائی نام خط حیری تھا۔ وہ دو حصوں میں منقسم ہوا۔ جس نے عرب کے شرقی حصہ میں رواج پایا وہ خط کوفی کہلایا۔ اور جو غربی علاقہ میں جاری ہوا اُس کو نسخ کہا گیا۔ موخر الذکر کو نبطی رسم خط سے اخذ کیا گیا تھا جو مقابلتہً آسان تھا۔ تاہم اول الذکر تقریباً دوسری صدی ہجری کے اوائل تک کم و بیش جاری تو رہا مگر کتابتی دشواریوں کے باعث عام رواج نہ پا سکا۔ البتہ نسخ روبترقی رہا۔

وجہ تسمیہ خط کوفی چونکہ شہر حیرہ کا نام کوفہ ہو گیا تھا اور وہاں کے علما نے اس خط کی ترقی و ترویج میں سعی بلیغ کی اور اس کے قواعد و ضوابط بھی مقرر کئے۔ اس لئے اسی شہر کی نسبت سے کوفی خط مشہور ہوا۔ پھر کوفہ سے بتدریج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ﷺ پہنچکر رواج پذیر ہوا۔ پہلا شخص جو کوفے سے یہ خط سیکھ کر مکہ معظمہ آیا اور وہاں والوں کو لکھنا سکھایا وہ حرب بن امیہ تھا۔ جس کی بابت یہ قول متفق علیہ ہے:۔

اَوَّلُ الْعَرَبِ كَتَبَ بِالْعَرَبِيَّةِ حَرْبُ ابْنُ اُمَيَّةَ بْنَ عَبْدِ الشَّمْسِ قِيْلَ

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ۱۲۔

[2] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۳

[3] نامۂ دانشوران ناصری ۲

لِابْنِ عَبَّاسٍ مَعَاشَرَ قُرَيْشٍ مِنْ اَيْنَ اَخَذْتُمْ هٰذِهِ الْكِتَابَةَ الْعَرَبِيَّةَ
قَبْلَ اَنْ يُبْعَثَ مُحَمَّدٌ صلعم وَتَجْمَعُوْنَ مِنْهُ مَا اجْتَمَعَ وَتُفَرِّقُوْنَ مَا افْتَرَقَ
مِثْلَ الْاَلِفِ وَاللَّامِ وَغَيْرَ ذٰلِكَ قَالَ اَخَذْنَاهُ مِنْ حَرْبِ بْنِ اُمَيَّةَ
قَالَ فَمَنْ اَيْنَ اَخَذَهُ قَالَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ ○

ترجمہ۔ جس نے سب سے پہلے عربی میں کتابت کی وہ حرب بن امیہ بن عبدالشمس تھا۔ ابن عباس رض سے پوچھا گیا کہ یہ عربی خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تم نے کس سے سیکھا۔ مثلاً تم الف ولام کو ملا کر بھی لکھتے ہو اور جدا بھی تو انھوں نے جواب دیا کہ حرب بن امیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس نے کس سے سیکھا تو کہا کہ عبداللہ بن جدعان سے۔

واقفانِ کتابت وقتِ ظہورِ اسلام | علامہ بلاذری کا قول ہے کہ جب آفتاب اسلام کی شعاعیں اُفقِ مشرق سے پرتوفگن ہوئیں تو مکہ معظمہ میں حسب ذیل سترہ صاحبان فنِ کتابت سے واقف تھے[1]

(۱) حضرت عمر ابن خطاب رض
(۲) حضرت عثمان ابن عفان رض
(۳) حضرت علی ابن ابی طالب رض
(۴) حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رض
(۵) حضرت طلحہ بن عبداللہ رض
(۶) حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رض
(۷) حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد المخزومی رض
(۸) حضرت ابو سفیان بن حرب بن امیہ رض
(۹) حضرت معاویہ بن ابو سفیان رض
(۱۰) حضرت حاطب بن عمرو رض
(۱۱) حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری رض
(۱۲) حضرت علا الحضرمی رض
(۱۳) خالد بن سعید رض
(۱۴) ابان بن سعید بن العاص بن امیہ رض
(۱۵) جہیم بن الصلت
(۱۶) حویطب بن عبد العزیٰ رض
(۱۷) یزید بن ابو سفیان رض

واضع قواعد | خطِ کوفی کے قواعد وضع کرنے والے کا نام مُرامر بن مرہ بتایا گیا ہے مگر تفصیلات کا کچھ صحیح پتہ نہیں چلتا۔

نمونۂ خط | خطِ کوفی کا نمونہ عکس نمبر (۲)، (۳) و (۴) پر ملاحظہ فرمائے۔

نقاط و اعراب | نقاط و اعراب کی ایجاد کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں مثلاً:-

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۷۷، ۴۷۸ ۱۲ دیباچہ ... صفحہ ۱۲

ایک قول یہ ہے کہ ۶۹ھ م ۶۸۸ء تک خطِ کوفی میں نقطے اور اعراب نہیں لگائے جاتے تھے۔ مگر جب حروفِ متشابہ (ب ت ث ج ح خ وغیرہ) کی تمیز میں دقتیں پیش آئیں اور غلطیاں ہونے لگیں بالخصوص قرآن مجید کی تلاوت میں تو ابو الاسود دؤلی[1] نے جو منجملہ فضلائے عرب تھا اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا تلمیذِ رشید حروف کی تشخیص کے لئے نقطے ایجاد کئے۔ ممکن ہے یہ خیال اُس کو کلدانیوں اور سُریانیوں کے رسمِ خط سے پیدا ہوا ہو جن میں نقطوں کا استعمال تھا۔ مگر اس کی نسبت یہ قول زیادہ ملتے ہیں کہ اُس نے نقطے اعراب کے لئے ایجاد کئے تھے۔ جس کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ابو الاسود بصرہ میں تھا کہ اُس نے ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سُنا۔ قاری جب اس آیت پر پہنچا اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُہٗ[2] تو اُس نے لام پر بجائے پیش۔ زبر پڑھا۔ چونکہ تبدیلِ حرکت سے معنی کچھ سے کچھ ہو گئے۔ ابو الاسود کی غیرتِ ایمانی یہ بات کس طرح برداشت کر سکتی تھی وہ سخت برہم ہوا۔ اور فوراً حاکمِ بصرہ کے پاس گیا اور کہا کہ تم نے مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ میں قرآنِ شریف کے رسمِ خط میں ترمیم کروں مگر میں نے بدعت سمجھ کر انکار کر دیا تھا۔ اب چونکہ یہ واقعہ پیش آیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک کاتب دیا جائے تاکہ میں اعراب لگوا دوں۔ لہٰذا ایک کاتب اس خدمت کے لئے مقرر کیا گیا۔ جس کو ابو الاسود نے اپنے پاس بٹھا کر ہدایت کی کہ میں قرآن مجید پڑھتا ہوں جس حرف کے ادا کرنے میں میرا منہ کھل جائے اُس کے اوپر ایک نقطہ لگا دو (زبر) اور جس حرف کے ادا کرنے میں دونوں لب کناروں سے ملے ہوئے ہوں اور منہ گول کر کے ادا کروں اُس کے آگے (دائیں جانب) ایک نقطہ لگا دو (پیش) اور جس حرف کے ادا کرنے میں بخلاف دیگر حروف آواز کا رخ نیچے کی جانب ہو اُس کے نیچے ایک نقطہ لگاؤ (زیر) کاتب نے اس پر عمل کیا[3] اور عرصہ دراز تک یعنی تقریباً سو برس تک یہ نقطے اعراب کا کام دیتے رہے۔

ہم نے جو خطِ کوفی کا نمونہ دیا ہے اُس میں کہیں نقطہ نہیں ہے دوسرا نمونہ اُس قرآن مجید کا دیا جاتا ہے جس میں اعراب کے لئے نقطے استعمال کئے گئے ہیں[4]۔ اسی طرح کے ایک قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس کتاب "پیدائش خط و خطاطان" کے صفحہ ۵۶ پر چھپا ہے جس میں حروف پر بجائے اعراب نقاط ہیں۔ یہ کلام اللہ مصر کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کو قرنِ اوّل کی یادگار تسلیم کیا گیا ہے۔

---

[1] المتوفی ۶۹ھ م ۶۸۸ء ۱۲ [3] تحقیقات ماہر ۱۲

[2] (معنی) اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں مشرکین سے۔ سورہ توبہ پہلا رکوع تیسری آیت ۱۲ [4] ملاحظہ ہو عکس نمبر ۵

اس قول کی تصدیق "اللمعتہ الشہابیۃ" کے مصنف کی تحریر بھی کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ شروع زمانہ اسلام میں نقطے اظہار حرکت کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ مگر انھوں نے ان کا موجد یعقوب کو قرار دیا ہے۔ جرجی زیدان مصنف "آداب اللغۃ العربیہ" کی بھی ایسی ہی رائے ہے وہ لکھتے ہیں کہ اعراب کی جو صورتیں ہم تک پہنچی ہیں یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ، ان کے لئے نقاط کب ایجاد ہوئے اور کس نے کئے تحقیق نہیں صرف قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اول قرن اسلام کی ایجاد ہیں۔

تشخیصی نقاط کی بابت ایک قول تو یہ ہے کہ جب اسلام دور و دراز ممالک تک پھیل گیا تو لہجہ کے اختلاف وغیرہ کے باعث خود عربوں کو اور غیر زبان ہونے کے باعث عجمیوں کو قرآن شریف صحیح پڑھنے میں دشواریاں پیش آئیں تو بنی اُمیہ کے پانچویں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے تخت نشین ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی اس حال سے باخبر ہو کر اپنے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو لکھا کہ ابو الاسود کی مجوزہ علامتیں ناکافی ہیں اس لئے بمشورہ علماء و فضلاء ان میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہذا حجاج نے اہلِ علم سے مشورہ کیا اور حسب رائے نصر بن عاصم متشابہ حروف کی تمیز کے لئے ایک۔ دو۔ اور تین نقطے تجویز کئے۔ مگر اعرابی نقاط کو بھی برقرار رکھا۔ فرق صرف یہ کیا گیا کہ اعراب کے لئے سیاہ نقطے اور حروف کی تخیص کے لئے سرخ لگائے گئے یا اس کے برعکس ایسے قرآن مجید کے ایک صفحہ کا نمونہ بھی ہم پیش کر رہے ہیں۔ عکس نمبر ۵۔ نقل اور مزید تشریح حسب ذیل ہے۔

خط کوفی مکتوبہ تقریباً صدی پنجم ہجری

سورۃ التوبہ (۹) آیت (۳۹) (نسخہ موجودہ آخر سے ناقص ہے)

لا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا

واللہ علی کل شیء قدیر

سرخ اعراب۔ جدول طلائی حزب وخمس کے لئے حاشیہ پر شمسے مدور طلائی

سطور ۵ سائز ۶٫۰ × ۸٫۳ متن ۱٫۱ × ۳٫۳ انچ

دوسرا قول اس بابت یہ ملتا ہے کہ تشخیصی نقاط کا موجد بھی ابو الاسود ہی ہے۔ اس قول کی تائید میں کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ البتہ تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ابو الاسود عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت

میں چار سال زندہ رہا [1] اور کوفہ میں اُس کی آمد و رفت بھی رہی ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کی زندگی ہی میں حجاج نے یہ تکمیل کی ہو۔ مگر مستبعد بہت ہے۔ اس لئے کہ حجاج ۲۰ھ تا ۱۹۱ھ تک جنگی سرگرمیوں میں مشغول تھا۔ سنہ مذکور میں جب اُس نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی ہے اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو شہید کر دیا ہے تب کہیں اُس کو اور عبدالملک بن مروان کو اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا ہے۔ ان حالات اور اُس زمانے کی جنگی مصروفیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کارِ عظیم کا اس دوران میں سرانجام پانا بعید از قیاس ہے۔ تاہم یہ مسلم ہے کہ یہ کام یعنی علاماتِ اعراب کی تجویز حجاج بن یوسف کے ہاتھوں ہی ہوئی ہے اور اس سے مراد زبر، زیر اور پیش ہیں۔ یہاں یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ اعرابی نقطوں کا موجد ابن مقلہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ البتہ تشخیص نقاط کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ایجاد ہوئی یا اس نے ان کا رواج عام کیا ہو واللہ اعلم بالصواب۔

تیسرا قول یہ ملتا ہے کہ نقاطِ تشخیصی کا موجد مُرار نامی شخص ہے۔ مگر اس کی تائید کسی معتبر روایت سے نہیں ہوتی۔

ایک راوی نے ان کا موجد عامر نامی عرب کو قرار دیا ہے اور دوسرے نے یحییٰ بن یعمر کو۔ یہ دونوں قول بھی ضعیف الروایت سے بعید ہیں۔

مولوی محمد ہدایت حسین جیسوں نے "تذکرۂ خوشنویسان" مصنفہ مولوی غلام محمد دہلوی شائع کیا ہے کہتے ہیں کہ

"اما بحسب ظاہر از جمیع اقوال استنباط می شود کہ بایدوضع نقاط در عہد ابداع و اختراع حروف بودہ
باشد چہ بسیار مستبعد می نماید کہ حروف باوجود تشابہ صوری تا زمانی جمع قرآن و اصحاب مصحف
عاری از نقاط باشد و نیز بروایاتِ متعددہ و اقوال متکاثرہ این امر بہ ثبوت رسیدہ کہ صحابۂ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین مصحف را از ہر چیز حتی از نقاط تجرید می نمودند و این مسئلہ واضح می نماید کہ
سابقاً نقاط موجودہ است و الّا تجرید از نقاط چہ گونہ ممکن باشد واللہ اعلم۔"

اس رائے کے دو جز ہیں ایک یہ کہ شروع ہی سے حروف کی تشخیص کے لئے نقطے موجود تھے اور دوسرا یہ کہ صحابہ کرامؓ تعلیمِ تجوید کے وقت نقطوں تک کا اخفا فرماتے تھے۔ اول الذکر کی تردید اس طرح ہوتی ہے کہ خط کوفی کا جو نمونہ ہم نے دیا ہے اس میں کہیں نقطہ نہیں ہے۔ اسی طرح کتاب "پیدائش خط و خطاطان" کے صفحہ ۵ پر جو عکس حضرت عثمان غنیؓ کے ایک اور قرآن مجید کے صفحہ کا چھپا ہے اُس میں بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص

وہ مصحفِ مبارک بھی مصر کے کتب خانہ میں محفوظ ہے علیٰ ہذا اور بھی متعدد نمونہ ہائے خط اُس زمانے کے موجود ہیں اور ہماری نظر سے گذرے ہیں جن میں کسی حرف پر نقطہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم ایک ایسی فارسی تحریر کا نمونہ بھی پیش کرتے ہیں جس میں کہیں نقطہ نہیں ہے اور وہ پڑھی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو عکس علا

اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

مظہرِ آشنائی ہوا خواہی قدوہ مختصصانِ سعادت کیش خلاصہ مخلصانِ صلاح اندیش مورد صنوفِ عنایات و احسان عادل خان بجلائل الطافِ بادشاہی و سزاوار عطاف و مراحم شاہنشاہی مخصوص و مباہی و مستظہر و مستبشر بودہ بداند کہ از اول تا آخر حقیقتِ ارادت ہوا خواہی آں قدوہ مختصصانِ سعادت کیش بدیں دودمانِ عظیم الشان باہر و محقق است و ہمیشہ صدق ہر و صفائے۔

اسی قسم کی تحریرات ایک سو سے زائد ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ جو بدقت ہی سہی مگر پڑھنے میں ضرور آتی ہیں۔ علاوہ ازیں زمانہ موجودہ کی کثیر تحریرات بزبانِ اُردو ملتی ہیں جن میں نہ نقطہ ہوتا ہے نہ حروف کی صحیح شکل۔ لکھنے والے بے نقطہ گھسیٹتے ہیں مگر پڑھنے میں صاف و صحیح آتی ہیں۔ پس یہ کہنا کہ حروف متشابہ کے لئے نقاد ضروری ہوں درست نہیں بلکہ اُس زمانے کے بعد بھی نقطے لگانا ایک گونہ کاتب و مکتوب الیہ کی کم علمی تصور کی جاتی تھی۔ جیسا کہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جزو دوم کی بابت ظاہر ہے کہ جن روایات و اقوال کا ذکر مولوی صاحب نے کیا ہے وہ مطلق نقاط کی بابت ہیں نہ کہ اعرابی۔ یا تشخیصی قید کے ساتھ۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ وقتِ تجوید نقطوں تک کا اظہار فرماتے تھے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حروف کے تشخیصی نقطے ہوتے تھے بلکہ وہ یقیناً اعرابی نقطے ہوتے ہونگے اس لئے کہ اعرابی نقاط ۵۰ھ ہجری میں ایجاد ہو چکے تھے اور اُس وقت تک اصحابِ عظام کی ایک بڑی جماعت بقید حیات موجود تھی۔ مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے ۵۳ھ م ۶۷۲ء میں وفات پائی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۶۸۰ء کو شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ۷۲ھ ۶۹۱ء کے بعد تک حیات تھے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے جو زبردست معلم و مفسر قرآن مجید تھے ۶۸ھ م ۶۸۸ء میں انتقال کیا وغیرہ ان حالات میں یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کرام تشخیصی نقاط تک کی تجوید فرماتے تھے اس قول کو باوجود ثبوت قطعی نہ ہونے کے اگر صحیح مان بھی لیا جائے۔ تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ چونکہ نقطے نئے نئے ایجاد ہوئے تھے اور وہ اعراب بتانے کے لئے تجویز کئے گئے تھے لہذا ضروری تھا کہ اُن کا اظہار کیا جائے۔ ورنہ تشخیص

حرف کے لئے نقطوں کی تشریح بے سود ہے صرف حرف کا نام لینا کافی ہے۔ الحاصل قولِ فیصل یہی ہے کہ اول اظہارِ حرکت کے لئے نقطے ایجاد ہوئے۔ اور پھر تشخیصِ حروف کی غرض سے لگائے گئے۔

اعرابی نقطے اُس وقت ختم ہوئے جب موجودہ علامات۔ زبر زیر اور پیش ایجاد ہوئیں۔ جن کی بابت قول مشہور تو یہ ہے کہ یہ خلیل بن احمد بصری نحوی واضعِ علمِ عروض المتوفی ۱۷۰ھ م ۷۸۶ء کی ایجاد ہیں جواب تک رائج ہیں[1] اور ان کے لگانے کی جگہیں بھی اُسی کی مجوزہ ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ یہ ایجاد بھی حجاج ہی کے زمانے کی ہو اور رواج عام احمد نے دیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معنی مہملہ و معجمہ

مہملہ۔ عربی لفظ اہمال کا مفعول ہے۔ اہمال کے معنی۔ بے معنی چھوڑنا۔ بے مطلب چھوڑنا۔ اصطلاحاً وہ حرف جس کے لئے نقطے کو چھوڑ دیا گیا ہو یعنی حرفِ بلا نقطہ جو یہ ہیں:۔

ا۔ ح۔ د۔ ر۔ س۔ ص۔ ط۔ ع۔ ک۔ ل۔ م۔ و۔ ہ۔ لا۔ ء۔

واضح ہو کہ عربی میں الف کو ساکن مانا گیا ہے۔ اور جس الف پر کوئی اعراب ہو اُس کو ہمزہ کہتے ہیں نہ کہ الف لہٰذا ضروری ہوا کہ الف ساکن کا تلفظ کرنے کے لئے کوئی اور حرف اُس سے پہلے لایا جائے۔ جو لام تجویز کیا گیا۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ "الف" "قلب" "لام" ہے اور "لام" "قلبِ" "الف"۔

معجمہ۔ لفظِ اعجام کا مفعول ہے۔ اعجام کے معنی حرفوں پر نقطہ لگانے کے ہیں (صراح و منتخب وکشف وغیرہ) لہٰذا معجمہ وہ حروف ہیں جن کے نقطے ہوں۔ جو یہ ہیں۔

ب ت ث۔ ج۔ خ۔ ذ۔ ز۔ ش۔ ض۔ ظ۔ غ۔ ف۔ ق۔ ن۔ ی۔

یہ سب حروف عربی ہیں۔ فارسی میں صرف حرف "گ" مہملہ ہے۔ جس کو کافِ فارسی کہتے ہیں۔ خوشنویسانِ قدیم اس پر بھی ایک ہی مرکز لگاتے تھے مگر متاخرین تمیز کے لئے دو مرکز لگاتے ہیں۔ اور معجمہ حروف یہ ہیں۔ جن کا موجدِ نقاط ابو العال یک خوشنویس مشہور ہے[2]۔

پ۔ چ۔ ژ۔ ان کو پائے فارسی۔ جیم فارسی۔ اور زائے فارسی کہتے ہیں۔

اردو میں ہندی کے حسبِ ذیل حرف مفرد استعمال ہوتے ہیں۔ جن کو نہ مہملہ کہا جاتا ہے۔ نہ معجمہ بلکہ ہندی

---

[1] [illegible] مطبوعہ مطبع [illegible] دہلی ۱۲۔

[2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۱۔

کہتے ہیں۔

ٹ ۔ ڈ۔ اور ڑ۔ اور ٹھ، پھ، وغیرہ چونکہ مرکب حروف ہیں۔ اس لئے اُن سے بحث نہیں۔ ٹ ۔ ڈ۔ اور ڑ پر علامت شناخت کے لئے "ط" کس نے اور کب تجویز کی یہ تحقیق نہیں۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ علامت ۱۸۰۰ء کے بعد رائج ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے ان حروف کی علامت شناخت یہ (ـــٰـ) تھی۔ بیٹھنا اور ڈرنا (بیٹھنا اور ڈرنا) اس طرح لکھتے تھے جیسا کہ فورٹ ولیم کالج کی تصانیف میں پایا جاتا ہے مثلاً نسخہ لیلیٰ مجنوں از بینی نرائن۔ ۱۸۱۲ء کے لگ بھگ کا تحریر شدہ ۱۸۰۰ء سے قبل کے نسخوں میں یہ علامت حسب ذیل انداز میں ملتی ہے۔ ٹ ۔ ڈ۔ ڑ ۔ اور دکنی رسم خط میں ٹ۔ ڈ۔ اور ڑ کی علامت شناخت اس طرح ملتی ہے۔ ٹ ۔ ڈ۔ ڑ۔

عہدِ رسالت

عہدِ رسالت کے تیئیس۲۳ سال میں سے تیرہ۱۳ سال مکہ معظمہ میں گزرے۔ وہاں کے چند کاتبوں کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اور دس سال ابتدائے سنہ ہ تا ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ستمبر ۶۲۲ء تا مئی ۶۳۲ء مدینہ منورہ کے حصہ میں آئے یہاں ابتدا میں مذکور الصدر اصحابِ کرام کے علاوہ مزید صاحبان بھی فنِ کتابت سے بخوبی واقف تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

ابی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ سعید بن زرارہ۔ منذر بن عمر۔ رافع بن مالک۔ رضی اللہ عنہم۔

پھر جب بماہ رمضان سنہ ۲ھ م فروری ۶۲۴ء مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں فتح ہوئی اور قریشی مخالفین گرفتار ہوکر آئے تو اُن میں سے جو اسیرانِ جنگ اپنا فدیہ نقدی کی شکل میں ادا کرنے سے قاصر تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن کا فدیہ سرورِ کائنات صلعم نے یہ مقرر فرمایا کہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اس طرح ایک بڑی جماعت فنِ کتابت سے واقف ہوگئی جس میں برابر اضافہ ہوتا رہا[1]

---

[1] تاریخ حبیب الٰہ ـ و اصابہ فی معرفۃ الصحابہ

عہدِ خلافتِ راشدہ

ابتدائے ربیع الاوّل ۱۱ھ لغایت ۲۱ رمضان ۴۰ھ مئی ۶۳۲ء لغایت ۱۸ جنوری ۶۶۱ء

اس عہد میں فنِ کتابت سے واقف ایک کثیر جماعت تھی۔ جن میں بعض صاحبان خوشنویس بھی کہے جا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت عثمان غنیؓ جو کاتبِ وحی بھی تھے۔ کاتبِ قرآن مجید بھی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے میر منشی بھی۔ باب العلوم حضرتِ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ صلحنامۂ حدیبیہ آپ ہی کا شاہکار ہے۔ مظہر العجائب کی شان میں جہاں اور بہت سی عجیب روایات ملتی ہیں خط کے متعلق بھی ایک دلچسپ خواب بیان کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر کتاب "پیدائش خط و خطاطان" میں بھی ہے اور شیخ ممتاز حسین جونپوری کی تصنیف "تعلیم خط و املا" میں بھی بلکہ شیخ صاحب نے تو اس خواب کی ایک خیالی تصویر بھی کتاب مذکور میں شائع کی ہے۔ اگرچہ ابوالفضل علامی ملا میر علی تبریزی کو خط نستعلیق کا موجد نہیں مانتا جس کی بابت ہم صفحاتِ آئندہ میں بحث کریں گے یہاں پیدائش خط و خطاطان کی عبارت کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:۔

> "میر علی تبریزی نسخ اور نستعلیق کے کامل خوشنویس تھے وہ خدا سے رو رو کر دعا کرتے تھے کہ خداوندا میرے ذریعے سے ایک بہت خوبصورت خط ایجاد کرا دے۔ چنانچہ ایک شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؓ ہدایت فرماتے ہیں کہ بط اور مرغابی کی گردن۔ سر اور آنکھوں کو دیکھو کہ گولائی کیسی خوشنما ہے۔ ان ہی پر غور نظر کر کے ایک نیا خط ایجاد کرو۔ چنانچہ اسی اشارے سے ان کو بڑی مدد ملی ہوگی۔"

اشکالِ حروف کی مشابہت دیگر حیوانات کے اعضا میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور بعض دیگر اشیا میں بھی۔ شیخ صاحب نے بط و مرغابی کے علاوہ ہتھیاروں کی شکلوں سے بھی حروف کا تعلق سمجھایا ہے۔

جو ان کی کتاب "تعلیم خط و املا" میں درج ہے۔

حضرات حسنین کے خط بھی نہایت پاکیزہ تھے[1] اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی شہرت تو کوفہ و شام تک پہنچ گئی تھی[2] مروان[3] بن الحکم حضرت عثمان غنیؓ کا میر منشی اور بنی امیہ کا چوتھا خلیفہ انھیں کا شاگرد تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی اچھے کاتب تھے اور بہت زود نویس۔ اکثر اُن مستورات کے خط جن کے مرد جہاد پر گئے ہوتے تھے اور کوئی خط لکھنے والا نہ ہوتا تھا۔ خود اُن کے گھر پر جا کر لکھ آتے تھے آپ کے عہد خلافت میں منشیوں کے دو مستقل عہدے تھے۔ جو حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت تک قایم رہے اور اُن پر مختلف خطاط مامور ہوتے رہے ایک کا تعلق مالیات سے تھا اور دوسرے کا افواج سے۔

چونکہ اُس زمانے میں کاغذ کمیاب تھا۔ اس لئے جھلی یعنی چمڑہ۔ ہڈی اور ٹھیکری کے علاوہ کھجور کے پتے اور چھال سے بھی کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔

اس دور میں مردوں کے سوا کسی کاتب عورت کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کی کوئی خاص تلاش بھی نہیں کی گئی۔ بہرحال اس دور مبارک میں فن کتابت کو کافی ترقی ہوئی اور بکثرت لوگ لکھنا جانتے تھے۔

---

[1] کتاب پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۴۵ چھاپ مصر ۱۳۴۵ھ

[2] تحقیقات ابرار

[3] عہد حکومت ۶۴ھ تا ۶۵ھ مطابق ۶۸۵ء

عہدِ بنی اُمیّہ

ابتدائے ۲۲ رمضان ۴۰ھ تا ۳ ذی الحجہ ۱۳۲ھ مطابق ۲۹ جنوری ۶۶۱ء لغایت ۹ جولائی ۷۵۰ء

عہدِ بنی اُمیہ میں قطبہ اور خالد بن ابی الہیاج نہایت مشہور کاتب تھے۔ یہ دونوں ولید[1] بن عبدالملک کے معاصر ہیں اور خالد حضرت عمر ابن[2] عبدالعزیزؒ کے زمانہ تک حیات تھا مسجدِ نبوی میں جانب قبلہ جو سورۂ وَالشّمس سنہری حروف میں لکھی ہوئی تھی وہ اسی خالد کا شاہکار تھا۔

ایک بار حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے خالد سے فرمائش کی کہ اُن کے لئے قرآن مجید لکھ دے۔ تعمیل ارشاد میں جب خالد نے کلام اللہ لکھ کر پیش کیا تو حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ اُس کا خط دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مصحفِ مبارک کو بوسہ دیا اور سر پر رکھا۔ سوچا کہ اس کمالِ خط اور نفاستِ کتابت کا ہدیہ یا انعام دیں۔ مگر جب شایانِ شان کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اصل قرآن شریف ہی بطور ہدیہ خالد کو دیدیا۔ اسی عہد میں حضرت حسن[3] بصریؒ جن کو سید التابعین کا لقب ہے بہترین خوش نویس تھے۔ نیز بنی امیہ کے آخری فرمانروا، آل[4] الحمار بن محمد بن مروان کہ جو سفاح[5] بن عباس سے شکست کھا کر قتل ہوا۔ اس کا میر منشی عبدالحمید[6] بن یحییٰ بن سعید بھی خط کوفی کا بے نظیر خوشنویس تھا۔

یہ عہد خطِ کوفی کی ترقی و ترویج اور خوبی و نفاست کا بہترین زمانہ تھا۔ اُس کے لکھنے اور پڑھنے والے دوسرے ممالک تک میں بکثرت پیدا ہو گئے تھے۔

---

[1] بنی امیہ کا چھٹا خلیفہ۔ عہد حکومت ۸۶ھ تا ۹۶ھ مطابق ۷۰۵ء لغایت ۷۱۴ء

[2] بنی امیہ کے آٹھویں خلیفہ۔ عہد خلافت ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ مطابق ۷۱۷ء لغایت ۷۲۰ء

[3] سر حلقہ چشتیاں۔ المتوفی یکم رجب ۱۱۰ھ مطابق اکتوبر ۷۲۸ء سلسلۃ الذہب ۱۲

[4] بنی امیہ کا چودھواں اور آخری حکمران عہد حکومت ۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ م ۷۴۴ء تا ۷۵۰ء

(النجم و تاریخ اسلام)

[5] بنی عباس کا خلیفہ اول عہد حکومت ۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ م ۷۵۰ء تا ۷۵۴ء

[6] یہ ایک شامی غلام تھا جو اپنے خط کی خوبی کے باعث دربار خلافت تک جا پہنچا اور مسلمان ہو گیا۔ رفتہ رفتہ مروان الحمار کا میر منشی بن گیا اور اُسی کے ساتھ ۱۳۲ھ م ۷۵۰ء میں قتل ہوا۔ ۱۲

عہدِ بنی عباس

(خلفائے بغداد)

ابتدائے ۱۳۲ھ لغایت ۶۵۶ھ مطابق ۷۵۰ء لغایت ۱۲۵۸ء

عباسیوں کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر المنصور[1] اور تیسرے خلیفہ مہدی[2] عباسی کے زمانے میں علوم وفنون میں بڑی ترقی ہوئی۔ بڑے بڑے علما ومحدثین اسی عہد میں پیدا ہوئے۔ مثلاً امام مالکؒ نے "موطا" اسی زمانے میں لکھی۔ امام اعظمؒ نے تدوین فقہ اسی عہد میں کی۔ ابن اسحاق نے سیرۃ الرسول لکھی۔ ابن جریجؒ اوزاعیؒ سفیان ثوری، حماد بن سلمہ جیسے جلیل القدر مصنف اسی زمانے میں ہوئے۔ علوم صرف ونحو۔ معانی و بدیع وغیرہ وغیرہ اسی عہد میں مرتب کئے گئے۔ اب تک اساتذہ اپنے شاگردوں کو زبانی پڑھایا کرتے تھے۔ اب کتابیں بھی تیار ہوئیں۔ مسلمان عربوں نے فارسی۔ یونانی۔ لاطینی۔ اور سنسکرت وغیرہ زبانیں سیکھیں اور ان کو عربی کا جامہ پہنایا۔ اخلاق، اقلیدس، ریاضی، ہیئت اور فلسفہ وغیرہ پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ ارسطو، فیثاغورس اور افلاطون جیسے فلسفیوں کی تصانیف عربی میں منتقل ہوئیں۔ خلیل بن احمد نحوی واضعِ علم عروض وموجد یا مروج زبر وزیر وغیرہ انہیں خلفا کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اسی طرح اور بھی علوم وفنون کے باکمال لوگ اس عہد میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں زیادہ تر موجد ومخترع ہیں۔ اور اکثر صاحبِ کمال۔ بلحاظ فنِ خطاطی بھی یہ دور عہد زریں پایا جاتا ہے۔ خطاط کوفی کے خوشنویس جس قدر اس دور میں پیدا ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔ ان میں اسحاق بن حماد سرحلقۂ خوشنویسان اور استادِ خطاطان[3]

---

[1] عہد حکومت ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ م ۷۵۴ء تا ۷۷۵ء
[2] عہد حکومت ۱۵۸ھ م ۷۷۵ء تا ۱۶۹ھ م ۷۸۵ء } "النجم" خلافت نمبر۔ محرم ۱۳۵۳ھ م اپریل ۱۹۳۴ء
[3] المتوفی ۲۱۲ھ م ۸۲۵ء۔ ۱۲ پیدائش خط وخطاطان

تھا۔ اس کو یکہ تازِ میدانِ قلم رانی مانا گیا ہے۔ ایک کثیر جماعت نے اس کے کمالِ فن سے استفادہ کیا اور اس کے شاگرد اُستادِ خوشنویسی کہلائے۔

اسحاق نے خطِ کوفی کی حسبِ ذیل بارہ طرز ایجاد کیں جو بہت مقبول و مفید ثابت ہوئیں اور اس طرح فنِ کتابت مزید ترقی و عام دلچسپی کا موجب ہوا:-

(۱) طُومار۔ ع۔ اس کے لغوی معنی نامہ، خط، کتاب اور بڑے مکتوب کے ہیں۔ اور اصطلاحاً عربی خط کی اُس طرز کو کہتے ہیں جس میں مسجدوں اور دیگر عمارات پر کتبے لگائے جاتے تھے۔ یہ خط نہایت جلی و واضح اور دیدہ زیب ہوتا تھا۔

(۲) سِجِلّات۔ ع۔ سجل کی جمع۔ جس کے معنی قبالہ، ہنڈی اور حکم نامۂ قاضی کے ہیں۔ مگر اصطلاحاً وہ خطِ عربی جو پیچ در پیچ بقلمِ خفی لکھا جاتا تھا۔ تاکہ حروف کے ردوبدل کا امکان نہ ہو۔ ورنہ کم از کم دشوار تر ہو۔

(۳) عُہُود۔ ع۔ جمع عہد بمعنی پیمان، وصیت، ایفائے وعدہ اور پاسِ حق۔

(۴) مُؤامَرات۔ ع۔ جمع مؤامرت بمعنی کسی سے مشورہ کرنا۔

(۵) اَمانات۔ ع۔ جمع امانت۔ بمعنی کسی کی کوئی شے اپنی حفاظت و تحویل میں رکھنا۔

یہ طرزیں بالعموم بقلمِ خفی اور کم تر بقلمِ اوسط باہمی معاملات کے متعلق رائج تھیں جو تیزی سے لکھی جاتی تھیں اور صاف طور پر پڑھنے میں آتی تھیں۔

(۶) دیباج۔ یہ دیباہ کا معرب ہے۔ اصل لفظ فارسی دیبا تھا۔ جس پر ہائے ہوز کا اضافہ ہے۔ دیبا ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔

(۷) مَدِیح۔ ع۔ بمعنی ستائش و تعریف۔

(۸) مُرَصّع۔ ع۔ جڑاؤ۔ وہ چیز جس میں جواہرات جڑے ہوئے ہوں اور وہ نظم و نثر جس کے الفاظ بالمقابل ہموزن ہوں۔

(۹) رِیاش۔ ع۔ بیائے معروف۔ بمعنی پرندوں کے پر یا عمدہ لباس۔

یہ طرزیں خفی و جلی اور اوسط قلم سے لکھی جاتی تھیں۔ اور بلحاظِ حسن و خوبی سب سے زیادہ حسین و دیدہ زیب ہوتی تھیں۔ عمارتوں میں آویزاں کرنے کے لئے کتبے یا بادشاہوں

اور امیروں کو پیش کرنے کے لئے تحریریں انھیں طرزوں میں تحریر کی جاتی تھیں، اُن کا باہم فرق معلوم کرنا صرف مُبصرینِ فن کا کام ہے۔ فرقِ کتابت کے تشریحی نوٹ کے ساتھ کسی کتاب میں ان طرزوں کے نمونے نہیں ملتے اور اب چونکہ ان کا مطلق رواج نہیں رہا اس لئے موشگافی میں پڑنا عبث ہے۔

(۱۰) غُبار۔ ۔ مٹی ملی ہوئی ہوا۔ گرد اور مراد رنج وکدورت۔ بروئے لغت۔

(۱۱) حَسَن۔ ۔ لغوی معنی نیک۔ خوبصورت اور اچھا۔

(۱۲) بیاض۔ ۔ سفیدی۔ سادہ کاغذ۔ متفرق یادداشتوں کا مجموعہ۔

یہ طرزیں کتابتِ قرآن مجید، احادیث شریف، اوراد، ادعیہ اور مذہبی و متبرک عبارتوں کے لئے مخصوص تھیں اور مقابلتاً سہل تر، آسان دید اور روشن وصاف ہوتی تھیں۔

اسحاق کے بعد اس دورِ حکومت میں ابن مقلہ وہ امامِ فن اور پیغمبرِ قلم ہے جس کا جواب دنیائے خطاطی نہ آج تک پیش کر سکی نہ اب ممکن ہے۔ اسحاق نے بارہ طرز اختراع کی تھیں مگر خط ایک ہی تھا ابن مقلہ نے خطِ کوفی سے چھ مستقل خط ایجاد کئے۔ جو آج تک برقرار ہیں اور ان سے آگے قدم ترقی نہ بڑھ سکا نہ آئندہ ممکن۔ فارسی رسمِ خط میں جن خطوطِ جدید کا اضافہ ہوا اُن کی بنیاد بھی یہی خطوط ہیں۔ انھیں کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر ردوبدل کیا گیا ہے۔ ابن مقلہ نے جیسے عجیب خط ایجاد کئے اس سے بھی عجیب و غریب اس کی زندگی کے واقعات ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

ابنِ مُقلہ کی سرگذشت

نام ونسب اور مرتبہ علم ابن مقلہ کا نام، ابوعلی محمد بن علی بن حسین بن مقلہ بیضاوی تھا۔ مگر مشہور ابن مقلہ سے۔ وہ شیرازی الاصل تھا ۲۰ رشوال ۲۷۲ھ م ۲۱ رمارچ ۸۸۶ء کو بروز پنجشنبہ بوقتِ عصر اس کی ولادت بغداد میں ہوئی۔ اور وہیں فارغ التحصیل ہوا۔ بلحاظ علم وفضل وہ اپنے زمانے کے مشہور علما کا پیشوا سمجھا جاتا تھا اور اس کی ذات مجموعۂ کمالات تسلیم کی جاتی تھی۔ علم فقہ، تفسیر، تجوید، ادبیات، شعر، خوشنویسی اور انشاپردازی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ خاص کر خطِ کوفی اور

اس سے خود کے ایجاد کردہ چھوں خطوط میں لاثانی تھا۔ چنانچہ اُس کی تمام تر شہرت دنیائے ادب میں آج تک بحیثیت خوشنویس ہے۔ عربی کے ایک مقولہ میں اُس کو دنیا کے مشہور ترین اہلِ کمال کے ساتھ محض خوبی خط کی بنا پر یاد کیا گیا ہے جو یہ ہے:۔

فَصَاحَةُ سَحْبَانَ وَخَطُّ ابْنِ مُقْلَةَ وَحِكْمَةُ لُقْمَانَ وَزُهْدُ ابْنِ اَدْهَم
اِذَا اجْتَمَعَ فِي الْمَرْءِ الْمُفْلِسِ فَلَيْسَ لَهَا قَدْرٌ بِمِقْدَارِ دِرْهَمٍ ط

یعنی اگر مردِ مفلس میں سحبان کی فصاحت۔ ابن مقلہ کا خط۔ لقمان کی حکمت اور ابن ادہم کا زہد بھی جمع ہو جائے تو اُن کی قدر ایک درہم کے برابر بھی نہیں۔

وزارت اور ایجادِ خطوط

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ابن مقلہ کی رسائی دربارِ خلافت تک ہوئی اور خلیفہ المقتدر باللہ[1] نے اُس کو جوہر قابل پاکر شیراز کا گورنر کر دیا۔ وہاں اُس نے آئینِ حکمرانی کے وہ جوہر دکھائے کہ دور دور اُس کے تدبر و حسنِ انتظام کی شہرت ہو گئی۔ علما و فضلا شعرا و ادیب خطاط و خوشنویس اور دیگر اہلِ کمال کا ایک بڑا گروہ اُس کے گرد جمع ہو گیا۔ اور ملک کی کثیر آبادی اُس کی مداح و گرویدہ ہو گئی۔ خلیفہ اُس کی قدر و منزلت کرتا رہا۔ خلعت پر خلعت اور اعزاز پر اعزاز عطا کر کے اُس کی عزت و حوصلہ افزائی کی۔ حتّٰی کہ دوسرے علاقے بھی اُس کو عطا کر دیئے۔ مگر وہ وزارت عظمیٰ کا خواہاں تھا اس لئے درپردہ بغداد پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر خلیفہ نے اُس کو وہاں بلا لیا اور امورِ خلافت میں اُس سے کام لیا جانے لگا۔ اس وقت ابوالحسن علی ابن فرات وزیرِ اعظم تھا۔ اُس نے ابن مقلہ کو ہر طرح لائق و فائق اور سیاست و کیاست میں کامل دیکھ کر تھوڑے ہی عرصہ میں تمام امورِ وزارت اُس کے سپرد کر دیئے، درآں حالیکہ خود ابوالحسن مسلم الثبوت مدبر تھی، باعلم و ہنر اور صاحبِ فضل و کمال شخص تھا۔ لہذا جملہ اہلِ معاملہ و اصحابِ حاجت نیز منصب دار اور عمائدینِ حکومت اپنے معاملات ابن مقلہ سے رجوع کرنے لگے اور اُس نے بھی یہ ذمہ داریاں نہایت قابلیت و ذکاوت سے انجام دیں، مگر جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے:۔

کس نیاموخت علمِ تیر از من　　　که مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

ابن مقلہ نے ابوالحسن کے مخالفین و حاسدین سے ساز کر لیا۔ اور خلیفہ کو [illegible] بدظن کیا کہ اُس نے ابوالحسن

---

[1] بنی عباس کا اٹھارواں خلیفہ۔ زمانہ حکومت ۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ مطابق ۹۰۸ء تا ۹۳۲ء - المنجد۔

کو وزارت سے برطرف کر کے قید کر دیا۔ اور علی بن عیسٰی کو وزیر اعظم بنا دیا۔ لیکن زیادہ دن نہ گذرے کہ علی بن عیسٰی کو بھی اندرونی سازشوں کا شکار ہونا پڑا۔ یہ بھی ابو الحسن کا سخت ترین مخالف تھا۔ اور اُس کو قید کرانے میں اسی کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ پس۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ خلیفہ اُس سے بھی ناراض ہو گیا اور برخاست کر کے تمام مال و منال ضبط کر لیا۔ ساتھ ہی ابو الحسن کو رہا کر کے پھر قلمدانِ وزارت سپرد کر دیا ابو الحسن چونکہ ابن مقلہ کے کردار سے واقف ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُس نے موقع پاتے ہی۔ اس کو گرفتار کرا کر قید کر دیا۔ وہ عرصہ دراز تک کس مپرسی کے عالم میں محبوس رہا۔ اور اُس کی ہر کوشش ناکام رہی۔ البتہ اس زمانے میں وہ خط کی مشق کرتا رہا اور اُس کو آسان تر بنانے کی تدابیر سوچتا رہا۔ ابن مقلہ اپنی رہائی سے مایوس تھا کہ نیرنگیٔ قدرت کا کرشمہ نظر آیا۔ خلیفہ اس مرتبہ ابو الحسن سے اس قدر برہم ہوا کہ ابو الحسن کو گرفتار و برخاست کر کے اُسی کے سنگ دل وحشی نمک حرام غلام مونس نام کے اُس کو سپرد کر دیا جس نے خلیفہ کے اشارے سے اُس کو وحشیانہ سزائیں دیکر ہلاک کر دیا۔ اور اُس کے نو عمر بیٹے کو بھی مار پیٹ کر ختم کیا۔ علی بن عیسٰی کو پھر وزیر اعظم بنا لیا گیا۔ اور ابن مقلہ کو رہا کر دیا گیا۔ مگر علی اس بار بھی زیادہ دن نہ ٹِک سکا۔ اور معتوب ہو کر علیحدہ کیا گیا۔ اب ابن مقلہ کا ستارہ چمکا اور اُس کی دلی مراد بر آئی کہ وہ ۳۱۶ھ م ۹۲۸ء میں وزیر اعظم بن گیا خلیفہ کی اُس پر اس قدر مہربانی ہوئی کہ گویا سیاہ و سفید کا وہی مختارِ کل تھا لہٰذا اُس کو اپنی تجویز بروئے کار لانے کا اچھا موقع ملا۔ اور اُس نے اپنے ایجاد کردہ چھ اصول خط رائج کئے جو ۳۱۰ھ م ۹۲۲ء میں اُس نے ایجاد کئے تھے باوجودیکہ وہ وزارتی ذمہ داریوں کے باعث عدیم الفرصت تھا تاہم متعلمینِ خط کو برابر اصلاح دیتا اور لکھنا سکھاتا رہتا تھا۔ اس طرح اُس نے ایک کثیر جماعت اپنے شاگردوں کی ایسی تیار کی جو اُس کے مجوزہ خطوط سے جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے بخوبی واقف ہو گئی۔ سرکاری و ذاتی معاملات میں اُن خطوں کا عام رواج ہو گیا مگر ابھی دو ہی برس گذرے تھے کہ ۳۱۸ھ م ۹۳۰ء میں خلیفہ نے ناخوش ہو کر اُس کو برخاست کر دیا۔ اور وہ ترک سکونت کر کے فارس چلا گیا۔ ۳۲۰ھ م ۹۳۲ء تک وہ فارس میں رہا کہ بغداد میں بغاوت ہو گئی اور اُسی غلام نمک حرام مونس نے موقع پا کر خلیفہ کو قتل کر دیا۔

مقتدر باللہ کے بعد القاہر باللہ[1] خلیفہ ہوا۔ اُس نے ابن مقلہ کو فارس سے بلا کر باعزاز تمام وزیر اعظم پھر

---

[1] بنی عباس کا انیسواں خلیفہ۔ دورِ حکومت ۳۲۰ھ م ۹۳۲ء تا ۳۲۲ھ م تا ۹۳۴ء۔ ۱۲

مقرر کیا۔ مگر تھوڑا ہی زمانہ گذرنے پایا تھا کہ وہ مونس کی نظر میں کھٹکنے لگا۔ لہذا اُس نے خلیفہ کو بھڑکا کر ابن مقلہ کو برخاست کرا دیا۔ اب وہ روپوش ہو گیا اور خلیفہ کی حرکات کا دور سے جائزہ لیتا رہا۔ حتیٰ کہ بغاوت ہوئی اور القاہر کو تخت سے اُتار کر اندھا کر دیا گیا۔ جو نہایت بری حالت میں گداگری کر کے شکم پری کرتا تھا۔ اور اسی حالت میں مرگیا۔

قاہر باللہ کے بعد محمد بن مقتدر کو الراضی باللہ[1] کا خطاب دیکر تخت نشیں کیا گیا۔ یہ ابن مقلہ کا بڑا قدردان و گرویدہ تھا۔ لہذا اُس نے تلاش کرا کر فارس سے اُسے بلوایا اور وزارت عظمیٰ کا عہدہ عطا کیا۔ اس مرتبہ ابن مقلہ کا ستارہ ایسا چمکا کہ باید و شاید پچھلی تمام اذیت و کلفت کا نعم البدل ہو گیا اور ابن مقلہ کا طوطی بولنے لگا۔ مگر

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم دگرگوں می شود احوالِ عالم

مقیدی و قطعِ ید

ابن مقلہ کا یہ دورِ دورہ تھوڑے ہی دن رہنے پایا تھا کہ اُس پر پھر زوال آیا۔ اس طرح کہ ترکوں کے سردار امیر مظفر بن یاقوت سے اُس کی عداوت ہو گئی۔ ترک عرصہ دراز سے خلافت پر چھائے ہوئے تھے اور سلطنتِ عباسیہ اُن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنی ہوئی تھی۔ تمام عزل و نصب اُنھیں کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ امیر مذکور نے خلیفہ سے خفیہ طور پر ابن مقلہ کی اس قدر شکایتیں کیں کہ الراضی جیسا مربی و قدردان اُس کا دشمنِ جان ہو گیا۔ لہذا ایک روز جب وہ دربار میں آ رہا تھا خلیفہ کے حکم سے اُس کو غلاموں نے گرفتار کر لیا۔ اب کرسی وزارت عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کو عطا ہوئی۔ یہ علی بن عیسیٰ کا بھتیجہ تھا۔ ابن مقلہ پر سب سے برا وقت یہی تھا کیونکہ عبدالرحمٰن نے اُس کی کل جائداد ضبط کر کے اُس کو نادار و محتاج کر دیا تھا۔ اور انواع و اقسام کی تکالیف میں مبتلا۔ ابن مقلہ گوشہ نشیں ہو گیا اور تمام احباب و اعزہ سے تعلقات منقطع کر لئے۔ اپنا پورا وقت کتابتِ قرآن مجید میں صرف کرنے لگا۔ اُس کی مزید بدقسمتی یہ ہوئی کہ اس کا قدیم دشمن ابن رائق بغداد کا امیر الامرا ہو گیا۔ جس نے ابن مقلہ پر مظالم کی حد کر دی۔ ان حالات سے متاثر ہو کر اُس نے خلیفہ کی خدمت میں ایک خفیہ عرضداشت ارسال کی جس میں ابن رائق کی خیانتوں کا ذکر تھا۔ اور درخواست کی کہ خلیفہ اگر مجھے ابن رائق کی جان و مال کا مختار کر دے تو میں

---

[1] بنی عباس کا بیسواں خلیفہ۔ دورِ حکومت ۳۲۲ھ م ۹۳۴ء تا ۳۲۹ھ م تا ۹۴۰ء ۱۲۔ انجم صفحہ ۶۰

خیانت کردہ اَسی ہزار اشرفیاں اُس کے واسطے ابن رائق سے وصول کر سکتا ہوں۔ یہ حال ابن رائق کو بھی معلوم ہو گیا۔ اور اُس نے موقع پا کر اس کی تصدیق خلیفہ سے کر لی بلکہ اصل تحریر حاصل کر لی۔ نیز الراضی کو اس بات پر راضی کر لیا کہ غلط شکایت کی پاداش میں ابن مقلہ کا دایاں ہاتھ قلم کر دیا جائے۔ اہل دربار نے بہت کچھ سفارش کی کہ جس ہاتھ نے چھ معجز نما خط ایجاد کئے اور کئی نادر قرآن مجید لکھے اور بہت سے دینی مسائل کی کتابت کی وہ بوسہ دینے کے لائق ہے نہ کہ قطع کئے جانے کے قابل عوام نے بھی اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر ابن رائق کو ضد ہو گئی تھی اور خلیفہ اُس کے خلاف دم نہ مار سکتا تھا۔ لہٰذا حکم پر عمل ہوا اور ابن مقلہ کا معجز نگار ہاتھ قطع کر کے اس کو جیل میں بند کر دیا گیا۔

شاعر اُس کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

"اُس کا ہاتھ اُس کے قلم کی ہیبت کے باعث قطع کیا گیا نہ کہ اُس کی شمشیر کے خوف کی وجہ سے
ابن مقلہ کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا بلکہ رائے و تدبیر کو قطع کر دیا گیا"

سیاسی چال اور ابن مقلہ کا قتل

کچھ دنوں بعد الراضی کو ہوش آیا تو اُس نے ابن مقلہ کے معالجہ کے لئے اپنے طبیب خاص ابوالحسن بن سنان بن قرہ کو مامور کیا۔ ع

ولے چہ سود کہ دست بُریدہ نابد باز

ابن مقلہ کا ہاتھ جب اچھا ہو گیا تو وہ کتابت کی طرف پھر متوجہ ہوا۔ اُس نے قطع شدہ ہاتھ پر قلم باندھ کر مشق شروع کر دی اور بائیں ہاتھ سے بھی لکھنے لگا۔ تھوڑے ہی دن میں اُس نے اپنے خط کی پچھلی شان پیدا کر لی۔ اور دونوں ہاتھ سے یکساں لکھنے لگا۔ اُس کا یہ کمال جب اُس کے دشمنوں کو معلوم ہوا تو اُن کی آتشِ غضب بھڑکی۔ خاص کر ابن رائق کو شدید اندیشہ پیدا ہو گیا۔ لہٰذا اُس نے اپنے ہم خیال امرا کو ہمنوا بنا کر خلیفہ کی تلون مزاجی سے فائدہ اٹھایا اور کہا کہ ابن مقلہ اپنی شر انگیزیوں سے باز نہیں آرہا کہ وہ عنقریب کوئی فساد برپا کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ وزارتِ عظمیٰ کا خواہشمند ہے۔ خلیفہ متعجب ہوا تو اُس سے کہا گیا کہ بطریقِ مناسب اس کی تصدیق کر لی جائے کہ اُس کو وزارت کی خواہش ہے یا نہیں۔ لہٰذا خلیفہ نے خفیہ طور پر ابن مقلہ کو لکھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اُس کا افسوس و رنج ہے۔ تجھ جیسا با کمال وزیر کس کو نصیب! لہٰذا تو اگر پسند کرے تو تیرے واسطے مسندِ وزارت حاضر ہے۔ مگر دقت یہ ہے کہ تیرا ہاتھ کٹ گیا۔ اب تو امورِ سلطنت کس طرح انجام دے سکے گا۔ ابن مقلہ اس چال کو نہ سمجھا اور جانا کہ واقعی خلیفہ اُس کو

وزیر بنانا چاہتا ہے۔ اس لئے اُس نے جواب دیا کہ اگرچہ میرا ہاتھ قطع ہو گیا۔ مگر دوسری کُل قابلیتیں و صلاحیتیں بدستور ہیں۔ میں قطع شدہ ہاتھ سے اب بھی ویسا ہی لکھ سکتا ہوں جیسا کہ پہلے لکھتا تھا اور بائیں ہاتھ سے بھی۔ چنانچہ اس زمانے کے تحریر کردہ اس قدر قرآن شریف اور دیگر مکتوبات موجود ہیں۔ مجھے کار وزارت انجام دینے میں کوئی دقت نہ ہوگی اس جواب پر خلیفہ کو شکایت کا یقین ہو گیا اور ابن رائق کو مع دیگر مخالفین خلیفہ کو بھڑکانے کا مزید موقع ملا۔ چنانچہ خلیفہ کا حکم حاصل کر کے جلاد قید خانے میں پہنچا اور ۱۰ شوال ۳۲۸ھ م ۲۰ جولائی ۹۴۰ء کو بروز یکشنبہ اُس باکمال ہستی کا چراغ ہستی گل کر کے محبس ہی میں بے گور و کفن گاڑ دیا۔[1] فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

ابن مقلہ نے اپنی چھپن برس کی عمر میں تین خلفا کی خدمت کی۔ تین بار فارس گیا۔ تین دفعہ وزیر اعظم ہوا اور تین ہی مرتبہ معتوب، تین مکمل قرآن مجید یادگار چھوڑے۔ تین بار خلیفہ الراضی کے ظلم کا شکار ہوا۔ اور تین ہی مرتبہ تین مختلف مقامات پر دفن ہوا۔ اول قید خانے میں۔ پھر خلیفہ کے حکم سے وہاں سے نعش نکالی جا کر گورستان میں دفن کی گئی اور تیسری مرتبہ اُس کی بیوی کی درخواست پر اُس کے سپرد کر دی گئی جس نے ایک خاص عمارت میں دفن کی

نمونۂ خط ابن مقلہ کے قلمی ایک قرآن مجید کے آخری صفحہ کا عکس نمبر ۱ پر پیش کیا جاتا ہے۔ سورۂ ناس کے بعد جو عبارت سفیدی سے درج ہے وہ نام کی ہے۔ یہ مصحف مبارک "رضا لائبریری رام پور" میں محفوظ ہے۔

ابن مقلہ کے مرثیے بھی متعدد نامور شعرا نے کہے ہیں۔ چنانچہ ابن رومی کے اشعار کا مفہوم ہے کہ:۔

"اُس کا قلم چاہے تو گردن کشوں اور باغیوں کو فرمانبردار و مطیع کر دے اور اُن کی تلواروں کو کند۔"

ابو جعید بکری اندلسی کہتا ہے کہ:۔

"اگر کوئی شخص ابن مقلہ کا خط دیکھے تو اُس کے تمام اعضا خواہش کریں کہ ہم آنکھیں بن جائیں تاکہ اُس کا خط دیکھ سکیں۔"

صدیاں گزر جانے کے باوجود جب شعرا اپنے ممدوح کے خط کی تعریف کرتے ہیں تو ابن مقلہ ہی پر اُن کی

---

[1] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۰

فوقیت ہے گو وہ اپنے ہم وطن کے مقابلہ میں اُن کو ہیچ در ہیچ قرار دیتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ ع
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں :۔

گر ابن مقلہ دگر بارہ در جہاں آید   چنانکہ دعویٰ معجز کند بسحرِ مبیں
بآب زر نتواند کشید چوں تو الف   بسیم حل نگارد بسانِ نغزِ تو سیں

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کا قطعہ ہے :۔

وہ دلکشی ترے خط میں کہ ابن مقلہ اگر   لگائے آنکھوں سے سرمہ کی جا تری تحریر
تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف   جو ہو وے لوحِ جبیں پر نوشتۂ تقدیر

ابنِ مُقلَہ کے ایجاد کردہ خطوط

ابن مقلہ نے جو چھ خط ایجاد کئے اُن کی تشریح حسب ذیل ہے :۔

(۱) ثُلُث (۲) نسخ — خط جلی کو ثلث کہتے ہیں اور خفی کو نسخ۔ ان دونوں میں دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح۔ ثلث کو ثلث اس لئے کہتے ہیں کہ قدیم خط جزمی[1] اور کوفی کے بعد یہ تیسرا خط ہے۔ یا یہ کہ جس نے یہ خط سیکھ لیا وہ گویا ایک تہائی فنِ خط سے واقف ہو گیا۔ یا یہ کہ فنِ خط کے تین ثلث حاصل کر لئے۔ ان اقوال میں قول اول راجح ہے۔

نسخ کو نسخ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ایجاد ہونے پر پچھلے خطوط منسوخ ہو گئے۔

واضح رہے کہ اُس خط کو بھی نسخ ہی کہا جاتا تھا جو غربی علاقہ عرب میں جاری تھا۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔

(۳) توقیع (۴) رِقاع — جلی کو توقیع کہتے ہیں اور خفی کو رقاع۔ ان میں ساڑھے چار دانگ دور ہے اور ڈیڑھ دانگ سطح۔ توقیع کے لغوی معنیٰ اُس فرمان شاہی کے ہیں کہ جس میں مضمون قہر ہو۔ بخلاف منشور کہ جس میں مہربانی و رحم کا مضمون ہوتا ہے۔ اس خط کو توقیع اس لئے کہا جاتا ہے کہ فرامین شاہی اور دفتر قضا کے احکام اسی خط میں لکھے جاتے تھے۔

---

[1] خط معقلی اور جزمی ایک ہی رسم خط کے نام ہیں ۱۲

رقاع- جمع ہے رقعہ کی بمعنی پرزہ کاغذ- چونکہ حسابی کام رقعوں پر اسی خط میں ہوتا تھا۔ نیز رقعجات بھی تحریر ہوتے تھے اس لئے اس خط کا یہ نام ہوا۔

(۵) **محقق** جلی کو محقق اور خفی کو ریحان کہتے ہیں۔ یہ دونوں خط بلحاظ دور وسطح توقیع و رقاع کی ضد ہیں۔

(۶) **ریحان** محقق کو محقق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے دائروں کی پیمائش میں پوری تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ اور ریحان کو ریحان اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خوبصورتی میں ریحان کی سی نزاکت رکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ دفتر ابوالفضل حصہ سوم صفحہ ۳۹ سطر ۸ المطبوعہ مطبع محمدی واثر نگ چین منتخب پرشاد بدایونی صفحہ ۲۰ سطر ۱۴۔

ابوالفضل کی عبارت حسب ذیل ہے:-

"آنچہ امروز در ایران و توران و روم و ہندوستان میان بزرگان دانش شہرت دارد ہشت خط است ازآنجملہ شش خط را ابن مقلہ نسبت می دہند کہ تاریخ سہ صد و دہ ہلالی از فروغ دیدہ وری خویش از خط معقلی و کوفی و غیر آن اختراع نمودہ و بہائے ہر حرفے بزعم خویش طرزے خاص قرار دادہ کہ دانایان آں طرز نوشتہ را چوں موافق پابند خواہش گویند۔ و اسامی آں چنیں تفصیل است۔ ثلث و توقیع و محقق و نسخ و ریحان و رقاع و تعلیق و نستعلیق۔ بعضے از داستان طرازان باستان خط نسخ را مخترع یاقوت مستعصمی شمارند و ثلث و نسخ را دو دور و دو دانگ است و سطح چہار۔ جلی را ثلث گویند و خفی را نسخ خوانند و توقیع و رقاع چہار و نیم دانگ دور است و یک نیم دانگ سطح۔ جلی را توقیع دانند و خفی را رقاع۔ و محقق و ریحان چہار و نیم دانگ سطح۔ و دور یک و نیم۔ جلی را محقق خوانند و خفی را ریحان نامند۔"

دانگ اور سطح و دَور

دانگ فارسی لفظ ہے۔ ایک دانگ کا وزن چھ رتی ہوتا ہے۔ سنار دو والے اس کو مونث بولتے ہیں[1]۔ نجم الدین زرکوب کہتا ہے:-

منم زرکوب محصولم ز صنعت — بجز آوازے و بانگے نباشد
ہمیشہ درمیانِ زر نشینم — ولیکن حاصلم دانگے نباشد[2]

دَور و سطح دَور لفظ عربی۔ لغوی معنی گردش۔ گول ہونا۔ ایک شے کا اسی کے نفس پر پھیرنا۔ نما[3] اصطلاح حروف کی گولائی سطح۔ ع لغوی معنی ہر مکان کی چھت اور اصطلاح اہل ہندسہ میں وہ چیز جس میں فقط لمبائی ہو، چوڑائی اور گہرائی نہ ہو[4]۔ فن خوشنویسی کی اصطلاح میں حروف کی لمبائی۔

ابن مقلہ نے تمام خطوط کا دارومدار "الف" اور "ہ" پر رکھا ہے[5] اور ان کو نقطوں سے ناپ کر چھ پر تقسیم کر دیا ہے۔ الف سطح کے لئے مخصوص کیا ہے اور ہ دور کے لئے۔ ہر نقطے کو جو اسی قلم کا ہو جس سے لکھا جائے ایک دانگ قرار دیا ہے۔ مثلاً الف کی لمبائی چار نقطوں کی برابر ہے اور ہ کا دور دو نقطے کے برابر ہے تو وہ خط ثلث و نسخ ہے۔ اور اگر الف ڈیڑھ نقطے کا اور "ہ" کا ساڑھے چار نقطے کی تو وہ توقیع و رقاع اور اگر اس کے برعکس ہے تو محقق و ریحان[6]۔ مزید توضیح کے لئے عربی مفردات کا نمونہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کیجئے۔

---

[1] فرہنگ آصفیہ ۱۲
[2] فرہنگ آنندراج ۱۲
[3] غیاث اللغات ۱۲
[4] لغات کشوری ۱۲
[5] پیدائش خط و خطاطان ۱۲
[6] ارژنگ چین ۱۲

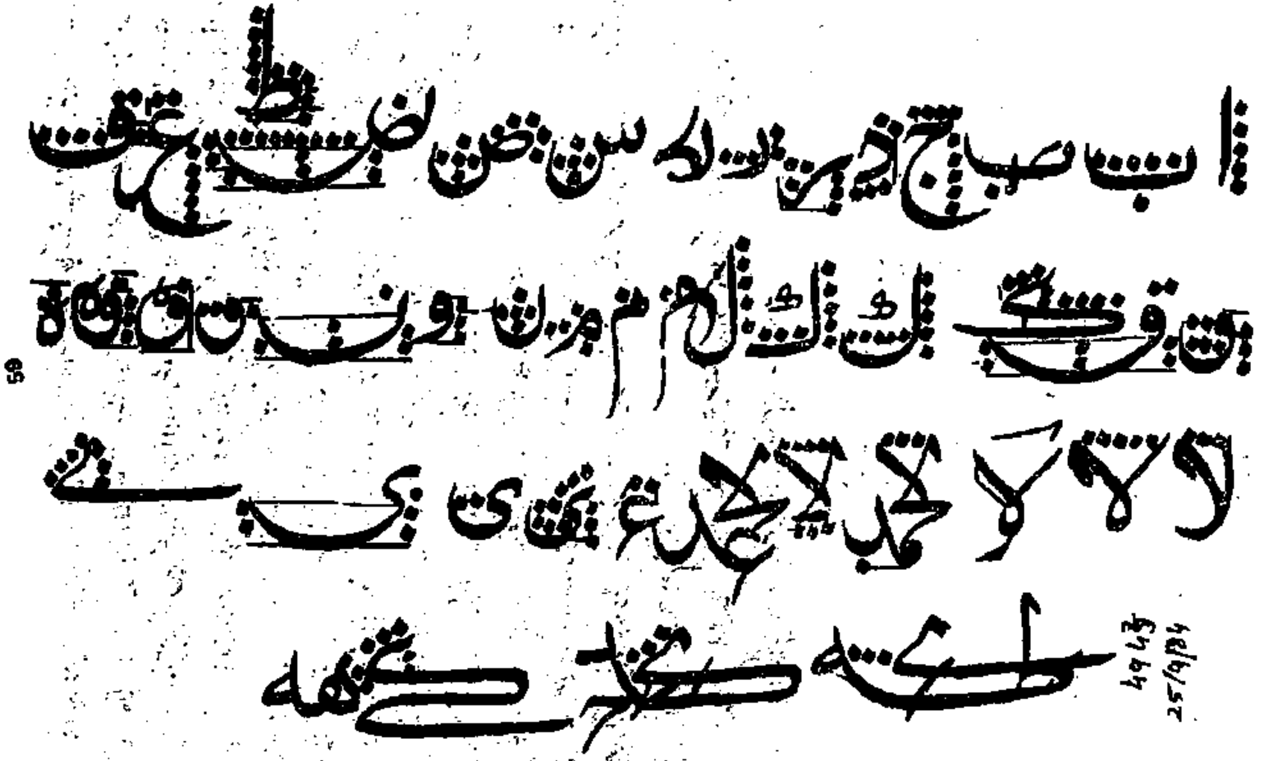

مذکورہ خطوط کی مقبولیت و رواج عام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف دس سال کے قلیل عرصہ میں تمام ممالک اسلامیہ میں یہ جاری و ساری ہو گئے اور کاتبوں کی بڑی جماعتیں بڑے بڑے شہروں میں تیار ہو گئیں بلکہ ممالک محروسہ غیر مسلم ملکوں میں بھی عام طور پر ان کی نوشت و خواند ہونے لگی۔ ایک ہزار برس سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ زندہ ہی نہیں بلکہ رو بہ ترقی ہیں ایران میں کل طباعت اسی رسم خط میں ہوتی ہے ہندستان میں بھی یہ سوچا جا رہا ہے۔ پاکستان کی انجمن ترقی اردو نستعلیق کی جگہ اس کو اپنانے پر مصر ہے سندھی زبان کا رسم خط بھی اسی رسم خط کا ممنونِ احسان ہے۔ جو چند ترمیمات کے ساتھ نسخ ہی ہے۔ بہاری رسم خط بھی اسی کی ایک طرز ہے۔ دکنی زبان بھی اس میں کافی لکھی گئی جس کی ایک وصلی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے یہ نسخ و توقیع اور محقق کی ملی جلی ایک خاص روش ہے جو دکنی خوشنویسی کی امتیازی شان ہے۔ ملاحظہ ہو عکس نمبر۔ ترکی اور اردو کی تصانیف بھی اس میں بکثرت ہیں۔ تمام عرب ممالک کی تو قومی و سرکاری زبان اسی میں لکھی ہی جاتی ہے۔ دوسرے ممالک میں بھی قرآن مجید، احادیث اور ادعیہ و اوراد وغیرہ۔ اس کے علاوہ شاذ و نادر ہی کسی دوسرے رسم خط میں تحریر ہوتے ہیں۔ قاعدہ بغدادی کا آج تک رواج ہے اور بیشتر مذہبی لوگ اپنی اولاد کو اسی رسم خط سے اول روشناس کرتے ہیں۔ خوشکہ عہد بنی عباس کا یہ رسم خط اک مقبول عام و مرغوب عوام یادگار ہے۔

ابن مقلہ کے بعد اس رسم خط کے بہترین خوشنویس اس دور حکومت میں ابن بواب اور یاقوت مستعصمی گذرے ہیں جن کا حال باب دوم میں اپنے مقام پر درج ہے۔

خطِ تعلیق

معنیٰ و موجد | تعلیق کے معنی لٹکانے کے ہیں۔ چونکہ اس خط کا ایک حرف دوسرے حرف سے ملا دیا جاتا ہے جیسا کہ نمونہ نمبر ۹ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ یہ خط رقاع و توقیع سے استنباط کیا گیا ہے یہ ساتواں خط ہے جو ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط کے بعد عالم وجود میں آیا۔ اس خط کے حروف چونکہ اس طرح ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کا تبدیل کرنا ممکن نہیں اس لئے فرامین اور مراسلات کیلئے نہایت موزوں و مناسب ہے اور لکھا بھی جلد جاتا ہے۔ ترک و مصری اس کو خطِ دیوانی کہتے ہیں اور ایرانی تعلیق و ترسل۔ چنانچہ مرزا حبیب قاآنی کہتا ہے۔

اے زلفِ تو پیچیدہ تر از خطِ ترسل   برما زخمِ زلفِ تو مرادست توسل

روایات متواترہ اور اقوال متعددہ کی بنا پر اس کا موجد و معلم اول حسن فارسی کو مانا گیا ہے جس نے ۳۱۲ھ مطابق ۹۲۳ء میں یہ خط ایجاد کیا گویا خطوط ششگانہ کی ایجاد کے بارہ برس بعد۔ اگرچہ مولانا جامی[1] اور ابوالفضل علامی کو اس سے اتفاق نہیں چنانچہ مولانا جامی کہتے ہیں:-

کاتبان را ہفت خط باشد بطرزِ مختلف   ثلث و ریحان و محقق، نسخ و توقیع و رقاع

بعد ازاں تعلیق، آں خطّ است کش اہلِ عجم   از خطِ توقیع استنباط کردند اختراع

ابوالفضل علامی کہتا ہے "خطِ ہفتم تعلیق است کہ از رقاع و توقیع استنباط کردہ اند و الفش بغایت کم است"[2] بہر حال تقریباً چار سو سال یہ خط ایران، ترکستان، مصر اور ہندوستان وغیرہ میں رائج رہا اور بہت سے باکمال خوشنویسانِ تعلیق گذرے

حالاتِ حسن فارسی

حسن بن حسین علی فارسی نام اور حسن فارسی و حسن کاتب عرفِ عام۔ عماد الدولہ دیلمی بانی سلطنتِ دیالمہ کا ہم عصر تھا۔ حسن پہلا شخص ہے جس نے یہ خط ایجاد کیا اور تعلیم دے کر باکمال خوشنویسانِ تعلیق پیدا کئے۔ چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔[3]

اورینٹل میگزین لاہور بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء کے صفحہ ۳۵ پر بحوالہ رسالہ خط و سواد مصنفہ مجنون ہراتی یونس خاں نیازی ایم اے مضمون نگار نے اس خط کا موجد خواجہ تاج سلیمانی کو قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نمونہ کیلئے ملاحظہ ہو عکس نمبر ۹

۱۔ المتوفی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ م ۹ نومبر ۱۴۹۲ء۔ ۲۔ دفتر ابوالفضل جلد سوم ۱۱۔ ۳۔ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۵۶۔

خلافتِ مصریہ و ترکیہ

ابتدائے ۱۳ رجب المرجب سنہ ۶۵۹ھ مطابق ۱۳ رجون سنہ ۱۲۶۱ء

تا غدرِ ہند سنہ ۱۸۵۷ء

تاتاریوں کی غارتگری بغداد کے بعد سنہ ۶۵۶ھ مطابق سنہ ۱۲۵۸ء سے ۱۳ رجب سنہ ۶۵۹ھ م ۱۳ رجون سنہ ۱۲۶۱ء تک یعنی تین سال کوئی خلیفہ نہ رہا۔ مگر جب اس تاریخ کو قصر جبل کے ایک دربار عام میں ابو القاسم احمد کو وارثِ خلافت تسلیم کر کے اول شیخ الاسلام والسلطین عز الدین بن عبد السلام نے اور پھر ملک الناصر نے اس کی بیعت کر لی تو وہ المستنصر باللہ کا لقب اختیار کر کے مسندِ خلافت پر متمکن ہوا اور قاہرہ پایۂ تخت قرار پایا۔ یہ دورِ خلافت سنہ ۹۲۳ھ م سنہ ۱۵۱۷ء تک قائم رہا۔ البتہ اس سنہ میں جب بنی عباس کے آخری خلیفہ المتوکل نے منصبِ خلافت۔ دولتِ عثمانیہ کے پرسطوت و ہیبت بادشاہ سلطان سلیم خان کو منتقل کر دیا تو اس خاندان سے سلسلۂ خلافت ختم ہو گیا۔

مصری و ترکی عہدِ خلافت میں جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ حسبِ ذیل خطوط اور ایجاد ہوئے۔

خطِ نستعلیق

آٹھواں خط ہے جس کے موجد ملا میر علی تبریزی تسلیم کئے گئے ہیں اگرچہ صرف ابوالفضل علامی کو انکار ہے مولانا سلطان علی مشہدی جنہوں نے ملا صاحب کے شاگرد مولانا اظہر کے خط سے استفادہ کر کے اپنے خط کو معراج کمال پر پہنچایا ہے اپنی تصنیف رسالہ خوشنویسی میں جو انہوں نے محرم ۹۲۰ھ مطابق فروری ۱۵۱۴ء میں تصنیف کیا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی ست — واضع اصل آں امیر علی ست[1]
نسبتش بود با علی ازلی — نسبتش تیزی رسد بہ علی
تا کہ بودست عالم و آدم — ہرگز ایں خط نہ بود در عالم
وضع فرمود او ز ذہن دقیق — از خط نسخ و ز خط تعلیق
نے کلکش ازاں شکر ریز است — کاصلش از خاک پاک تبریز است
لیکن نقی او زنا دانی — بے ولایت نہ بود تا دانی
کاتبانے کہ کہنہ و نویسند — خوشہ چینان خرمن اویند
در جمیع خطوط بود شگرف — ز استاداں شنیدہ ام ایں حرف
خط پاکش چو شعر او موزوں — ہست او صاحب او ز صفا افزوں
بد معاصر مجمع الافضال — شیخ شیریں مقال شیخ کمال
آنکہ شعرش چو میوہ ہائے خجند — ہست شیریں تر از نبات و قند
ہمہ رفتند زیں جہان خراب — رخ نہفتند در نقاب تراب

بہر شاں ہر چہ خوانم و دانم
رحم اللہ و رحمہم خوانم

یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ ایجاد بعہد امیر تیمور صاحبقراں ہوئی۔ امیر مذکور کا زمانہ حسب ذیل قطعہ میں درج ہے:-

۱؎ رسالہ خوشنویسی۔ قلمی۔ تحریر شدہ ۱۲۷۹ھ بقلم سید فضل علی۔ موجودہ کتب خانہ راقم الحروف۔ البتہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کسی اور جگہ پہلے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح دیکھا ہے "واضع اصل خواجہ میر علی ست" ۱۲

سلطانِ تمر آنکہ مثل او شاہ نہ بود	در ہفتصد و سی و یک آمد بوجود
در ہفتصد و ہفتاد و یکے کرد خروج	در ہشتصد و ہفت کرد عالم پدرود

یعنی سنہ ولادت ۷۳۱ ہجری مطابق ۱۳۳۰ء اور سنہ امارت وجلوس ۷۷۱ ہجری مطابق ۱۳۶۹ء اور سنہ وفات ۸۰۷ ہجری مطابق ۱۴۰۴ء اس طرح ۱۳۶۹ء تا ۱۴۰۴ء کے درمیان میں کسی وقت اس کی ایجاد ہونا مانا جاسکتا ہے یہی زمانہ مشہور شاعرِ ایران کمال خجندی کا ہے جس کا انتقال ۸۰۳ھ م ۱۴۰۰ء میں ہوا مصنفِ مرآت العالم نے بھی خواجہ میر علی کو کمالِ خجندی کا معاصر قرار دیا ہے۔ مگر ابوالفضل علامی[1] خواجہ کو موجد خطِ نستعلیق نہیں مانتا۔ اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

چنین گویند کہ در زمانِ صاحبقرانی خواجہ میر علی تبریزی از نسخ و تعلیق خطِ ہشتم ابداع نمود کہ آن را
نستعلیق گویند و آں تمام رواست و از شاگردانِ او دو کس کار را پیش بردند یکے مولانا جعفر
تبریزی و دیگر مولانا اظہر۔ لیکن در ایں وضع خاطری ایستد کہ بسیار خطوطِ نستعلیق کہ پیش از زمانِ حضرت
صاحبقرانی نوشتہ بودند بنظر درآمدہ است[2]

ترجمہ :- ایسا کہتے ہیں کہ صاحبقراں (تیمور) کے زمانے میں خواجہ میر علی تبریزی نے نسخ اور تعلیق سے ایک نیا خط پیدا کیا۔ جس کو نستعلیق کہتے ہیں اور وہ تمام درست ہے اور اس کے شاگردوں میں سے دو نے اس کو ترقی دی۔ ایک مولانا جعفر تبریزی اور دوسرے مولانا اظہر لیکن اس بابت طبیعت کھٹکتی ہے اس لئے کہ بہت سے نوشتے نستعلیق خط کے صاحبقراں کے زمانے سے پہلے کے نظر سے گذرے ہیں۔

علامی کی شخصیت سے انکار نہیں۔ مگر یہ رائے روایات متواترہ اور مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اس کو صحیح ماننے میں اس لئے بھی تامل ہے کہ اس نے نہ تو یہ بتایا کہ خواجہ یا ملا میر علی تبریزی (ان کیلئے دونوں ہی لفظ استعمال ہوتے ہیں اس لئے خواجہ یا ملا درج کیا گیا) سے پہلے کس شخص کا خط دیکھا اور کس سنہ کا لکھا ہوا۔ اور یہ کہ وہ سنہ تحریر صحیح بھی تھا اور پھر اس کا موجد کون ہے اور کب ایجاد ہوا اور وجہ ایجاد کیا ہے۔ اسی طرح بہت کچھ جرح وقدح اس قول پر ہوسکتی ہے۔ جس کو بخیالِ طوالت چھوڑ کر ہم بھی خواجہ میر علی تبریزی کو ہی موجد تسلیم کرتے ہیں۔ یہ خط اَحْسَنُ الْخُطُوط۔ اور عَرُوسُ الْخَط کہلانے کا بجا طور پر مستحق ہے۔ اگرچہ دوسرے خط بھی اپنے حسن وخوبی میں بے مثال ولاجواب ہیں۔ مگر اس کی دلکشی خداداد ہے۔ مصوری کا جواب خطوطِ عربیہ بھی ہوسکتے ہیں اور ہیں۔ مگر جو بانکپن اس میں ہے۔ وہ اسی کا حصہ ہے۔ مصور کا موقلم جو سحر آفرینی کرسکتا ہے اسکا

---

[1] المتوفی ۱۰۱۱ھ م ۱۶۰۲ء۔ ماخوذ از ابوالفضل کی سوانح عمری۔ [2] دفتر ابوالفضل حصہ سوم صفحہ ۳۰۹۔

صحیح جواب اسی خط کے دوسرے شوشوں میں کا مظاہرہ اعجاز رقم ہو سکتا ہے۔ زلفِ یار کا پورا پرتو اسی کا "ل" ہو سکتا ہے اور جبیں شکن کے مقابلہ میں اسی کے میم کی گھنڈی آسکتی ہے۔ چشمِ نرگسیں کا حسن اسی کے سرِ صاد میں نظر آتا ہے۔ چہرۂ ماہ رویاں کا جواب اسی کے کاسۂ دائرے سے ہو سکتے ہیں۔ سروقامت کا جواب حرفِ الف ہو گا تو ابروئے خمدار کا بدل "ط" کی دو دائرے متصل۔ گوہرِ دندان نما نہاتے "ں" توہم "کا زودل ساقِ سیمیں دو چشمی "ھ" "چہرۂ ہائے بینی و حیران کن چشمِ بصیرت۔ "ق" و "ف" کی گردن۔ شاہدانِ سرکش کی گردن سے مشابہ شیش کی کشش خطِ خوش رویاں کی مثال۔ نقاط مردمکِ دیدۂ مردم فریب۔ "ہ" حلقۂ ناف "ا" رشکِ سہا ہو و سلی مرکز۔ تیر جھکوں کا بدل "و" قس علیٰ ہذا۔

اعضائے انسانی کے علاوہ حیوانات میں بھی ان حروف کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سرِ سگ "س" چوہوں دندانِ موش "ی" ق میموں سگِ خفتہ وغیرہ۔ نیز پرندوں میں صرف بط و مرغابی ہی کے بعض اعضا میں حروف کی شکلیں ملاحظہ ہوں :-

اسی طرح ہتھیاروں میں نوکِ سناں و راستیِ سیف الف میں خم و نوکِ تیغ "ب" میں۔ دامنِ سپر کا دور "ے" دائرہ میں۔ کمان کا جھکاؤ اور شمشیر کا گھماؤ کشش "س" "ش" میں ہے۔ م کی گھنڈی مغفر میں۔ "ہ" کے حلقے حلقہ ہائے زرہ میں۔ اور تیر و تبر کی نوکیں ہر حرف کی ابتدا یا انتہا میں ناقابلِ فراموش ہیں۔ پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تعلیم خط و املا" مصنفہ شیخ ممتاز حسین جونپوری۔

نستعلیق کے معنی | نستعلیق کے معنی یہ بھی لئے گئے ہیں کہ نسخ اور تعلیق سے بنا ہوا خط، اور خط تعلیق کو منسوخ کرنے والا خط بھی۔ مو ٔخرالذکر کی صحت میں کلام نہیں کیونکہ اس خط نے خطِ تعلیق کو رفتہ رفتہ ختم کر دیا اور آج اُس کا کہیں رواج نہیں۔

محاورۂ نستعلیق | خطِ نستعلیق کی خوبی و صفا کی بنا پر لفظ نستعلیق بطور محاورہ فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً :-

نستعلیق حرف زدن، و نستعلیق گوئی۔ کنایہ از حرف بتکلف زدن، و الفاظ را بمخرج ادا کردن و بکیش با لفظِ قلم حرف زدن یعنی بعبارتِ کتابی سخن گفتن، محمد سعید اشرف گوید

نستعلیق گو یاقوت لب، رنگیں ملیح دارم — کہ انگشتِ شہادت می کشد خط بر غبارِ من[1]

اور اُردو میں بھی شائستہ و مہذب انسان اور تربیت یافتہ و شائستہ گھوڑے کو نستعلیق کہا جاتا ہے۔

خصوصیتِ نستعلیق | دیدہ زیب حسن و جمال کا حامل ہونے کے علاوہ خطِ نستعلیق کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ من حیث الخط جامع و مانع ہے۔ اس میں تعلیق یا شفیعہ کی مانند بکثرت نہیں جو حروف کو ملانے کیلئے بیکار کھی جاتی ہیں اور حروف غلط ملط ہو جاتے ہیں مثلاً:۔

تعلیق ان وجی الله سعدی نزل سالکتاب ہو الحق وہو یتولی الصالحین۔

شفیعہ آئین دلمان جشن جمشید و قانون شناسی بزم زر یلغی دو یا نگاہ جمالت لب با مسرت خاص شوند۔

اور یہ شکل خط شکستہ نقطوں سے بے نیاز اور بیجا کششوں کی بدولت حسن بعید بعد رمد

شکستہ محمد الدولہ ابو طالب رستم بن فخرالدین سا کر لاہور لہ لامی باشند

اختصار کے لحاظ سے یہ ایک گونہ شارٹ ہینڈ (SHORTHAND) ہے اور ہر حرف کا شوشہ، نقطہ، مرکز اور دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ عبارت زیادہ اور جگہ کم ہو تو قلم کو دبا کر یا حروف کو اوپر تلے لکھ کر بھی اس کی شان برقرار رکھی جا سکتی ہے اور عبارت کم ہونے کی حالت میں کششوں سے جگہ کو پر کیا جا سکتا ہے۔ نیز مقابلتاً پڑھنے میں آسانی رہتی ہے۔ اور ہر صورت میں اس کا حسن کتابت برقرار رہتا ہے۔ اس میں مدوجزر دونوں کی جھلک نظر آتی۔ اس طرح کہ ہر حرف کی کرسی و نشست اور مدلینی کشش اور دائروں کی کرسیوں کی یکسانیت سطر کو صف سپاہ بنا دیتی ہے جس میں ہر حرف بھی اپنی جگہ سپاہی کی طرح سجا ہوا ہوتا ہے اور سطر بھی ایک آہنی زنجیر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح خلا پُر کرنے اور خوبی نشست بڑھانے کو چھوٹے حروف کو بڑے حرفوں کی گود میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ جیسے بچے بڑوں کی گود میں بیٹھ کر بزم آراستہ کئے ہوں۔ ذیل میں ہم اصول دوازدہ گانہ درج کرتے ہیں جو اگرچہ ہر خط پر اطلاق پذیر ہیں مگر نستعلیق میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

---

[1] - فرہنگ آنند راج ۱۲

اُصول دوازدہ گانہ

خوشنویسی کے مندرجۂ ذیل بارہ اصول کا واضع بھی ابن مقلہ ہی کو بتایا گیا ہے اور ان کا پابند سب سے زیادہ ابن بواب اور یاقوت مستعصمی خط عربی میں رہا ہے۔ فارسی خط میں بھی ایک کثیر جماعت ان کی پابند رہی ہے۔ مگر فضیلتِ تقدم خواجہ میر علی تبریزی کو حاصل ہے جس طرح کہ عربی خط میں ابن بواب و یاقوت کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ متوسطین و متاخرین نے بھی بکثرت اس کمال کا اظہار کیا ہے۔ ہم خوشنویس کے خط میں ان اصول کی پابندی کے ساتھ مزید برکت و نفاست، زورِ قلم، ہمواریٔ تحریر اور پختگیٔ خط کا اظہار ہو گا اس قدر اس کے حسن میں اضافہ ہو گا اور فن کا رانہ شان کی برتری پائی جائیگی ورنہ خط ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔

(۱) **ترکیب** :۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ کئی چیزوں کو باہم ملا کر کوئی چیز بنانا۔ مگر فنِ خوشنویسی میں۔ حروف، لفظوں اور جملوں کو باہم ملانے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بروئے فنِ کتابت ترکیب کی دو قسمیں ہیں۔ جزئی، اور کلی۔

پھر جزئی کی دو قسمیں ہیں :۔

ترکیب جزئی (۱) صرف ایک حرف کو ایک ہی حرف سے ترکیب دیا جائے۔ جیسے، ت، ر، سے "تر"
(۲) تین یا زیادہ حروف کو باہم ملایا جاوے۔ جیسے قلم۔ علم وغیرہ یا نستعلیق و تحصیل وغیرہ۔

ترکیب کلی ترکیب کلی یہ ہے کہ پورا فقرہ تحریر کیا جائے۔ جیسے اَلْخَطُّ نِصْفُ الْعِلْمِ۔

ضابطہ اگر اشعار ہوں تو دونوں مصرعوں کے درمیان فصل ضروری ہے۔ پہلے مصرع میں کوئی کشش نہ ہو تو اچھا ہے اور اگر ہو تو شروع میں نہ ہو۔ مصرعوں کے عین وسط میں آ جائے تو خوبی ہے۔ اور آخر میں آئے تو مستحسن۔ کسی سطر کے اول حرف کی کشش جائز نہیں۔

جب مصرعوں کو اوپر نیچے لکھیں تو خوبی اس میں بھی ہے کہ دونوں کی کششیں ایک سیدھ میں آئیں۔ اور اس کے برعکس ہونے میں بھی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ بس یہ بات خوشنویس کے زورِ قلم، دیدہ وری۔ اور حسنِ سلیقہ پر منحصر ہے۔

(۲) **کرسی** :۔ بمعنی چھوٹا تخت۔ چوکی۔ آٹھواں آسمان۔ اور خط کی کرسی کنایہ ہے حرفوں کے اپنے مقام پر رہنے اور دائرے ٹھیک ہونے سے۔

کرسی کو خط میں وہی اہمیت ہے کہ جو جسمِ انسان میں متناسب اعضا کو۔ یعنی حروف و الفاظ کی جائے تحریر ایسی ہو کہ جس سے خوبصورت تناسب پیدا ہو جائے۔ مثلاً دائروں کا ایک سیدھ میں ہونا۔ یا مرکزوں کا توازن ...

کی پابندی کے ساتھ باہر لائن میں آنا۔ وغیرہ۔ اگر مصرع ہو اور دائرے کے بعد حرف واو یا ے یا دال آئے تو دائرے کے اوپر لکھنا داخل حسن ہے بشرطیکہ اس طرح جگہ خالی نہ رہ جائے۔

پابندی قواعد کے ساتھ حروف کی حسین و مضبوط نشست کرسی کی خوبی ہے۔

(۳) **نسبت**:۔ یعنی لگاؤ اور علاقہ۔ ہر حرف قط کے لحاظ سے صحیح ہو۔ چھوٹا یا بڑا نہ ہو۔

(۴) **ضعف**:۔ سستی۔ ناتوانی، کمزوری۔ اور اصطلاح خط میں حروف کا وہ اول و آخر کا حصہ جو باریک ہوتا ہے۔ مثلاً سین کے وندانے یا دائرے کا آخری حصہ یا میم کا آخری حصہ وغیرہ، عرفِ عام میں اسی کو لوک پلک کہتے ہیں۔

(۵) **قوت**:۔ طاقت۔ زور اور اصطلاحاً۔ حروف کی بصورتِ تحریر سے کاتب کی قوتِ دست و قلم ظاہر ہو۔

(۶) **سطح**:۔ وہ چیز کہ جس میں صرف لمبائی اور چوڑائی ہو۔ گہرائی نہ ہو۔ اور اصطلاحاً مفرد و مرکب حروف میں پابندی قواعد کے ساتھ حروف کے آخری حصوں کا ابتدائی اور درمیانی حصص سے محافظ کرنا کہ جس کو اہلِ نظر صحیح تسلیم کریں۔

(۷) **دور**:۔ گردش اور گول ہونا۔ اصطلاحاً قلم کا گھماؤ جو دائروں میں زیادہ واضح ہوتا ہے۔

(۸) **صعود**:۔ بلندی پر چڑھنا۔ اصطلاحاً قلم کا نیچے سے اوپر جانا۔

(۹) **نزول**:۔ اترنا۔ اصطلاحاً قلم کا اوپر سے نیچے آنا۔

ان کی خوبی خوشنویس کی مشق و دیدہ وری اور نفاست پسندی پر منحصر ہے۔

(۱۰) **اصول**:۔ اصل کی جمع۔ یعنی جڑ۔ فنِ خوشنویسی میں مندرجہ صدر نو امور بطور جسم کے ہیں اور اصول بطور روح جو ایک روحانی کیفیت ہے۔ جس طرح شعر میں تاثیر۔ اس کا دارومدار ذوقِ سلیم اور نفاستِ مذاق پر ہے۔ اور اس کیفیت کے احساس کیلئے بصیرتِ فن کثرتِ مطالعہ نظر وقیقہ رس اور شیخ نقاد۔ درکار ہے۔

(۱۱) **صفا**:۔ پاک۔ بے کھوٹ۔ بے کدورت۔ صفائی۔ اصطلاحاً وہ کیفیتِ خط جو کثرت کے باعث خط میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کے مطالعہ سے سرور و انبساط پیدا ہو۔ اور آنکھیں نورانی ہو جائیں۔ اس کو خط کا جزوِ اعظم سمجھنا چاہیے جس طرح۔ صحتِ جسمانی۔

(۱۲) **شان**:۔ اس کو خط کا مقصدِ حیات سمجھنا چاہیے۔ جس طرح ایک متناسب الاعضا تندرست انسان اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ پسندیدہ کے باعث صورت و سیرت کے لحاظ سے قابلِ ستائش ہوتا ہے۔ یہی حال خط کا ہے کہ مذکورۃ الصدر گیارہ امور حسنِ ظاہر و مدح اور صحت پر منطبق ہوتے ہیں مگر شان سیرت کا مرتبہ رکھتی ہے۔ خط کی تمام رونق و خوبی شان کی ممنونِ احسان ہے۔ اور یہ بات وہبی ہے نہ کہ اکتسابی۔

خط کی قسمیں

ہر خط کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ تحصیلی اور غیر تحصیلی۔

تحصیلی سے مراد وہ خط ہے جو کسی باقاعدہ اُستادِ فن سے حاصل کیا جا کر اُس کو باقاعدہ یا اصول طریق پر لکھا جائے۔ یا کسی ایک استاد کا کامل اتباع کیا جائے۔ البتہ روِش و شانِ خط میں تفاوت ہو سکتا ہے یعنی ہر استاد کی ایک خاص روش ہوتی ہے جو کسی استادِ سابق کی روش کے مطابق ہو، یا ان کی اختیار کردہ مگر اصول و قواعد سب کے یکساں ہوتے ہیں۔ تحصیلی خط ہی مبصرینِ فن کے نزدیک معتبر سمجھا جاتا ہے۔

غیر تحصیلی جو نہ کسی استاد سے باقاعدہ حاصل کیا جائے نہ کسی کا پورا اتباع ہو سکے بلکہ اپنے طریق پر خوبصورت حروف اور دیدہ زیب عبارت تحریر کی جائے گو بظاہر اس میں رونق و زیبائش پائی جائے لیکن قواعد و اصول پر بندش بالکل پورا نہ اترے ایسے خط کو طبعی خط بھی کہتے ہیں اور یہ نزدِ مبصرین ساقط الاعتبار ہے۔

حالات خواجہ میر علی تبریزی

ان کو میر علی تبریزی، خواجہ میر علی تبریزی۔ خواجہ میر علی۔ ملا میر علی۔ میر علی۔ امیر علی۔ خواجہ ملا امیر علی۔ علی تبریزی میر۔ اور خواجہ امیر علی بھی لکھا گیا ہے۔ بدیں وجہ تشخیص و تعیین میں اکثر مغالطہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہمعصر۔ میر علی ہروی و ملا میر علی شیرازی و میر علی خراسانی بھی ہیں۔ اور میر علی الکاتب کا نام بھی استادانِ نستعلیق میں مزید لیا جاتا ہے۔ بہرحال خواجہ میر علی تبریزی کو خطِ نستعلیق کا واضع و موجد تسلیم کیا گیا ہے۔

بنائے ایجاد: اس خط کی بنائے ایجاد کا ذکر مصنفِ پیدائش خط و خطاطان نے اس طرح کیا ہے کہ خواجہ میر علی تبریزی اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کیا کرتے تھے کہ اُن کے ذریعہ کوئی ایسا خط ایجاد ہو جو حسن و خوبی میں لاجواب ہو۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ایک شب خواجہ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ بط اور مرغابی کے اعضا پر غور کرو اور ان کی آنکھ کو بطور نقطہ دیکھو اور خط ایجاد کرلو۔ اس تلقین و اشارے سے یقیناً خواجہ کو بڑی مدد ملی ہوگی اور انہوں نے اپنی جودتِ طبع سے خطِ نستعلیق ایجاد کیا۔" اس روایت کو مصنف "تعلیم خط دیا ملا" نے بھی لکھا ہے۔ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر خواب کی ایک خیالی تصویر بھی شائع کی ہے۔ جس میں خواجہ کو سوتے ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت فرماتے ہوئے دکھایا ہے اور بط و مرغابی کی موجودگی بھی ظاہر کی ہے۔ بہرحال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے بانی مبانی خواجہ موصوف ہی ہیں۔ اگر بقول علامی ابوالفضل اس خط کا وجود تھا بھی تو اس کو باقاعدہ و باضابطہ بنانے والے یہی بزرگ ہیں۔ اور ان کو اپنے معاصرین اور خوشنویسوں پر فضیلت کامل حاصل ہے۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے خط نسخ و تعلیق کی ترکیب سے اسکو بنایا گیا ہے۔ اور امیر تیمور صاحبقران کے زمانے میں اس کا فروغ و رواج عام ہوا۔ یہی خط تمام دور تسلیم کیا گیا ہے۔[1]
خواجہ میر علی تبریزی کی دو وصلیوں کا عکس نمبر ۱ و ۲ پر ملاحظہ فرمائیے اور ذیل تقطیع حروف مفردات کی صفحات آئندہ پر۔

---

[1] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۲۲۔

نشست کرسی وصل و رخ

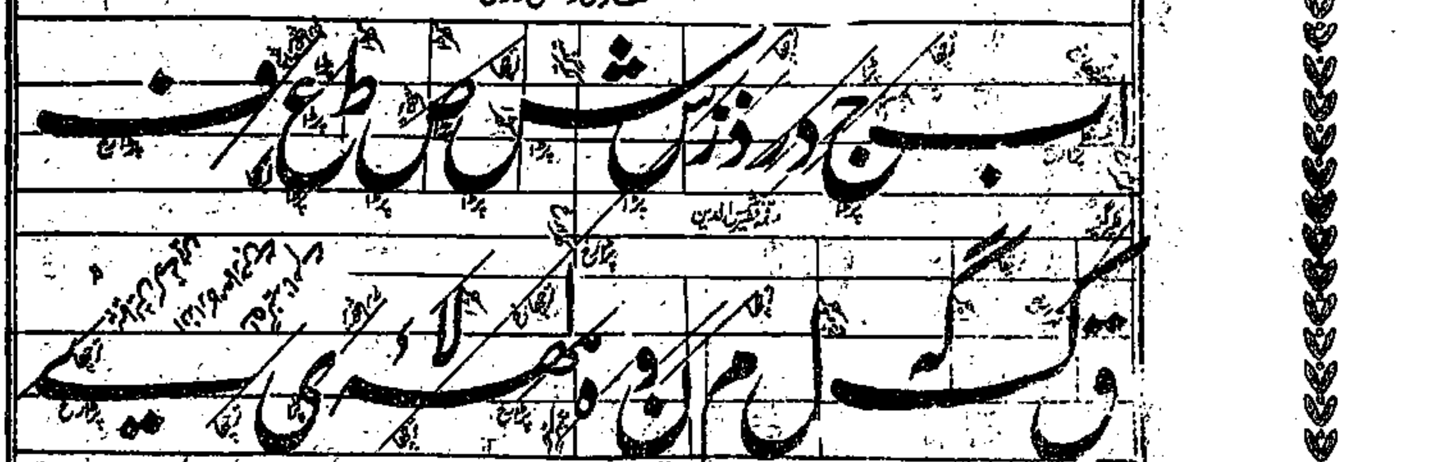

نوٹ۔ کمترین نے وصلی یا کاغذ کے تین رخ لکھے ہیں (پڑا۔ کھڑا۔ ترچھا) مقصد ہمارا ترچھا رخ دکھانا منظور ہے بیچ میں لکیریں گنیے کی کھینچدی ہیں اس کی درمیان میں: (ا) لکھ کے اور ترچھے قط سے رخ لیا ہے سب حروف مفردات اسی الف کے رخ سے ترچھے لکھے جائیں گے اور اس کے کیفیت و کم کی ہیأت و مقدار وصل و فصل نشست و کرسی کے مطابق عمل کرو۔ (ماخوذ از اعجاز رقم)

خطِ بابری — یہ خط کوئی جداگانہ خط نہیں ہے بلکہ خطِ عربی کی ایک خاص روش ہے جس کو ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے ہندوستان نے اختیار کیا اور اس میں صفا و شان پیدا کی۔ چونکہ بابر بادشاہِ وقت تھا لہٰذا بحوا اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ۔ اُس زمانے کے خوشنویسوں اور دیگر اہلِ قلم نے اُس کا اتباع کیا۔ اور اس طرز نے رواج عام پایا۔ خود بابر نے ایک قرآن مجید بقلم خود لکھ کر بغرض حصولِ ثواب و سعادت مکہ معظمہ بھیجا۔ اس خط کی وصلیاں اور کتبات ہوں گے ضرور مگر ہماری دسترس سے باہر رہے۔ البتہ بقلم خفی متعدد کتابیں نظر سے گذری ہیں۔

بابر کے بعد ہی سے اس کا انحطاط شروع ہوا اور عہد اکبری میں تو یہ تقریباً مٹ ہی چکا تھا۔ اور نستعلیق و نسخ نویسوں کے خط کی آب و تاب نے اس کو بالکل ماند کر دیا تھا۔ الغرض اس کی ایجاد بابر کے عہد سلطنت میں ہوئی اور عہد اکبری میں ختم ہو گیا۔ موجد بابر کو تسلیم کیا گیا ہے۔

خطِ بہاری — اس خط کو بھی مستقل خط نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ بھی خطِ عربی کی ایک خاص طرز ہے جس طرح خطِ بابری یادکنی۔ یا مصنوعہ خطوط یعنی گلزار، غبار، ماہی وغیرہ۔ اس کی ابتدا اغلباً بہار پر افغانوں کا غلبہ ہونے پر ہوئی۔ اور سوری خاندان کے انقراضِ سلطنت کے ساتھ انحطاط پذیر ہو کر بہت قلیل عرصہ میں تقریباً معدوم ہو گیا۔ اگر کوئی خوشنویس اس خط کا ہو بھی تو النَّادر کالمعدوم کے ذیل میں آجاتا ہے۔

نمونہ خطِ بہاری — اس طرز خط کا نمونہ عکس نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس ہے۔ کچھ کتابیں بھی بقلم خفی اس میں پائی جاتی ہیں۔

خطِ شکستہ

خطِ تعلیق و نستعلیق کو ملا کر خطِ شکستہ کی ایجاد زود نویسی کی غرض سے ہوئی ہے اس کا دوسرا نام خطِ دیوانی ہے رفتہ رفتہ اس کے اصول و قواعد بھی تجویز ہوئے۔ اور اس نے مستقل خط کا درجہ حاصل کر لیا۔ اساتذۂ فن نے اس میں مسلسل ترمیمات کر کے اس کو بیحد دیدہ زیب و خوشنما بنا دیا اس لئے اس نے قبولیتِ عام حاصل کر لی حتی کہ ایران سے گزر کر ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی اس کا کم و بیش رواج ہو گیا۔ ہندوستان میں تو بہت ہی مقبول ہوا اور شہنشاہ شاہجہان کا زمانہ اس کے پورے عروج کا زمانہ تھا آج بھی اس کے خوش نویس

خال خال پائے جاتے ہیں اس طرح خطِ شکستہ کا نمبر نواں قرار پاتا ہے۔

نمونہ خط | ملاحظہ ہو عکس نمبر ۱۳۔

موجد اور وجہ تسمیہ | اس خط کے موجد بقلم خفی میرزا محمد حسین ہیں اور بقلم جلی مولوی حیات علی کہے جاتے ہیں جن کے حالات حسب ذیل ہیں۔ اس کو شکستہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک گونہ شکستگی پائی جاتی ہے اور ویسے خط دیوانی بھی کہتے ہیں کیونکہ بیشتر دفاتر سرکاری کا کام اسی خط میں ہوتا تھا۔

حالات میرزا محمد حسین

میرزا۔ محمد حسین نام ابن میرزا شکر اللہ۔ میرزا محمد حسین مصنف[1] "حبیب السیر" کے رشتہ دار تھے، سلطان محمد خدابندہ بن شاہ طہماسپ بن شاہ اسمٰعیل صفوی کے عہد میں بعض امرائے صفویہ کے حسد کے باعث ایران چھوڑ کر ہندوستان آ گئے اور شہنشاہ ہمایوں کے دربار میں اعزاز پایا۔ پھر امرائے اکبری میں شامل ہو گئے۔ خط ثلث، تعلیق و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے اور خطِ شکستہ کے تو موجد تسلیم کئے گئے ہیں کیونکہ ان کے زمانہ تک خط شکستہ کا کوئی اسلوب و ضابطہ نہ تھا۔ اور نہ یہ باضابطہ خطوط میں شمار ہوتا تھا سب سے پہلے انہوں نے اس خط کو درجۂ کمال پر پہنچایا اور قواعد مقرر کئے کہتے ہیں کہ ان کا انتقال شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے عہد میں ۱۰۰۶ھ م ۱۵۹۷/۱۵۹۸ء میں ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ جہانگیر کا عہدِ حکومت ۱۰۱۴ھ م ۱۶۰۵/۱۶۰۶ء تا ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷/۱۶۲۸ء ہے۔ لہٰذا یہ سنہ وفات صحیح قرار نہیں پا سکتا۔ غالباً کاتب سے بست کا لفظ رہ گیا اور وہ بجائے سنہ ہزار و بست و شش ہجری لکھنے کے ہزار و شش لکھ گیا اور پھر اسی کی نقل ہوتی رہی۔ واللہ اعلم بالصواب[2]۔

---

[1] حبیب السیر فی اخبار افراد البشر کے مصنف کا نام عام طور پر حبیب اللہ بتایا جاتا ہے جیسا کہ خود مولوی غلام محمد ہفت قلمی دہلوی نے بھی درج کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں بلکہ اُس کا اصل نام غیاث الدین بن ہمام الدین المدعو بہ خوندامیر ہے۔ جو ۸۷۹ھ م ۱۴۶۴/۱۴۶۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۹۴۲ھ م ۱۵۳۴/۱۵۳۵ء میں انتقال ہوا کتاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مصنف کا ممدوح کریم الدین خواجہ حبیب اللہ وزیر خراسان تھا جس کے نام پر اُس نے یہ کتاب معنون کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حاشیہ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۰۲

[2] حاشیہ تذکرہ خوشنویسان ص ۱۰۳۔

حالات مولوی حیات علی

بقول منشی ہیرالال موتن جے پوری مصنف "طغرائے نستعلیق" یہ خط شکستہ نقلم علی کے موجد ہیں پنڈت شنکر ناتھ نے خط شکستہ انہیں سے سیکھا اور شکستہ نویس استاد ہوا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲ کتاب مذکور مولوی صاحب کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے بجز اس کے کہ یہ دہلی کے باشندہ تھے۔

توضیح | واضح رہے کہ اب سے پہلے سرکاری اور نجی تحریرات لکھی اور تی زمانہ ذاتی خط و کتابت وغیرہ بالعموم جس خط میں کی جاتی تھی اور کی جاتی ہے وہ نہ شکستہ ہے نہ شفیعہ۔ اس کو صرف گھسیٹ کہا جا سکتا ہے اسی لئے اکثر و بیشتر کسی ایک کی روش دوسرے سے نہیں ملتی۔ جبکہ نستعلیق وغیرہ کا کمال ہی یہ تھا اور ہے کہ کسی اعلیٰ خوشنویس کے خط سے خط ملجائے اور اُس میں فنی باقاعدگی بھی ہو۔ اس کے برخلاف بعض صاحبان تو ایسا گھسیٹتے ہیں کہ بقول شخصے "لکھے موسیٰ پڑھے خدا"۔

اگر بہ ذوقی پر محمول اور موضوع کتاب خوشنویسی سے متعلق نہ ہوتا۔ نیز سعی لاحاصل نہ تصور کی جاتی تو ہم ایسے "جناتی رقم" اہل قلم کے خطوط کے نمونے بھی پیش کرتے جن میں سے بعض تو بلا مبالغہ انگریزی شارٹ ہینڈ کا نمونہ ہوتے ہیں۔

نشست کرسی ورخ

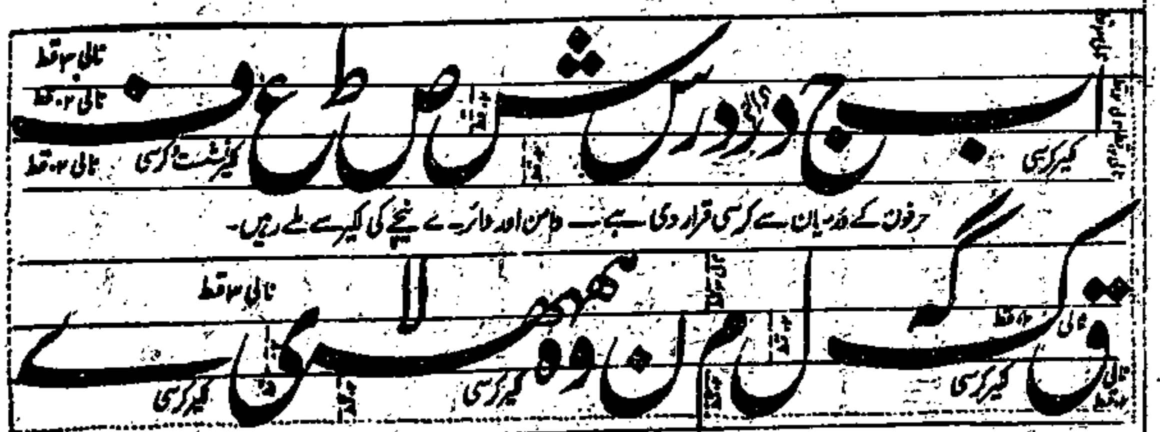

نوٹ کسی نے آجتک اِن باتوں کی تعلیم کا خیال نہ کیا اور نہ کوئی قاعدہ اس کا لکھا لنگر خاکسار نے بعد فکر بسیار کے محض اپنی جدتِ طبع و جدتِ ذہنی کے سواد اور کہنہ مشقی کی استعداد سے ایسا قاعدہ باقاعدہ لکھا اور حصّہ اول کی بابت میں ہر تختی کے نیچے نئے نئے جوڑوں کی تیسری سطر بھی ایسی لکھی ہے کہ جس سے نئے جوڑوں کے پیدا کرنے کی استعداد حاصل ہو۔ حرفوں کی نشست و کرسی تین نالیوں کے اندر لکھی ہے۔ پہلی نالی تین قط کی دوسری ڈھائی اور تیسری بھی ڈھائی قط کی۔

(اعجاز رقم)

خطِ شفیعہ

یہ خط اگرچہ خطِ شکستہ ہی کی ایک طرزِ خاص کا نام ہے۔ جو اس کے بعد گیارھویں صدی ہجری مطابق سترھویں صدی عیسوی میں رائج ہوا مگر اہلِ فن نے اس کی مخصوص روش اور مقبولیتِ عام کے باعث اس کو علیحدہ خط تسلیم کیا ہے۔ اس طرح اس کا نمبر دسواں قرار پاتا ہے۔ یہ خط ایران میں جاری ہو کر مقبول ہوا مگر ہندوستان میں بھی کافی رائج رہا۔ اب بھی اس کے خوشنویس اور سعر کہیں کہیں پائے جاتے ہیں ایران کے موجودہ قلمی خط میں تو اب تک اس کی جھلک باقی ہے۔ "ت" کو مدور اور دال کو ملفوظ دار لکھنا بھی اس کی خصوصیت ہے خطِ شکستہ اور خطِ شفیعہ میں سطحی فرق مختصراً یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ:۔

شکستہ مائل بہ تعلیق ہے اور شفیعہ مائل بہ نستعلیق۔ ملاحظہ ہو عکس تختہ نمبر ۱۴

دونوں خط ایک دوسرے سے بہت مشابہ اور قریب ہیں۔ شکستہ کے مقابلہ میں اس میں الفاظ کو باہم ذرا کم ملایا جاتا ہے اور نسبتاً کچھ کم گنجان ہوتا ہے۔ غرض و غایتِ ایجاد دونوں کی ایک ہی ہے اور قواعد بھی تقریباً یکساں ہیں۔ اس خط کے بھی ایران و ہندوستان میں کافی خوشنویس ہوئے ہیں۔ بلحاظِ شان اس کی انفرادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

موجد اور وجہ تسمیہ اس خط کی طرزِ خاص مرتضیٰ قلی خاں شاملو نے مقرر کی اور اپنے میر منشی میرزا شفیعائی کو تعلیم کی۔ میرزا شفیعائی بھی خوشنویس تھا۔ اس نے اس خط کو بہت فروغ دیا لہٰذا اسی کی نسبت سے شفیعہ یا شفیعائی مشہور ہوا۔ شاملو اور میرزا شفیعا کے حالات ذیل میں ملاحظہ ہوں اور نمونہ صفحہ ۱۸۱ پر

حالاتِ مرتضیٰ قلی خاں شاملو

ہرات کے فرمانروا خاندانِ صفویہ میں سے وہاں کے حاکم تھے، علم و فضل سے آراستہ اور فنِ خوشنویسی میں صاحبِ کمال۔ خطِ شفیعہ کی طرز انہیں کی تجویز ہے جو انہوں نے اپنے میر منشی میرزا شفیعائی کو تعلیم کی تاریخ وفات ۔۔۔ مطابق ۔۔۔ میں انتقال ہوا[1]
نمونہ خط نمبر ۔۔۔ دیا گیا ہے۔

حالاتِ میرزا شفیعائی

میرزا شفیعائی نام، ہرات وطن، پیشوا لقب، مختلف علوم و فنون کے ماہر اور مرتضیٰ قلی شاملو مندرجہ بالا کے میر منشی تھے۔
مرتضیٰ قلی نے خطِ شکستہ کی ایک خاص طرز تجویز کر کے ان کو بتائی اور انہوں نے اپنی جودتِ طبع سے اس کو مکمل کر کے ایک مستقل خط بنا دیا فارسی نویسوں کا ایجاد کردہ یہ آخری خط ہے۔
میرزا شفیعائی ہندوستان بھی آئے تھے، وہ خطِ تعلیق و نستعلیق کے بھی ماہر تھے اور مصور بھی۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا[2]

---

[1] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۲۹ [2] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۔۔۔

چند خوشنما خطوط

یعنی

خطوطِ مصنوعہ

ذیل میں چند خوشنما خطوط کا مختصر حال اور نمونے دیئے جاتے ہیں۔ اصطلاحاً ان کو خطوطِ مصنوعہ کہا جاتا ہے۔ ان کی بابت یہ بتانا تو ممکن نہیں ہے کہ کس سنہ اور کب ایجاد کئے گئے بجز خط توامان و معکوس، کہ جن کے موجد مولانا مجنوں ہراتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں موصوف کے حالات۔ البتہ یہ واقعہ ہے کہ یہ صدیوں سے جاری ہیں جو درحقیقت خوشنویسوں کی قلمی سرمستیوں کے نتیجے ہیں۔ ان میں جس قدر جوڑ پیوند اور کشش و دوائر باقاعدہ ہونگے۔ اور حسن و رجہ گلکاری۔ نقطے اور خفی عبارت خط گلزار و غبار میں باریک و نازک ہوگی اسی قدر ان کی شانِ کتابت رونق پذیر ہوگی۔

ان خطوط کو دراصل قلمی صناعی اور نقاشی کا جواب سمجھنا چاہیئے۔ ان کی زیادہ تر وصلیاں ہی لکھی جاسکتی تھیں۔ پوری کتاب ان خطوط میں لکھنا بیحد محنت و وقت طلب ہے۔ تاہم پوری کتابیں بھی بعض خطوط میں پائی جاتی ہیں مگر بہت ہی کم۔ مثلاً اردو دراصطلاح کے میوزیم میں "پندنامہ سعدی" ذکریا مکمل طور پر نہایت جلی اور بہت خوشخط بڑی سائز اور کافی موٹے کاغذ پر خط ناخن میں ابھرے ہوئے حروف میں لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ نسخہ [illegible] میں بعہد مہاراجہ بے سنگھ والی الور کسی خوشنویس نے لکھا ہے مگر اہم کاتب معلوم نہیں۔ ایک قرآن مجید بہت بڑی سائز پر منیر الدین طغرا نویس، ساکن امروہہ نے [illegible] میں بخطِ طغرا لکھنا شروع کیا

تھا۔ التزام یہ تھا کہ ایک صفحہ پر صرف ایک آیت کا طغرا بخطِ ثلث لکھا تھا۔ اور ہر طغرے کی روش جدا تھی۔ اسی طرح بطور جدول جو بیلیں بنائی تھیں وہ سب مختلف تھیں۔ دو سیپارے مکمل ہو چکے تھے۔ جو راقم الحروف نے بھی دیکھے تھے اور باقی آیات کے بہت کچھ خاکے تیار تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا وہ اپنی نوعیت کی عجیب چیز تھی۔ ان کے بعد ان کے فرزند بشیر الدین جمالی نے تکمیل شروع کی مگر زیادہ کام نہ کر پائے تھے کہ سنہ ۱۹۴۷ء کا خونی ہنگامہ رونما ہو گیا۔ خدا جانے اس سرمایۂ لاجواب کا کیا حشر ہوا۔ ایک پورا قرآن مجید خطِ غبار میں سید شاہ حمد خاں کابلی مقیم جے پور کے پاس ہے جو بسم اللہ۔ حمد و اوراسمائے آئمہ اہل بیت میں پورا کیا گیا ہے۔ صرف تین چار انگل چوڑے اور کئے گز لمبے کاغذ پر نہایت باریک مگر اس قدر واضح کہ اچھی نظر والا شخص بلا آئی گلاس پڑھ سکتا ہے۔ بہت نفیس خط میں تحریر ہے اعراب و علامات و اوقاف وغیرہ بھی ہیں اور جلی حروف جن میں یہ مصحف شریف تحریر ہے نہایت شاندار خطِ ثلث کا عمدہ نمونہ ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں یہ نسخہ تحریر ہوا ہے۔ کاغذ نہایت مضبوط سیاہی نہایت آبدار اور گلکاری بہت باریک نفیس ہے

پچھلے زمانے میں اکثر قلمی و مطبوعہ کتابوں کی لوح پر بہترین گل کاری ضروری سمجھی جاتی تھی۔ جس میں کاتب اپنا کمال ظاہر کرتا تھا بعض کتابوں کے نام خطِ گلزار، خطِ غبار یا خطِ طغرا میں نہایت اہتمام سے درج کیے جاتے تھے۔ قلمی نسخوں پر طلا کاری اور مختلف رنگ کی پختہ روشنائی سے جدول کشی و نازک گل کاری بھی نہایت نفیس کی جاتی تھی۔ گویا نقاشی بھی خوشنویسی کا ایک ضروری جزو تھی بلکہ فنِ تصویر کشی سے بھی بقدرِ ضرورت اکثر خوشنویس واقف ہوتے تھے الفاظ کی حد بندی کہ جس کو اصطلاح میں "بادل" کہتے ہیں نقاش و مصور ہی بہترین کر سکتا تھا جس سے حسنِ خط دوبالا ہو جاتا تھا۔

تفصیل خطوطِ مصنوعہ

(۱) **خطِ گلزار**:- اس کی صورت یہ ہے کہ بہت مخفی قلم سے باریک لکیروں کے ذریعہ حروف کی اس طرح حد بندی کی جاتی ہے کہ ان کا درمیانی حصہ سادہ رہے۔ اور اس میں پھول بیل اور برگ و بار بنا دیے جاتے ہیں۔ اس خط کی خوبی یہ ہے کہ زمین کم رہے اور نقاشی زیادہ ہو۔ حد بندی کی لکیر بہت باریک ہو۔ گل بوٹے خوشنما و نازک گنجان مگر صاف ہوں۔ حروف جلی قاعدۂ خوشنویسی کے مطابق ہوں۔ بعض خطاط بجائے گل کاری حروف کے جوف میں سیدھی یا آڑی ترچھی باریک لکیریں کھینچ دیتے ہیں اور بعض کاتب گل کاری دوسرے رنگ کی روشنائیوں سے کرتے ہیں۔

(۲) **خطِ غبار**:- اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ باریک نقطوں کے ذریعہ جلی حروف کی شکل مطابق قاعدۂ خوشنویسی بنائی جا

اضعاف دسری یہ کہ کسی عبارت کو بہت باریک لکھ کر جلی عبارت یا حروف بنائے جائیں نقطے اور عبارت جس قدر باریک ہوگی اسی قدر اس خط کی شان بڑھ جائے گی۔ اس خط میں شکل غبار نظر آنی چاہیئے

(۳) **خطِ ماہی**۔ اول مثل خطِ گلزار حروف یا الفاظ کی شکل بنا کر اُن کے جوف میں مچھلی کی شکل بنا دی جاتی ہے۔ جس طرف حرف موٹا ہوتا ہے اُدھر مچھلی کا سر ہوتا ہے اور جس طرف باریک اُدھر دُم۔

(۴) **خطِ طغرا**:۔ یہ خط وہ ہے جس کے حروف اس طرح ملا کر لکھے جاتے ہیں کہ انسان، حیوان یا کسی اور شے کی صورت بن جاتی ہے۔ اس خط میں جائز ہے کہ قواعد خوشنویسی سے ضرورتاً تجاوز بھی کر لیا جائے اور زائد خطوط بھی جہاں چاہیں چھوٹے یا بڑے کسی حروف میں شامل کر لیں۔ مقصد کسی شکل خاص کا بنانا ہوتا ہے۔ اس خط کا لکھنا بھی دشوار ہے اور پڑھنا اُس سے زیادہ مشکل اس کی خوبی یہ ہے کہ زائد خطوط کم سے کم ہوں اور شکل شے زیادہ سے زیادہ مطابق اصل ہو مگر پڑھنے میں بخوبی آجائے۔ اس کو مزید حسین بنانے کی غرض سے بقلم جلی خطِ گلزار خطِ غبار یا خطِ ماہی میں بھی لکھتے ہیں۔ یہ خط عربی رسم خط میں زیادہ تر لکھا جاتا ہے مگر خطِ نستعلیق میں بھی بہت کچھ طغرے لکھے گئے ہیں چنانچہ منشی ہیرالال مونس ساکن جے پور نے ایک مستقل کتاب طغرا ہائے نستعلیق کے نام سے شائع کی جس میں تمام طغرے بخطِ نستعلیق ہیں۔

(۵) **خطِ متقابل**:۔ اس خط کو خطِ معکوس بھی کہتے ہیں۔ یہ بطور خطِ طغرا اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اصل الفاظ سیدھے لکھ کر وہی لفظ بالمقابل خواہ سامنے یا اوپر اُلٹے لکھے جاتے ہیں اور خوشنمائی و التزام مقابلہ کی غرض سے ترتیب حروف تبدیل بھی کر دی جاتی ہے۔ یہ خط ہمیشہ بقلم جلی لکھا جاتا ہے کیونکہ اسی میں اس کی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اول حروف کی حد بندی کر لی جاتی ہے۔ پھر متن میں خواہ سیاہی بھر کر سادہ رکھیں یا خطِ گلزار، غبار اور خطِ ماہی میں مزید خوبصورتی کے لئے منتقل کر دیں۔ اس خط کی خوبی یہ ہے کہ نوک پلک اور جوڑ بند باقاعدہ و نازک ہوں اور مقابل یعنی معکوس حروف بالکل اصل کے مطابق اور متصل ہوں۔ اس کے موجد مولانا مجنوں ہراتی چپ نویس ہیں۔

(۶) **خطِ توام یا خطِ تواماں**:۔ یہ خط دو باریک کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ الفاظ کا ایک جزو ایک صفحہ پر سیدھا اور دوسرا دوسرے ورق پر اُلٹا لکھتے ہیں۔ حروف کی حد بندی دونوں ورق پر نہایت باریک لکیروں سے کر دی جاتی ہے پھر ان لکیروں سے ملحق باقی حصہ کاغذ پر گہری گل کاری کر دیتے ہیں تاکہ دیکھنے والا جدا جدا طور پر صفحات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ سکے کہ اس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ مگر جب دونوں کاغذوں کو ملا کر روشنی کی طرف دیکھا جائے تو سفید حروف بقلم جلی نظر آئیں۔ اور ان کے گرد گل کاری پائی جائے۔ ایک ورق پر گل کاری حد بندی کی

لکیروں کے اوپر ہوتی ہے اور دوسرے ورق پر اُن کے نیچے۔ بعض خطاط ہر حرف کے صرف دو جز کرتے ہیں اور بعض متعدد۔ جو اول الذکر کے مقابلہ میں زیادہ مشکل ہے۔ مگر جائز دونوں ہیں۔ اس خط کے موجد مجنوں ہراتی ہیں۔ جن کو چپ نویس بھی کہا جاتا تھا۔ ان کا حال باب دوم میں ملاحظہ ہو۔

چربہ اور خاکہ حروف کی حد بندی کے لئے کافی مشق و بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشاق خوشنویس تو برداشتہ قلم اوّل پنسل سے خطوط کھینچکر حد بندی کر لیتے ہیں اور پھر سیاہی سے اسکو صحیح و پختہ کر دیتے ہیں مگر مشق نہ ہونے کی صورت میں دو طرح کام چلایا جا سکتا ہے۔ اوّل بذریعہ چربہ جس کو فی زمانہ ٹریس کرنا کہتے ہیں۔ ٹریسنگ پیپر اور ٹریسنگ کلاتھ آجکل عام طور پر مل جاتے ہیں۔ جن کو عبارت پر رکھ کر اس کا عکس بآسانی لے لیا جاتا ہے اور پھر اُس سے دوسرے موٹے کاغذ پر درمیان میں کاربن لگا کر نقل کر لی جاتی ہے مگر اس میں دوہرا محنت ہوتی ہے۔ لہٰذا دوسرا طریقہ موٹا کاغذ ہونے کی صورت میں یہ ہے کہ جس کاغذ پر عکس لینا ہو اس کو ایک طرف سے مٹی کے تیل سے ہلکا تر کر لیا جائے اور اس تر شدہ صفحہ کو عبارت پر رکھ کر عکس لے لیا جائے۔ مٹی کے تیل کے سبب سے حروف صاف نظر آ جائیں گے۔ پھر تر شدہ کاغذ کو دھوپ میں رکھ دیا جائے تیل اُڑ کر کاغذ صاف ہو جائے گا۔ مگر کارڈ بورڈ پر یہ ترکیب کارگر نہ ہوگی پہلا ہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔

خاکہ کی یہ صورت ہے کہ جس عبارت کی نقل مطلوب ہو اس کے حرفوں کے کناروں پر باریک سوئی سے مہین سوراخ کر لئے جائیں اور جس کاغذ پر خاکہ لینا ہو اس پر رکھ کر ایک پوٹلی جس میں کسی رنگ کا سفوف ہو سوراخوں پر پھیری جائے نیچے کے کاغذ پر نقطوں کی شکل میں حروف کی حد بندی ہو جائے گی پھر پنسل سے ان کو نمایاں کر کے سیاہی سے پختہ کر لیا جائے اور حسب پسند سادہ رکھا جائے۔ یا خط گلزار وغیرہ میں تیار کر لیا جائے۔

(۷) **خطِ ناخن** اس خط کے لئے قلم و سیاہی کا کام خوشنویس اپنے داہنے ہاتھ کے ناخن اور درمیانی انگلی کے ناخن سے لیتا ہے اور اُبھرے ہوئے حروف بخط جلی بنا دیتا ہے۔ اس طرح لکھنے کے واسطے مشق کی ازحد ضرورت ہے مشاق لوگ اس قدر تیز لکھتے تھے کہ زود نویس نستعلیق لکھنے والا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے رشتے کے نانا منشی شیخ امجد علی نارنولی سررشتہ دار محکمہ بخشی خانہ فوج جے پور اس خط کے بڑے ماہر تھے۔ بچپن میں جب یا کوئی اور لڑکا ان سے عرض کرتا تو سانگانیری کاغذ پر جس کا اُس زمانے میں یہاں عام رواج تھا۔ تمام

حکومتِ سرکاری میں اسی پر کام ہوتا تھا۔ اور دیسی کاغذ کہلاتا تھا۔ وہ مہرہ کا فی سفید چکنا اور خوب دبیز ہوتا تھا اس پر چیدہ منٹ میں پوری ابجد یا کوئی شعر وغیرہ لکھ دیتے تھے جو مدتوں خراب نہ ہوتا تھا۔ اس خط کے لیے کاغذ ایسا ہونا چاہیئے جس پر خوب گہرا نشان پڑ جائے اور بدستور قائم رہے۔ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ کاغذ کو اس طرح دائیں ہاتھ میں لیں کہ چاروں انگلیاں کاغذ کے نیچے رہیں اور انگوٹھا اوپر۔ پھر انگوٹھے کے ناخن کو درمیانی انگلی کے ناخن میں ڈال کر کاغذ کو دبا لیا جائے اور بائیں ہاتھ سے کاغذ کے بائیں حصے کو مضبوط پکڑ لیا جائے جو تنا ہوا رہے۔ اور دائیں انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے ناخن سے حرف اس طرح بنائے جائیں کہ حسب ضرورت کاغذ بھی گردش کرتا رہے۔ سیدھی اور اُلٹی مدبندی کر کے حروف کی شکلیں بنائی جائیں۔ لکیر کا ابھار کاغذ کی اندرونی سمت رہے یعنی لکھتے وقت نیچے کے صفحہ پر۔ اس خط کی خوبی یہ ہے کہ حروف بہت اُبھرے ہوئے قواعدِ خوشنویسی کے مطابق ہوں۔ حروف کی نوک پلک سبک و نمایاں ہوں اور کرسی درست و صحیح ہو[1]

نمونہ خطوط

مذکورالصدر خطوط کے نمونے نمبر ۱۵ تا ۲۱ پر دیئے جاتے ہیں۔ البتہ خطِ ناخن نہ چھپ سکتا ہے نہ اس کا فوٹو اس کی خوبی ظاہر کر سکتا ہے اس لئے اس کا نمونہ پیش کرنا ممکن نہیں۔

---

[1] ارژنگِ چین ۱۲

خطوطِ مرموزہ

ذیل میں ایسے چند خطوط درج کئے جاتے ہیں جو دانشورانِ ہند کی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں اور جن کی وجہ ایجاد اختلافِ زمانہ ہے۔ ان کی نسبت یہ بتانا کہ کس کس خط کا کون کون موجب ہے اور کب کب ایجاد ہوئے ممکن نہیں۔ البتہ اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے عہد میں ان کا وجود تھا۔ یہ بات میں اس بنا پر کہہ رہا ہوں کہ میں نے خود ان میں سے بعض اصل خط دیکھے اور پڑھے ہیں۔ اور ایک زمانے میں صرف انہی کی کچھ مشق بھی کی تھی۔ واضح رہے کہ یہ خط کوئی باقاعدہ خط نہیں ہیں۔ اور یہاں لفظ "خط" کے اصطلاحی معنی مراد بھی نہیں ہیں بلکہ ان کو خود ساختہ اور من گھڑت علامات یا اشارات یا اشکال کہنا صحیح ہوگا خواہ واقعی حروف یا ہندسے ہی استعمال کئے جائیں۔ اسی لئے لفظ مرموز استعمال کیا گیا ہے۔

چونکہ کئی کتب فن میں ان خطوط کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً ارژنگ چین، لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ بطور خانہ پری مختصراً ان کا بھی کچھ اندراج کر دیا جائے تاکہ اس ذیل میں کچھ معلوماتی امور بھی مذکور ہو جائیں۔ البتہ یہاں صرف انہیں خطوط کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں تھوڑا بہت مجھے دخل ہے۔ ورنہ خطوطِ مرموزہ تو اس قدر ہیں کہ ان کا احصار ممکن نہیں۔ مثلاً تمام عملیات، طلسمات اور تعویذات خود رمز ہی میں تحریر ہوتے ہیں۔ عملیات و طلسمات کی مختلف ناقابلِ فہم شکلیں اور تعویذات میں "یا بدوح" وغیرہ الفاظ اسی قبیل سے ہیں نقش بست در بست کے درمیانی خانہ میں "فسیقع" بھی اسی قسم کا لفظ لکھا جاتا ہے یا بعض قدیم قلمی کتابوں پر لفظ "یا کبیکج" سرلوح لکھا ہوا ملتا ہے۔ چنانچہ "صحاح جوہری" قلمی، مکتوبہ سنہ ۔۔۔ھ مطابق ۔۔۔ء کے ابتدائی صفحہ پر یہ لفظ با نقطہ لکھا ہوا ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ عبارت بھی درج ہے۔

"۷ ااا م H اااا ہ ھ" یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ ایسی صدہا مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ایک سے زائد قلمی کتب قدیم پر یہ مصرع بھی لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ع
یا کبیکج محبوز کنا بم زا۔ گرد درکیوں جائے آج تک بیشتر منشیوں کا یہ دستور ہے کہ کوئی تحریر لکھنے سے پہلے سر صفحہ "۷۸۶" یا "لفو" یا اسی قسم کی کوئی اور علامت درج کرتے ہیں۔ غرض جیسا کہ کہا گیا خطوط مرموزہ کا احصار ممکن نہیں۔ لہٰذا ان خطوط کا ذکر کرنے سے پہلے چند الفاظ و علامات کا حال بالاختصار درج کیا جاتا ہے:۔

یا بُدّوحُ ۔ یہ ایک موکل کا نام ہے۔ اس پر ایک فارسی کا رسالہ بھی عرصہ دراز ہوا جب نظر سے گزرا تھا وہ قلمی تھا اور اس لفظ کی بڑی تشریح کی گئی تھی۔ مگر تفصیل وغیرہ یاد نہیں۔

فسفع ۔ یہ بھی کسی موکل کا نام بتایا جاتا ہے۔

یا کبیکج[1] خالص مذہبی لوگوں کا یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی حفاظت کے لئے ایک ایک موکل مامور کیا ہے۔ کبیکج اُس موکل کا نام ہے جو مکتوبات کی حفاظت پر مامور ہے لہٰذا اُس کا نام کتاب پر بطور دُہائی درج کیا جاتا ہے تاکہ کتاب کرم وغیرہ سے محفوظ رہے۔

۷ ااا م H اااا ہ ھ[2] یہ عبارت روایتاً ایک تاریخی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم کے زمانۂ خلافت میں کسی شخص کو ایک ٹھیکری ملی جس پر یہ عبارت ثبت تھی۔ اُس کو جب موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا تو فرمایا یہ سات لفظ ہیں جن میں الحمد شریف کی ساتوں آیتیں ایک خطِ خاص میں درج ہیں اور یہی عبارت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم پر کندہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔
ان اشکال کی حسب ذیل دوسری شکل بھی ملتی ہے:۔

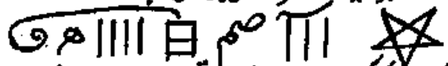

چنانچہ خوب تخلص کے کسی مصنف نے اپنی تصنیف "حفظ مراتب" میں ان کی بابت حسب ذیل عربی و فارسی کے اشعار تحریر کئے ہیں:۔

ثَلٰثُ عَصِیٍّ صُفِّفَتْ بَعْدَ خَاتَمٍ ‏ عَلٰی رَاْسِہَا مِثْلُ السِّنَانِ الْمُقَوَّمِ
(ترجمہ) مُہر کے بعد تین کھڑی لاٹھیاں (الف) ہیں جن کے ‏ سر پر کھڑا سا نیزہ (بھالا) ہے

لہ و ٹہ صحاح جوہری ۔ ش ۲ ۱ ۱ ۲ ۱

وَمِیْمٌ طَمِیْسٌ اَبْتَرٌ ثُمَّ سُلَّمٌ   تَشِیْرُ اِلَی الْخَیْرَاتِ وَلَیْسَ بِسُلَّمٍ

اور دُم کٹا ہوا طمیس کا میم ہے۔ پھر سیڑھی ہے   یہ سیڑھی نیکیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن سیڑھی نہیں ہے

وَاَرْبَعَةٌ مِثْلُ الْاَنَامِلِ صُفِّفَتْ   وَھَاءٌ شَفِیْقٌ ثُمَّ وَاوٌ مُنْعَکِسٌ

اور چار کھڑی ہوئی انگلیاں ہیں (مراد الف)   اور ایک شفیق (ہ) ہے پھر واو ہے جس کو موڑ دیا گیا ہے

کَاَنْبُوْبِ حَجَّامٍ وَلَیْسَ بِحَجْمٍ

نائی کی نرسل کی طرح لیکن یہ نرسل نہیں ہے

فارسی کے اشعار یہ ہیں:-

صُفرہ سہ الف کشیدہ در سر   میم کلول، نردبان، بدو در

باچار الف کشیدہ حاء واو دُم سر   این جملہ بود نام خدائے اکبر

ہم نے عربی اشعار کا اردو ترجمہ اوپر درج کر دیا ہے۔ جو "حفظ مراتب" میں نہیں ہے اشعار اردو میں یہ مفہوم یوں ادا کیا جا سکتا ہے:-

پھر کونٹی ایک شکل ہے پھر تین الف ہے   وہ میم ہیں سلے ہوئے سیڑھی کا پھر نشان ہے

پھر چار انگلیاں ہیں کھڑی اور دو چشمی ہے   پھر واو کی دُم ہے جس کی مثال خم کمان

۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد ہیں۔

لعدسیا اور اسی قسم کی دیگر علامات سے "اللہ" "احد" "اوم" یا "رام" اللہ تعالیٰ کا کوئی نام مراد ہوتا ہے۔

خطوط مرموزہ مذکور الصدر یہ ہیں:-

(۱) خط ہندسہ: اس میں بجائے حروف اُن کے ہندسے لکھے جاتے ہیں اور ہندسوں کا تعین حروف ابجد سے کیا گیا ہے جو یہ ہیں:-

ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ

ان کے اعداد حسب ذیل چار طرح تقسیم کئے جاتے ہیں:-

(۱) اکائیاں حروف	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
عدد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹

(۲) دہائیاں ۔	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
(۳) سینکڑے ۔	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
(۴) ہزار	غ								
	۱۰۰۰								

یہ ابجدی حروف عربی ہیں ۔ ان میں الف ممدودہ (آ) ہمزہ (ء) اور لام الف (لا) شامل نہیں ہیں جن کا حال آگے درج کیا جاتا ہے ۔ البتہ فارسی اور ہندی حروف کو اُن کے متشابہ حروف کی مانند سمجھ کر وہی عدد مقرر کر لئے گئے ہیں ۔ یعنی پ مطابق ب عدد ۲ ٹ مطابق ت عدد ۴۰۰ چ مطابق ج عدد ۳ ۔ ڈ ۔ مطابق د عدد ۴ ۔ ڑ ۔ مطابق ر عدد ۲۰۰ ۔ ژ ۔ مطابق ز ۔ عدد ۷ ۔ گ ۔ مطابق ک ۔ عدد ۲۰ ۔

الف ممدودہ

الف خواہ ممدودہ ہو یا مقصورہ اُس کا ایک ہی عدد لیا جائے گا ۔ مد جو الف ممدودہ پر ہوتا ہے وہ کوئی حرف نہیں ہے ۔ بلکہ ایسی ہی علامت ہے جیسے زبر ۔ زیر ۔ پیش جزم اور تشدید ۔ اور علامتوں کے عدد نہیں لئے جاتے اس لئے اُس کا کوئی عدد مقرر نہیں ہے ۔

ہمزہ

(ء) (ء) جو ایک خط منحنی ہے ۔ اہلِ جُمل نے اُس کا کوئی عدد مقرر نہیں کیا ہے ۔ نہ یہ بحیثیت حرف ابجدی ترتیب میں شامل ہے ۔ عربی میں الف متحرک کو ہمزہ اور ساکن کو الف کہتے ہیں ۔ مگر اہلِ جُمل کے نزدیک متحرک ہو یا ساکن اُس کو الف ہی کہیں گے اور ایک عدد لیں گے ۔ اُن کا کہنا ہے کہ حروف تہجی میں جو "لاء" لکھا جاتا ہے اُس کے معنیٰ یہ ہیں کہ لَا هَمْزَةً یعنی ہمزہ کوئی حرف نہیں ہے ۔ رہا لام الف تو یہ مرکب ہے "ل" اور الف سے لہٰذا اس کے عدد ۳۱ لئے جائیں گے ۔ کیونکہ تاریخ میں حروف مکتوبہ کو معتبر سمجھا جاتا ہے ملفوظ سے واسطہ نہیں ۔ چنانچہ حرف مُشدّد کا ایک ہی بار عدد شمار ہوتا ہے ۔

واضح رہے کہ جس طرح ساکن الابتدا محال ہے یعنی کسی لفظ کا حرفِ اول ساکن ہوگا تو وہ بولا نہیں جا سکتا اسی طرح عربی میں آخر بسکون بھی محال ہے ۔ لہٰذا ہر حرفِ ہمزہ الام وغیرہ کے آخر میں ہمزہ بڑھا کر اُس کو تنوین دیدیتے ہیں جیسے جَزَاءً اور وَفَاءً وغیرہ لہٰذا عربی میں تو اس ہمزہ کا ایک عدد لیا جائے گا فارسی املا میں یہ ہمزہ ساقط ہو جاتا ہے اور تحریر ہی میں نہیں لیا جاتا لہٰذا جس وقت ایسے الفاظ ۔ مثلاً ۔ [illegible]

ہوتے ہیں تو اگر بجائے ہمزہ "ی" لکھی جائے جیسے جزائے عمل تو اس "ی" کے دس عدد لئے جائیں گے۔ اور اگر ایضاء وعدہ وغیرہ الفاظ ہمزہ سے لکھے جائیں گے تو کوئی عدد نہ لیا جائے گا۔ مثلاً تاریخ وفات میر یحییٰ کاشی ہے:۔

اجاء سخن چو کرد یحییٰ جاں داد

۱۰۵۴ھ

اس میں ہمزہ کا عدد نہیں لیا گیا۔ مگر متاخرین نے اس جھگڑے کو اس طرح ختم کر دیا کہ ہمزہ کا کوئی عدد نہیں لیتے اگر بصورتِ اضافت حرف ہمزہ لکھا جائے گا تو کوئی عدد شمار نہ ہوگا اور اگر "ی" لکھیں گے تو اس کے دس عدد لیں گے۔ البتہ جہاں ہمزہ بجائے یائے معروف یا یائے مجہول تحریر ہوگا تو اس کے دس عدد لئے جائیں گے جیسے خدائی۔ رسائی بروزن فعلن چنانچہ ناسخ کہتا ہے:۔

ہمایوں ومسعود شد کدخدائی۔ یہاں کدخدائی میں دو "ی" مانی جاکر ۲ عدد لئے گئے ہیں یا آئے بروزن فعلن یا گئے بروزن فعل ان دونوں "ی" کے بھی ۲ + ۲۰ عدد لئے جائیں گے جس طرح داغ نے اپنے ان مصرعوں میں لئے ہیں:۔

ہتکنڈے سے آگئے اب حضور۔ یا سازگار آئے الٰہی متفق بلبل و بہار۔

کاف بیانیہ | اگر جدا گانہ اس طرح لکھا جائے گا "کہ" تو ۲۵ عدد لئے جائیں گے اور اگر متصل اس طرح "کہ" تو ۲۰ لئے

الحاصل خط ہندسہ دو طرح لکھا جاتا ہے:

(الف) اس طرح کہ صفحہ کے عرض میں ایک سیدھی لکیر کھینچی جائے اور اس پر حروف کے عدد اس طرح لکھے جائیں کہ اکائیاں لکیر سے اوپر رہیں۔ دہائیاں لکیر سے مل جائیں اور سینکڑے لکیر کے نیچے تک پہنچ جائیں اور ہزار لکیر سے نیچے گذر کر خمیدہ کر دیا جائے۔ مثلاً میرزا غالب دہلوی اس طرح لکھیں گے ۱۴۲۱۲ - ۲۳۱ - ۱۲۳۵۴ - اگر ہر لفظ کے لئے جدا جدا لکیر ہو تو بہت اچھا ہے پڑھنے میں آسانی رہتی ہے۔ ورنہ جائز یہ بھی ہے کہ ایک ہی لکیر پر اس طرح ہندسے لکھ دئے جائیں۔ اس خط کی طرز تحریر کو کسی نے اس شعر میں

لہ عددی بحث زیادہ تر "گلبن تاریخ" مصنفہ میر مہدی حسین آثم سے لی گئی ہے ۔

نظم کیا ہے:۔

احد بخط نہ رسد لیک می رسد عشرات مائۃ زخط گذرد الف خم بسوئے راست

میں نے اس خط کی ایک تحریر فرخ سیر کے زمانے کی کسی صفدر جنگ کی جانب سے بنام ٹھاکر نرائن سنگھ ٹھکانہ شاہپورہ منوہرپورہ تحت ریاست جے پور میں دیکھی اور حل کر کے سمجھائی تھی جو جنگی مہم کے متعلق تقریباً فل اسکیپ کی نصف سائز پر زنگاری روشنائی سے لکھی ہوئی تھی۔

(ب) ہر ہندسہ لکیر سے ملا ہوا لکھا جائے۔ البتہ امتیاز لفظ کے لئے لکیریں جدا جدا ہوں اور ہندسے مکمل شکل میں لکھے جائیں مثلاً نواب داغ دہلوی یوں لکھیں گے۔

۱۰۶۳۰۸۴ ۱۰۰۱۴ ۲۱۶۵۰

ایسی ایک تحریر عہد محمد شاہ کی میں نے خاں صاحب عبدالصمد خاں ناظم ریاست جے پور کے پاس قرولی (ریاست) میں دیکھی تھی اور حل کر کے سمجھائی تھی۔

(۲) خطِ عددی۔ اس کے حروف تہجی یہ ہیں :۔ اصل حرف ا ب پ ت ٹ ث ج

حروف مرموزہ ۱ ۲ ۲ ۲ ۳ ۳ ۴

ج ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف

[illegible]

ق ک گ ل م ن و ہ ی

[illegible]

اس خط میں کا عدد بست صرف ہوتا ہے۔ الفاظ میں فصل رکھا جائے گا اور بھی زیادہ۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق یوں لکھیں گے۔ [illegible] اس میں صرف ۹ کے عدد تک سے کام لیا گیا ہے۔

(۳) خطِ سرو۔ یہ خط سرو کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور ہر حرف کا ایک سرو ہوتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ابجد کے کل آٹھ الفاظ ہیں جن میں تین تین یا چار چار حرف ہیں ہر لفظ کو ایک نمبر دیکر اس کی علامت باریک لکیروں کی تعداد سے مقرر کر لی ہے۔ اور اسی طرح ہر لفظ کے ہر حرف کی۔ لہذا لکھتے وقت ایک سیدھا خط کشیدہ کر کے اس کے دائیں جانب لفظ کے نمبر کی لکیریں اور بائیں جانب اس لفظ کے

حرف کی ترتیب کی لکیریں ہوں گی۔ مثلاً محمد علی جوہر یوں لکھیں گے۔

م ح م د ع ل ی ج و ہ ر

اس کی تشریح یہ ہے

اس خط میں بھی کاغذ اور وقت بہت خرچ ہوتا ہے اور پڑھنے میں بہت دیر لگتی ہے۔ یہ خط "ارژنگ چین" نامی کتاب میں بھی دیا گیا ہے۔ مگر وہ نہایت مشکل اور عسیر الفہم ہے۔ اس خط میں فارسی اور ہندی حروف نہیں لکھے جا سکتے۔
میں نے اس خط میں ایک عربی کا رسالہ اچھا ضخیم قاضی سید غلام نبی قاضی شہر سانبھر کے پاس دیکھا تھا جس میں طبی اعلیٰ مجرب نسخے وغیرہ تھے اور قاضی صاحب کی فرمائش پر ۱۹۲۱ء میں اُن کی عبارت نستعلیق میں مع اردو ترجمہ اس شرط پر سال بھر کی سخت محنت کے بعد تیار کی تھی کہ وہ رفاہِ عام کی غرض سے اُس کو چھپوا دیں گے مگر اُن کی عمر نے وفا نہ کی میں سانبھر سے تبدیل ہو کر دوسری جگہ چلا گیا پھر خدا جانے اُس کا کیا حشر ہوا۔
(۴) خطِ راز:۔ اس کو سمجھنے اور لکھنے پڑھنے کے لئے یہ شعر یاد رکھنا ضروری ہے:۔

کم صلا او حیا لہٗ در سع   حرفِ منقوط را بجایش دع

پہلے مصرع میں سب حروف مہملہ ہیں جو ۱۲ ہیں ان کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ کاف کی جگہ میم اور میم کی جگہ ک آئے اور اسی طرح ص کی جگہ لا۔ اور لا کی جگہ ص وقس علیٰ ہذا حروفِ منقوط کو اُن کی جگہ پر رہنے دیا جائے جیسا کہ دوسرے مصرع میں بتا دیا گیا ہے لہٰذا اگر سر سید احمد خاں مرحوم لکھنا ہو تو یوں لکھیں گے:۔

عدعیر وطلر خون کد طاک

اس خط میں فارسی اور اردو کے حروف بھی اس طرح شامل کئے جا سکتے ہیں کہ پ چ اور ژ تو اصلی حالت پر رہیں گے باقی ٹ کو گ سے اور ڈ کو ڑ سے بدل دیا جائے۔
یہ خط کافی دیکھنے میں آیا اور زیادہ تر نگیں روشنائی کا لکھا ہوا جو یقیناً خط مستورہ کی ترکیب سے لکھا ہوگا جن کا ذکر آگے آئیگا۔ مگر سیاہی سے لکھا ہوا بھی دو تین جگہ دیکھا ہے اور حل کیا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ صحیح پڑھ لینے کے باوجود مطلب کسی کا سمجھ میں نہ آیا۔ ایک پرچہ جو فارسی زبان میں بخط شکستہ لکھا

ہوا تھا اُس کا اس خط میں یہ فقرہ بھی تھا۔ یا اسی سے بالکل مشابہ "گوبگو مُردہ مُردہ" یہ خط زمردآور خاں خانزادہ ساکن کوٹقاسم کے پاس تھا جس کو وہ اپنے بزرگوں کے ایک خاص کارنامے سے منسوب کرتا تھا اور کسی وزیر سلطنتِ مغلیہ کی تحریر بتاتا تھا۔

(ہ) **خطِ تبدیل الحروف** ۔ اٹھارہ حروف نقطہ دار ہیں اور اٹھارہ بلا نقطہ جن کو ذیل میں اوپر تلے بالمقابل تحریر کیا جاتا ہے ان کو باہم تبدیل کر کے لکھا جاتا ہے:۔

حروف منقوطہ۔ ب پ ت ٹ ج چ خ ذ ز ژ ش ض ظ غ ف ق ن ی

حروف مہملہ۔ ا ٹ ح د ڈ ر ڑ س ص ط ع ک گ ل م و ہ ی

یہ خط یقیناً بہت ہی قریب زمانے کی ایجاد ہے۔ اس لئے کہ اس کو سمجھنے کے لئے یہ قطعہ ہے:۔

خطِ تبدیل حروف اس لئے ایجاد ہوا ۔۔۔ تاکوئی غیر نہ ہو رازِ دلی سے محرم

بے نقط سے متبدل ہوں نقطہ دار حروف ۔۔۔ غیر منقوط کی جا آئیں حروفِ مُعجم

اس خط میں کوئی معقول و معتبر تحریر نظر سے نہیں گذری۔ اس کا لکھنا اور پڑھنا بلا مشق و مہارت زیادہ مشکل ہے۔

خطوطِ مستورہ

خطوطِ مرموزہ کو نازدہ راز بنانے کی غرض سے عقل مندوں نے ایسے چند نسخے تجویز کئے ہیں جن سے لکھنے پر حروف کاغذ پر نمودار نہیں ہوتے آگ پر کاغذ کو تپانے یا پانی میں تر کرنے سے۔ وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نسخے "آرٹ ڈگ چین" سے لئے گئے ہیں۔ اور ان میں سے جو میرے تجربہ کردہ ہیں اُن کے آگے حرف "م" علامتِ مجرب درج کر دیا گیا ہے یہاں بھی خطوط سے مراد خطوطِ مرموزہ کی ہی ایک قسم ہے۔ جس کو شعبدہ بازی سمجھنا چاہیئے ورنہ یہ کوئی واقعی خط نہیں ہیں۔

(۱) خالص سرکہ میں ذرا سی نوسادر ملا کر اُس سے کاغذ پر لکھیں۔ حرف ظاہر نہ ہونگے۔ مگر کاغذ کو آگ پر تپانے سے سیاہ حروف نمودار ہونگے۔ (م)

(۲) پیاز کے پانی میں زرد چوب، یا نیل یا مازو یا مجیٹھ یا سمی میں سے کوئی چیز ذرا سی ملا کر لکھیں حروف نا معلوم رہینگے مگر آگ دکھلانے سے سبز عبارت ظاہر ہوگی۔

(۳) صرف پیاز کے پانی سے لکھ کر آگ دکھلانے سے بھی حرف ظاہر ہونگے (م)

(۴) کاغذی لیمو کے عرق سے لکھ کر آگ دکھائی جائے تو زردی مائل حروف نمودار ہوں گے۔ اور

(۵) نارنگی کے عرق سے تحریر شدہ حروف سرخ ہو جائیں گے۔

(۶) آکھ کے دودھ سے لکھے ہوئے حروف تپانے پر سُرخ ہو جائیں گے۔

(۷) مازو کے پانی سے لکھ کر آگ دکھلانے پر سیاہ عبارت نظر آئے گی۔

(۸) مازو کے پانی سے لکھا ہوا خط خشک ہونے کے بعد پانی میں ڈالا جائے تو سیاہ نظر آئے گا۔

(۹) سپند کو تین روز پانی میں بھگو کر اُس کے پانی سے لکھیں تو آگ دکھلانے پر سرخ حرف نظر آئیں گے۔

(۱۰) چیتے کے پتّے کے پانی سے لکھا ہوا اندھیرے میں نظر آئے گا۔

(۱۱) جنگلی کبوتر کے خون میں ذرا سی سیاہی اور پانی ملا کر لکھنے سے اندھیرے میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(۱۲) گندک سے کاغذ پر لکھ کر اندھیرے میں دیکھیں تو حرف نظر آئیں گے۔ مگر یہ اثر فوری زائل ہو جاتا ہے۔ (م)

(۱۳) کاسنی کی جڑ کے پانی میں ادرک کا عرق ہموزن ملا کر دونوں کو ہلکا سا جوش دے لیں۔ اور اُس سے کاغذ کو تر کر کے خشک کر لیں۔ اس کاغذ پر سیاہی سے لکھیں۔ اگر کاغذ پانی میں گر کر گل بھی جائے گا تو حروف برقرار رہیں گے۔ (م)

(۱۴) ربوڑ کی سیاہی جو بازار میں عام طور پر ملتی ہے۔ (اصلی ہو داب نقلی بکثرت بکنے لگی ہے) اُس سے عمدہ اور دبیز قسم کے آرٹ پیپر پر لکھیں اور باقی سفید کاغذ کو معمولی سیاہ روشنائی سے سیاہ کر دیں، خشک ہونے پر تارپین کا تیل سارے کاغذ پر پھیر دیں تحریر شدہ عبارت سفید نکل آئے گی اور باقی زمین سیاہ رہ جائے گی۔ (م)

عہدِ انگلشیہ ہندوستان

ابتدائے ۱۸۵۷ء تا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

اس نوے برس کے ابتدائی پچاس برس میں اردو فارسی کا عام رواج ہونے کے باعث اور باکمال خوشنویسوں کی موجودگی کے سبب سے اس فنِ شریف کی خاصی قدر و منزلت ہوئی کیونکہ شائقین و ماہرینِ فن ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ کتابیں عام طور پر باآسانی دستیاب نہ ہوتی تھیں اور علومِ مشرقیہ سے عام طور پر شغف تھا۔ متعدد بڑے مطابع جاری ہو چکے تھے تاہم کتابوں کی مانگ کا یہ عالم تھا کہ مطبع منشی نولکشور کے ایک کتب فروش کا بیان ہے کہ ہم لوگ مطبع کی کتابیں فروخت کرنے کے لئے بیل گاڑیوں میں سفر کیا کرتے تھے اور کافی تعداد میں کتابیں ساتھ لے جاتے تھے مگر بارہا ایسا ہوا کہ راہ ہی کے قصبات وغیرہ میں تمام کتابیں بک گئیں اور ہم منزلِ مقصود پر پہنچے بغیر واپس آگئے

ہر مطبع کی کامیابی کا راز اس میں مضمر تھا کہ اس کا کاتب عمدہ خوشنویس ہو، چھپائی صاف اور روشن ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ عبارت صحیح ہو۔ ابتداءً ان مطابع نے اپنے امکان بھر ان امور کا انتظام کیا۔ خوشنویسوں کی

کاپی نویسی پر آمادہ کیا اور اُن میں بھی ذی علم و استعداد اصحاب کو ترجیح دی تاکہ الکاتبُ جاہلٌ کا مقولہ اُن کے کتب کی نسبت راست نہ ہو۔ بیشتر پریشان حال غدر زدہ خوشنویسوں نے کاپی نویسی کو اپنا ذریعۂ معاش بنالیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے کی چھپی ہوئی متعدد مطبعوں کی کتابیں آجکل کی لکھائی اور چھپائی سے کہیں بہتر و برتر ہیں باوجودیکہ کاغذ اچھا نہیں ہے مگر باریک سے باریک حروف کی نوک پلک، جوڑ بندہ اور نشست و کرسی نہایت مضبوط اور باقاعدہ ہے۔

اُس زمانے کے مطبعوں میں مطبع نول کشور کو ہر لحاظ سے فضیلتِ خاص حاصل تھی۔ اُس کے اہتمامِ صحت کا اندازہ اُس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مالکِ مطبع کو حضرت شمس تبریزؒ کا کلیات کہیں سے قیمتاً دستیاب ہوا جو قلمی بہت بوسیدہ اور کیڑا لگا ہوا تھا بہت کوشش کی کہ کوئی دوسرا نسخہ کہیں سے اور مل جائے تو اس سے مطابقت کرلی جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا اسی نسخے کی بنا پر کتابت شروع کرائی گئی بجنسہٖ حتیٰ کہ ناموزوں مصرع تک اصل میں موزوں نہ کیا اس لئے کہ حضرتِ موصوف کے کلام کی اصلاح یا اُس میں دخل دینے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ مگر اپنے چھاپے خانے کی ساکھ قائم رکھنے کے لئے حاشیہ پر منجانب مصحح غلطی کتابت وغیرہ وغیرہ کی ہر جگہ صحت کردی۔ صحت کی غرض سے تین بار اس ضخیم کلیات کی کاپی اور پروف پڑھا گیا۔ جس کا طول صفحہ ۱۴ انچ اور عرض ۱۰۱ انچ ہے۔ فی صفحہ دو کالم ہیں۔ جن میں پچاس اشعار ہیں۔ اور ساری کتاب کے ۱۳۰۰ صفحات ہیں غرض ابتدائی پچاس سال کے خوشنویسوں نے وصلی نویسی کے کمال کے ساتھ کاپی نویسی کے بھی بڑے کمالات ظاہر کئے مگر اُن کے بعد کے خوشنویسوں میں وہ ریاض باقی نہ رہا جو اُن کے پیشروؤں کا طرۂ امتیاز تھا۔ الّا ماشاء اللہ وصلی کی مشق کی جگہ کاپی نویسی پر زیادہ تر توجہ مبذول ہوئی۔ اور ہونی بھی چاہیئے اس لئے کہ وہ ذریعۂ معاش تھی تاہم عمدہ خطاط و خوشنویس اور بہترین کاپی نویس کافی تعداد میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اصولی طور پر بھی طباعتی خوشنمائی کے لئے ترمیمیں کریں۔ جوڑ پیوند اور مد و کشش میں بھی تصرفات کئے۔ مثلاً ص، ط، اور م۔ کی کششیں جو متقدمین نے خوبصورتی کی بنا پر جائز قرار دی تھیں متروک قرار دی گئیں۔ زائد جا اور زائد نقاط جو جگہ پُر کرنے اور خوشنمائی کی غرض سے اس طرح ۲ ، ۷ ، ۵ لگا دیئے جاتے تھے یا ایک ہی نقطے سے ایک سے زائد نقطے کا کام لیا جاتا تھا یا صحیح مقام کے بجائے دوسری جگہ نقطہ لگا دیا جاتا تھا ناجائز قرار پائے۔ پڑھائی کی آسانی اور کتابت کی یکسانیت کے پیشِ نظر پنجاب کے اہلِ علم حضرات نے نستعلیق رسم خط میں ضروری ترمیمات کیں۔ مثلاً:-

یائے معروف سیدھی لکھی جائے۔ یائے مجہول ماقبل مفتوح نصف دائرے کی ہو۔ یائے مجہول ماقبل مکسور ہو، نون غنہ میں نقطہ نہ لگایا جائے۔ ہائے مخلوط دو چشمی ہو۔ واو معروف پر الٹی علامت جزم ہو، کاف فارسی کے لئے دو مرکز کا لزوم، بعض انگریزی رموز اوقاف وغیرہ کا آزادی سے استعمال، ہر لفظ کو حتی الامکان

لکھنا لازمی، متشابہ حروف کے لیئے اعراب لگایا جانا۔ جیسے اِس، اُس، اِن، اُن، وغیرہ

اس عہد میں چھاپے خانوں کی کثرت کے باعث کتابیں آسانی سے ملنے لگیں۔ اخبار و رسائل کے اجراء کے باعث کاتبوں کی کافی مانگ ہوئی۔ اور معمولی کاتبوں کو بھی کام ملنے لگا۔

عام طور پر عربی کتابیں خطِ نسخ میں اور دوسری نستعلیق میں کافی تعداد میں شائع ہونے لگیں اس طرح نسخ اور نستعلیق کے خوشنویس کاتبوں کی کثرت ضرور ہوگئی۔ البتہ معیارِ قابلیت بہت پست ہوگیا۔ معمولی خواندہ لوگوں نے بھی کاپی نویسی کی مشق کر کے لکھنا شروع کر دیا۔ اور راہِ نقل راہِ عقل پر گامزن ہوکر "الکاتبُ جاہلٌ" کا مصداق بن گئے۔ لہذا نتیجہ لازمی طور پر یہی ہو سکتا تھا کہ چھاپے کی غلطیوں کی شکایت عام ہوگئی۔ حتیٰ کہ مولانا شبلی کو یہ کہنا پڑا کہ "کتاب کا صحیح چھپنا بھی دنیا کے ناممکنات میں سے ہے" تاہم باعلم و استعداد کاپی نویس اور ماہرینِ فن کی بھی اچھی خاصی جماعت باقی رہی جن میں کتاب نویس کاتبوں کو فوقیت حاصل تھی۔

اس عہد کی خصوصیات یہ ہیں کہ وصلی نگار و کتاب نویس خوشنویسوں کی جگہ کاپی نویس خطاطوں نے لے لی۔ اور کاپی نویسی کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ نستعلیق رسمِ خط میں اصلاحی کتابتی ترمیم ہوئی اور اُس کا رواج عام ہوگیا۔ جبکہ ایران نے اپنا طباعتی خط نسخ قرار دے دیا۔ اور ترکی نے اپنا سرکاری خط رومن حروف کی شکل میں تبدیل کر لیا۔ عرب ممالک میں تو پہلے ہی عربی رسمِ خط تھا۔ اس طرح نستعلیق کا ملجا و ماویٰ صرف غیر منقسم ہندوستان رہ گیا۔ قدیم سامانِ خوشنویسی کمیاب ہوتے ہوتے کم از کم قلمِ واسطی تو نایاب ہوگیا دیسی کاغذ کا چلن نہ رہا جو خوشنویسی کے لیئے ضروری تھا۔ مشین کا بنا ہوا عمدہ سے عمدہ اور نفیس سے نفیس ہر قسم کا کاغذ ملنے لگا مگر مضبوطی اور قلمِ واسطی و مدادِ سیاہ کو جو دیسی کاغذ سے مناسبت خاص تھی وہ مرتبہ کوئی کاغذ حاصل نہ کر سکا۔ سیاہ عمدہ روشنائی شکل سے ملنے لگی اور پھر بھی خاطر خواہ نہیں۔ حالانکہ قیمت کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ وصلی بنانے کا دستور یکسر ترک ہوگیا اور اُس کی جگہ کاپی کا کاغذ رنگا جانے لگا نب ہر قط اور ہر قسم کے ملنے لگے جو ولایتی اور کاپی کی روشنائی کے لیئے موزوں ہیں۔ فاؤنٹین پین کے عام رواج نے ان نبوں پر بھی سبقت حاصل کر لی۔

کوئی جدید خط اس عہد میں ایجاد نہ ہوا۔ بلکہ پچھلے متعدد خطوط کالعدم ہو گئے۔ البتہ فنِ خوشنویسی کے متعلق اردو میں کئی کتابیں منظرِ عام پر ایسی ضرور آئیں جن سے طلباء مستفید ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "تجلی نگارین" ہر دو حصہ، "نظم پروین"، "آرٹ پین" اور کچھ اور رسائل۔ مگر اس کا کیا علاج کہ انگریزی تعلیم کے باعث جتنا زور پڑھائی کا بڑھتا گیا، لکھائی سے طلباء بے نیاز

ہوتے گئے۔ بدخطی کی شکایت عام اور فنی بصیرت کا فقدان ہوگیا۔ صرف پڑھائی ہی پڑھائی مقصود رہی اس لئے کہ ہر جگہ انہی کے سرٹیفکٹ اور سندیں قبول ہونے لگیں۔ لکھائی اور خوبی خط کا کوئی سوال ہی نہ رہا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کی قابلیت کے چہرے پر بھی بدخطی کا داغ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سکولوں اور کالجوں میں لکھائی کا کوئی خاص تو کیا عام بھی رواج نہ رہا۔ کچھ قدیم کلچر کے فقیر بزرگوں نے اپنے بچوں کو لکھائی پر لگایا اور سکھلایا تو تھوڑی بہت صفائی و پختگی خط میں آگئی۔ مگر وہ حد کمال تک کب پہنچ سکتی تھی اس لئے کہ پڑھائی کا دباؤ اتنا بڑھ چکا تھا اور بڑھا ہوا ہے کہ مشق کے لئے حقیقتہً وقت ملنا دشوار تھا اور ہے۔ لہذا اَلْخَطُّ نِصْفُ الْعِلْمِ کا مقولہ بے معنی ہو کر رہ گیا۔

دورِ موجودہ

ابتدائے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تا ۱۴ اگست ۱۹۵۷ء

اس دور کو فنِ خوشنویسی کا دورِ زوال بلکہ عہدِ خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ خوشنویسیاں جو وقت جن سے مراد اعلیٰ کاپی نویس ہیں زیادہ تر ہجرت کر گئے۔ اس لئے اب ہندوستان میں صحیح مگر اعلیٰ خوشنویس جو ذی علم و استعداد بھی ہو اور علمی و عملی حیثیت سے اس فن کا مبصر بھی، ملنا بہت مشکل ہے۔ خال خال باقیات الصالحات چراغِ سحری ہیں۔ پاکستان میں جو سلوک اردو کے ساتھ ہو رہا ہے ظاہر ہے۔ لہٰذا اُس کے خطاطوں کا مستقبل جیسا ہونا چاہیئے ویسا ہی ہے۔ یہاں اور وہاں انجمن ترقی اردو کے اس سوال پر کہ "اردو کے رسم خط میں کیا اصلاح کی جائے؟" جو گل افشانیاں ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں وہ کچھ خاص ذہنیتوں کی ترجمانی اور خاص اداروں کی غلامی کے ثبوت کافی ہیں۔ ایسے خیر اندیشان و ترقی خواہانِ اردو سے کون کہے کہ:-

تو کارِ زمیں را نکو ساختی   کہ با آسماں نیز پرداختی

ابھی حضور والا سارے اردو کا مسئلہ حل کر ہی نہ پائے ہیں کہ اصلاحِ رسمِ خط کا سوال اور زیرِ بحث آ گیا۔ کہیں [illegible]

مصداق نہ ہو جانے کا حامل کورانہ تقلید کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ جو کچھ دوسرے کریں وہی ہم کرنے لگیں، ویسے دیکھئے تو عوامی حکومت کے عہد میں ایسا عام جذبہ بیں صواب ہونا بھی چاہیئے۔ ایسے اصحاب حقیقت میں نستعلیق کے حسن حقیقی سے کماحقہٗ واقف ہی نہیں ہیں جو اُس کو نسخ پر قربان کرنے پر مصر ہیں ان کا نظریہ اغلباً وہی ہے جو کسی انگریز کی نسبت مشہور عام ہے۔ یعنی کسی خوشنویس نے بڑی محنت سے اپنے کمال خط کا اظہار اور حصول انعام کی غرض سے نہایت نفیس رباعیہ ایک جیم بخط جلی لکھا اور ایک صاحب بہادر کی خدمت میں پیش کیا۔ موصوف باغیچہ میں تشریف فرما تھے۔ خوشنویس نے بڑے چاؤ اور امید قدردانی رکھتے ہوئے کچھ اپنی مشق و ریاض کا بھی اظہار کیا۔ صاحب بہادر نے وصلی پیش کردہ کو دیکھا۔ خوشنویس کا حال بھی سنا۔ اور اپنی بید سے زمین پر جیم کی شکل بنا کر فرمایا۔ "ویل آپ نے اتنا محنت کیوں کیا؟ آپ کا جیم اور ہمارا جیم میں کیا فرق ہے۔ دونوں جیم بولا جاتا ہے" غریب خوشنویس اپنا سا منہ لیکر ناکام و مایوس لوٹا۔ کاش وہ جواب دیتا کہ :-

میرے جیم اور آپکے جیم میں یہی فرق ہے جو آپ میں اور آپکے سائیس میں ہے۔

بہرحال ابھی کچھ ہوا خواہان نستعلیق بھی اُس کی حمایت پر اڑے ہوئے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوگا۔ الغیب عند اللہ

ہمارے خیال سے اس نظریاتی بحث میں جو ہر قابلیت دکھانے کے بجائے کہ طباعت کا خط نستعلیق رہے یا نسخ میدان عمل میں قدم رکھنا چاہیئے جو اصحاب نسخ کے حق میں ہیں وہ اپنی تخلیقات نسخ میں طبع کرائیں۔ اور نستعلیق کے حامی نستعلیق میں۔ رد و قبول رائے عامہ پر چھوڑیں۔ آج تک رسم خط کے رواج میں جس قدر تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ بحث و مباحثہ کے بعد تسلیم نہیں کی گئیں بلکہ قبولیت عام کی سند نے انکو رائج کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی زبان کسی پر نہیں لادی جا سکتی تو رسم خط کیونکر لادا جا سکتا ہے۔

بابِ دُوُم

ردیف وار مختصر حالاتِ خوشنویسان

(۱) آغا مرزا | نام، دہلی وطن۔ ارمنی النسل تھے اور میر پنجہ کش کے شاگردِ رشید۔ آغا عبدالرشید دیلمی کی طرز پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ اپنے استاد کے خط سے اپنا خط ایسا ملا یا تھا کہ یہ تمیز مشکل سے ہوتی تھی کہ میر پنجہ کش کی وصلی ہے یا آغا کی۔ خط شفیعہ بھی بہت خوب لکھتے تھے مجمن سنگھ اقبال خوشنویس شفیعہ انہیں کا شاگرد تھا۔ مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی، جس میں اکثر شاگردوں نے فیض پایا۔ اور انہیں میں منشی رحیم اللہ و میر مددعلی الوری بڑے پایہ کے استادِ نستعلیق گزرے۔

دہلی سے قبل از غدر الور آ گئے تھے اور وہیں مستقلاً سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے خط کی خوبی سے متاثر ہو کر مہاراجہ بنے سنگھ والی ریاست الور (راجستھان) نے ان سے "گلستان" لکھوائی جو پندرہ سال کی مدت میں تیار ہوئی یہ نسخہ بخط نستعلیق مصور ہے۔ تصویریں الور کے باکمال مصوروں نے بنائی ہیں ۱۸۴۰ء میں سوا لاکھ روپیہ خرچ ہو کر یہ کتاب تیار ہوئی۔ آج کل الور کے عجائب خانہ میں بذیل نوادر محفوظ ہے۔ آغا نے ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۵ء میں وفات پائی۔ "آغا مر گیا" مادۂ تاریخ ہے۔ مگر اس میں خلافِ اصول الف ممدودہ کے دو عدد لئے گئے ہیں تقسیمِ ملک تک الور اور جے پور کے متعدد خاندانوں میں ان کی وصلیاں کافی موجود تھیں مگر اب نایاب ہیں ایک وصلی کا عکس نمبر ۲۲ پر ہے۔[۱]

(۲) آلِ حسن | نام۔ مطبع منشی نول کشور کے عمدہ خوشنویس کاتب تھے، حضرت شمس تبریزؒ کا کلیات چھپے ۱۰۴۶ صفحات بہت بڑی سائز کے ہیں۔ انہوں نے اور منشی شیو پرشاد خوشنویس کاتب مطبع نے

---

[۱] تذکرۂ خوشنویسان۔ صفحہ ۱۰۲۔ و معلومات مؤلف ۱۲۰۱۹

مشترکہ طور پر لکھا ہے۔ مگر دونوں کے خط میں مطلق فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ چھپنے کے بعد شانِ خط قائم نہیں رہتی تاہم پختگی، زورِ قلم اور باقاعدگی ان کے خط میں بخوبی عیاں ہے۔ اور بھی متعدد کتابیں ان کی قلمی مطبوعہ ہیں مگر کوئی وصلی دستیاب نہ ہوئی۔ تیرھویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی۔ ان کا زمانۂ حیات ہے۔[1]

(۳) حافظ۔ ابراہیم | نام، حافظ نوراللہ خوشنویس کے خلف الصدق و شاگردِ رشید، وطن لکھنؤ۔ کثرتِ مشق سے خط میں یہ کمال پیدا کیا تھا کہ باپ اور بیٹے کے خط کا فرق معلوم کرنا ممکن نہ تھا۔ نواب سعادت علی خاں والی اودھ (عہد حکومت ۱۲۱۲ھ تا ۱۲۲۹ھ / ۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۴ء) نے ان کے والد سے اپنے لئے گلستاں لکھوائی تھی وہ مکمل نہ کر سکے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ حافظ ابراہیم ان کے انتقال کے بعد جب حاضر دربار ہوئے تو نواب نے دریافت کیا کہ "ہم نے مرحوم سے گلستاں لکھوائی تھی خدا جانے اس کا کیا حشر ہوا۔" انہوں نے عرض کیا کہ ساٹھ باب تو والد صاحب نے لکھ لئے تھے آٹھواں بندہ لکھ کر پیش کرے گا۔ نواب چپ ہو رہا۔ مگر جب انہوں نے حسبِ وعدہ تکمیل کر کے کتاب دی ہے تو مبصرین تک دونوں کے خط میں فرق بتانے سے قاصر تھے۔

انہوں نے خطِ نستعلیق کے دائروں میں ترمیم بھی کی ہے یعنی بیضوی دائروں کو کچھ گول کر کے آفتابی دائرے کے قریب پہنچا دیا ہے۔ مگر آفتابی نہیں ہونے دیا۔ یہ ترمیم عام طور پر بہت پسند کی گئی۔ اور بیشتر خوشنویسانِ عصر نے اس کا اتباع کیا۔ یہ خطِ نستعلیق ہی کے استادِ کامل تھے۔ ان کے شاگردوں میں منشی ہادی علی باکمال خوشنویس گذرے ہیں۔[2]

(۴) حافظ۔ ابراہیم | نام، وطن دہلی، خلیق و متواضع اور متقی و متشرع بزرگ تھے، نسخ و نستعلیق کے مسلّم الثبوت استاد گذرے ہیں۔ ابو النصر معین الدین اکبر شاہ ثانی بادشاہِ دہلی کے عہدِ حکومت (از ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء تا ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) میں مرشد زادگانِ دہلی کے استادِ خوشنویسی تھے۔[3] ان کی ایک وصلی کا عکس فہرست مخطوطات دہلی مع ترجمہ بزبان انگریزی مرتبہ خان صاحب مولوی ظفر حسن میں چھپا ہے۔

(۵) میرزا۔ ابراہیم | نام، اصفہان وطن، خطِ شکستہ کے ماہر اور خطِ نستعلیق کے استادِ کامل تھے۔ میر معز اور مولانا شاہ محمود نیشاپوری کے ہم رتبہ شہرۂ آفاق خوشنویس تھے۔[4]

۱؎ کلیات شمس تبریز مطبوعہ مطبع منشی نولکشور۔

۲؎ ماخوذ از گذشتہ لکھنؤ۔

۳؎ تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۲۰ و ۱۰۸۔

۴؎ منشأت ابوالفضل دفتر سوم۔

(۶) مولانا ابراہیم استرآبادی عہد اکبری کے خطِ نسخ و نستعلیق کے استاد ہیں۔ ان کا قلمی ایک بہترین قرآن مجید بخطِ غبار جس میں اور بھی متعدد صنعتیں ہیں دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ متبرکہ ۹۵۵ھ / ۱۵۵۰ء کا تحریر شدہ ہے۔[۱۱]

(۷) ابراہیم بن الحسن نام۔ اسحٰق بن حماد کے شاگرد تھے جن کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔ خلیفۂ ثانی عباسی المہدی بن منصور (از ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء تا ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء) کے معاصر تھے اور مشہور خوشنویس۔ اُس وقت تک خطِ کوفی رائج تھا۔ اُسی میں ان کو کمال حاصل تھا۔[۱۲]

(۸) ابراہیم بن ہلال نام۔ عالمِ متبحر اور فاضلِ اجل تھے، علمِ ادب و لغت اور فنِ خوشنویسی میں خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ دیالمہ کے چوتھے بادشاہ سلطان عز الدولہ بختیار دیلمی کے کاتب تھے اور اُس کے بعد عضد الدولہ دیلمی کے مقرب ہو گئے جس کے نام پر انھوں نے اپنی تصنیف "تاج المآثر" معنون کی۔ خطِ کوفی و نسخ میں کمال حاصل تھا۔ اور اس کی دور دور شہرت تھی۔ ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء میں انتقال ہوا۔[۱۳]

(۹) خواجہ ابراہیم حسین نام۔ عہدِ اکبری کے نامور خطاط گزرے ہیں۔ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء میں انتقال ہوا۔[۱۴]

(۱۰) ابراہیم خان نام۔ اورانچی عرف شاہ محمد صفوی (جلوس ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء) کے اُمرا میں تھے اور قم کے حکمراں۔ عالمِ جید و فاضلِ متبحر، قدردانِ علما و فضلا اور سرپرستِ اہلِ علم و فن تھے۔ نسخ و نستعلیق کے بہترین خوشنویس ہونے کے علاوہ طلاکاری و مرصع نگاری میں بھی کمال حاصل تھا۔ محمد شاہ نے ان کو اپنا سفیر بنا کر سلطان مراد خاں شاہِ قسطنطنیہ کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے ان کو گنجینۂ کمالات پاکر بہت قدر کی اور کمال کی بنا پر "صحیفۂ سجادیہ" ان سے لکھوایا۔ یہ نسخہ جب انھوں نے لکھ کر پیش کیا تو کمالِ خط دیکھ کر سلطان حیران رہ گیا۔[۱۵]

(۱۱) ابراہیم میرزائی نام۔ ابن بہرام میرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہِ ایران۔ ان جیسا مجموعۂ کمالات و ہنر اور اہلِ کمال کا دلدادہ شاہزادہ کوئی نہ ہوا۔ علومِ ادبیہ، ریاضیہ، تواریخ، انساب، نجوم، تجوید اور قرأت وغیرہ ہی میں ان کو کمال حاصل نہ تھا بلکہ فنِ موسیقی، خیاطی، صحافی، زرکشی، زرگری، نقاشی

---

[۱۱] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۱ [۱۲] تحقیقات ۱/۲۰ [۱۳] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۸۸

[۱۴] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۰ [۱۵] ن، م، ۱/۱م، ص ۳۵ و بزم تیموریہ ص ۱۳۶

انگریزی، خوشنویسی، تیراندازی، شہسواری، پیراکی، اور صیدافگنی میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ شطرنج اور چوسر بھی خوب کھیلتے تھے۔ شاعر و ادیب بھی تھے صرف چوبیس برس کی عمر پائی تھی کہ ظالم شاہ اسمٰعیل ثانی نے دوسرے شاہزادوں کے ساتھ ان کو بھی ۹۸۴ھ میں قتل کرادیا۔ ڈیڑھ برس بعد اسمٰعیل مذکور بھی فوت ہوگیا۔ ع

آپ کے روز جیا کس لئے وارا ما را[۱]

(۱۲) ابنِ بوّاب ان کا پورا نام ابوالحسن علاؤالدین علی بن ہلال ہے۔ مگر ابنِ بواب مشہور ہیں اور اسی عرف سے پہچانے جاتے ہیں اس لئے ہم نے اسی کو بطور نام استعمال کیا ہے۔ ان کے بزرگ سلاطینِ وقت کے درباروں سے متعلق رہے۔ اور ان کے والد ہلال منصب بوابی (دربانی) پر فائز تھے جو اس زمانے میں معزز عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس نسبت سے یہ ابنِ بواب مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کے طریقہ کے برخلاف کسی دربار سے اپنا تعلق پیدا نہیں کیا۔ بلکہ علم و فضل حاصل کرکے فنِ خوشنویسی میں سرآمدِ دوراں ہوئے۔ چنانچہ ان کا لقب "قبلۃ الکتاب" ہے۔ یہ فاضلِ اجل اور ادیبِ اکمل تھے بنی عباس کا خلیفہ القادر باللہ ان کا معاصر تھا۔ ابنِ مقلہ کے بعد سے ان کے زمانہ تک ان کے مرتبہ کا کوئی خوشنویس پیدا نہیں ہوا۔ ابنِ مقلہ موجدِ خطوط و واضع قواعدِ خوشنویسی تھا تو ابنِ بواب اُن خطوط کو بہ پابندی قواعد معراجِ کمال پر پہنچانے والا۔ ابنِ بواب کے خط کی خوبی و خصوصیت اعلیٰ درجہ کی طراوت و نزاکت ہے۔ جس کی پیروی آج بھی خوشنویسانِ خطِ عربی کرتے ہیں۔

ابنِ بواب، ابوعبداللہ محمد بن اسد بن علی بن سعید قاری بغدادی کے شاگرد تھے۔ مگر اُستاد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا، اس عہد کے تمام خوشنویس یا ان کے معتقد تھے یا شاگرد، ان کی مجلس کیا بہ قوم، مشائخِ ملت، مبصرانِ فن، اور طالبانِ خطاطی سے بھری رہتی تھی۔ چنانچہ ابوعبداللہ بن جعفر بغدادی جو خود بھی خطاط تھا اور عمدہ مبصرِ خوشنویسی، ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک روز میں ابنِ بواب کی مجلس میں گیا تو دیکھا کہ تمام خوشنویس بحیثیت شاگرد اُس کی خدمت میں حاضر ہیں، ابنِ بواب کے ہاتھ میں قرآن مجید کا ایک ورق تھا جس کو وہ لکھ رہا تھا۔ میں نے اُسے دیکھا تو حسنِ خط کے باعث مجھ پر غشی سی طاری ہوگئی۔ تعریف و توصیف کے بعد میں نے دریافت کیا کہ ایسی کتابت آپ روزانہ کس قدر فرماتے ہیں تو کہا کہ تین ماہ میں پورا قرآن مجید لکھ لیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ابنِ بواب نے اپنی عمر میں چونسٹھ مکمل قرآن مجید لکھے، ۴۲۳ ہجری مطابق ۱۰۳۱ء/۱۰۳۲ء میں بمقام

---

[۱] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۱۶۔

بغداد انتقال ہوا اور امام احمد حنبلؒ کے جوار میں دفن ہوئے[۱]۔

(۱۳) **نواب ابوالبرکات خاں** — نام، نواب عبدالاحد خاں کے چچا تھے اور عمائدین کشمیر میں شمار ہوتے تھے عربی و فارسی کے زبردست عالم دانشا پرداز تھے، درایت خاں کی طرز پر خط شکستہ کے مسلم الثبوت اُستاد تھے راجہ کنول کشن دیوان راجہ بہادر گشائیں ان کے شاگرد تھے، ان دونوں اُستاد شاگرد سے بہتر خط شکستہ کا کوئی خوشنویس کشمیر میں نہیں ہوا۔ ان کو شہنشاہ اکبر کی اُستادی کا بھی شرف حاصل تھا[۲]۔

(۱۴) **ابوالبقا الموسوی** — نام، خط نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے ان کی قلمی ایک جلد "مناہج" جو مطلا و گلکاری سے آراستہ ہے سہلی میوزیم میں محفوظ ہے[۳]۔

(۱۵) **حافظ۔ قاضی ابوالحسن** — نام، قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے اور انہیں کی طرز پر خط نسخ بہت بہتر لکھتے تھے مسلم الثبوت استادان خط عربی میں ان کا شمار تھا خلیق و متواضع اور متقی و پرہیزگار بزرگ تھے[۴]۔

(۱۶) **ابوالحسن راوندی** — پورا نام ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن اسحٰق ہے خلیفہ المتوکل کے معاصر تھے۔ عالم اجل اور فاضل اکمل ہونے کے علاوہ بہترین خوشنویس بھی تھے مگر اس فن میں شہرت نہ ہوئی بغداد میں جب ترکوں کا زور ہوا تو گوشہ نشیں ہو گئے تھے تیسری صدی ہجری مطابق نویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا[۵]۔

(۱۷) **میر ابوالحسن** — نام اور "میر کلن" عرف، سادات رضویہ میں سے سید صحیح النسب تھے، ان کے بزرگ اس سے دو تین پشت پہلے دہلی آکر آباد ہوئے، انہوں نے نسخ و نستعلیق محمد حفیظ خاں سے سیکھا اور کامل اُستادی کے مرتبے پر پہنچے۔ ان کی نسبت مولانا غلام محمد ہفت قلم دہلوی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"از فرط کتابتش بحو شغلی، بقید قواعد خوشنویسی چو نویسم اگر راست گویم در رفع معلوم شورہ"

نستعلیق آقا عبدالرشید کی طرز پر لکھتے تھے۔ ایک مدت تک نواب عبدالاحد خاں کی رفاقت میں رہے پھر

---

[۱] تذکرۂ خوشنویسان و پیدائش خط و خطاطان۔ [۲] ف۔م۔د۔م۔ صفحہ

[۳] تذکرۂ خوشنویسان۔ [۴] تحقیقات لاہور [۵] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۹

اکبر شاہ ثانی (از ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء تا ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) کے درباری خوشنویس ہو گئے اور بآرام زندگی بسر کی۔[1]

(۱۸) ابو العال بک | نام، منجملہ فضلاء و شعرائے عصر تھے اور مشہور خوشنویس۔ بعض کا قول ہے کہ خط تعلیق کے موجد یہی ہیں مگر یہ قول صحیح نہیں۔ البتہ پ۔ ژ۔ اور چ کے نقطوں کی ایجاد ان کی ہے۔ حسن خط میں وحید عصر شمار کئے جاتے تھے تاریخ و سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔[2]

(۱۹) علامہ ابو الفرج بن جوزی | اصل نام جمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد بکری ہے۔ اور عرف مذکور الصدر اسی سے عام طور پر مشہور ہیں اس لئے ہم نے بجائے نام عرف درج کیا ہے۔ یہ بغداد کے مشہور و معروف واعظ و معلم تھے۔ اور علوم معقول و منقول کے زبردست فاضل۔ ان کا سلسلۂ نسبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ خوشنویسی میں ابن بواب کے شاگرد تھے۔ اور باکمال خوشنویس۔ نیز مشہور مصنف۔ بقول مصنف کتاب پیدائش خط و خطاطان ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء میں انتقال ہوا اور بقول مولانا شبلی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء میں شیخ سعدی شیرازی انہیں کے شاگرد تھے۔[3]

(۲۰) شیخ ابو الفضل | نام ابن شیخ محمد خوشنویس ہفت قلم۔ اپنے والد کی مانند خوشنویس تھے وطن سندہ تھا۔[4]

(۲۱) ابو الفضل خازن | نام، دینوری اور خراسانی مشہور۔ عمدہ شاعر اور بہترین خوشنویس خط عربی تھے، بقول ابن خلکان ۵۴۲ھ/۱۱۴۸ء میں انتقال ہوا۔[5]

(۲۲) حاجی مرزا ابو الفضل ساوجی | اصل نام مجد الدین ہے مگر ابو الفضل ساوجی مشہور ہیں۔ اور تہران وطن، دیگر کمالات کے علاوہ خوشنویسی میں امتیازی مرتبہ حاصل تھا۔ ایرانی عمارتوں کے بیشتر کتبے انہیں کے لکھے ہوئے ہیں "دانشوران ناصری" کے مصنف نے ان کا نام بڑے ادب سے لیا ہے۔ شعر و سخن میں بھی خاص شہرت تھی، سفر یورپ بھی کیا تھا۔ مختلف علوم و فنون میں بہت کم عمر میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ صرف تیئیس برس کی عمر تھی کہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں انتقال ہو گیا۔[6]

(۲۳) ابو الفیض فیضی فیاضی | نام، شیخ مبارک کے بڑے بیٹے تھے ناگور علاقہ راجستھان کے باشندے

۱۔ تذکرہ خوشنویسان۔
۲۔ اورنٹیل میگزین لاہور فروری ۳۵ء
۳۔ پیدائش خط و خطاطان۔ صفحہ ۱۳۱
۴۔ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۱۔
۵۔ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۲، شعر العجم حصہ دوم صفحہ ۲۲۔
۶۔ ایضاً صفحہ ۱۵۴

اور شہنشاہ اکبر کے مشہور وزیر اعظم ان کے مفصل حالات سے تاریخی کتابیں پُر ہیں۔ بہترین شاعر و انشا پرداز وغیرہ ہونے کے علاوہ نہایت عمدہ خوشنویس نستعلیق وغیرہ بھی تھے ان کی تصنیف "تذکرہ" انہیں کی قلمی الور میوزیم میں محفوظ ہے۔ جو ان کے کمالِ خوشنویسی کی آئینہ دار ہے۔[1]

(۲۴) **ابوالقاسم الحسین** | نام، مزید حالات معلوم نہیں۔ ان کی قلمی ایک وصلی خطِ شکستہ۔ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[2]

(۲۵) **ابوالمعالی نحاس اصفہانی** | نام متعدد علوم و فنون کے ماہر تھے۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ان کے علم و فضل اور کمالات کی شہرت سن کر بنی عباس کے انتہائیسویں خلیفہ المستظہر نے ان کو طلب کیا اور درجہ بدرجہ ترقی دیکر اپنا وزیر مقرر کر لیا۔ باوجود مشاغلِ وزارت خط کی مشق برابر کرتے رہے۔ عربی و فارسی دونوں خطابت پاکیزہ تھے مگر نسخ بہت ہی نفیس لکھتے تھے ۵۰۹ھ/۱۱۱۶ء میں انتقال ہوا۔[3]

(۲۶) (اتابک) **ابوبکر بن سعد زنگی** | کہ مداح جس کے ہوئے شیخ سعدی۔ کئی خطوط کے عمدہ خوشنویس تھے زمانہ حکومت ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء تا ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء شیراز کے علما دوست بادشاہ تھے۔ خوشنویسی سے زیادہ فنِ خوشنویسی میں بصیرت حاصل تھی۔[4]

(۲۷) **ابوبکر جامی** | بن اسحٰق جامی۔ ان کا سلسلۂ نسب مولانا عبدالرحمٰن جامی سے ملتا ہے۔ متعدد کمالات کے علاوہ خطِ نسخ و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ خراسان سے کر۔۔۔ جہاں ان سے بہت لوگوں نے فنِ خوشنویسی میں استفادہ کیا۔ ابوالفضل علامی نے ان کا نام اپنا خوشنویسی میں شہرۂ آفاق درج کیا ہے ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء میں انتقال ہوا۔[5]

(۲۸) مرزا **ابوتراب اصفہانی** | نام، میر عماد کے شاگرد اور شاہ عباس کے معاصر تھے بادشاہ کی میر عماد سے ناراضگی کے باوجود یہ پہلے شخص تھے جو میر عماد کی نعش پر روتے ہوئے پہنچے اور اُس کو ادب و احترام کے ساتھ دفن کیا اور پھر مرثیہ کہا۔ جس زمانے میں بادشاہ کی ناخوشی کے سبب سے امراء و عمائدین نے میر عماد سے آنکھیں پھیر لی تھیں یہی فرد واحد تھا جو عماد کی بنا پر خدمت

۱۔ پیدائشِ خط و خطاطان۔ ص ۱۲۰ ۔ ۲۔ پیدائشِ خط و خطاطان۔ ص ۱۲۲
۳۔ ایضاً ۔ ۴۔ تذکرہ ۔ ۵۔ ن، م، ا، م صفحہ

کرتا دیا۔ چونکہ متمول شخص تھا اس لئے اُس کی مالی امداد بھی خوب کرتا تھا، میر عماد نے اس کی تربیت خط پر بڑی توجہ کی اور اس کو ایسے درجۂ استادی پر پہنچا دیا کہ یہ "رئیس الخطاطین" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا شاہ عباس کے عہد سلطنت از ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء تا ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء میں زندہ تھا[1] یہ میر عماد کے صاحب باطن ہونے کا بھی معتقد تھا جس کا اظہار اس کے بیان کے حوالے سے تذکرہ نصرآبادی میں مرزا محمد طاہر نصرآبادی اصفہانی نے اس طرح کیا ہے۔ کہ "میں ایک روز قہوہ خانہ میں بیٹھا ہوا تھا میر عماد مع رشیداؔ دہر سے گزرے میں نے دل میں کہا کہ میر عماد صاحب باطن ہیں تو یہاں آئیں گے۔ چنانچہ میر عماد تھوڑی دور جاکر لوٹے قہوہ خانہ میں آکر بیٹھے قہوہ پی اور یہ کہہ کر کہ ہمارے شہر میں ایسا ہی ہوتا ہے چلے گئے۔ مجھے اعتقاد پیدا ہوا اور ایک روز ان کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ بارہ سال کامل اُن سے مشق خط کی حتی کہ میری نشست سے اُس فرش میں سوراخ ہو گئے جس پر بیٹھ کر میں مشق کیا کرتا تھا۔" تذکرۂ مذکورہ میں ان کا ذکر "تراپا" کے نام سے کیا گیا ہے۔

(۲۹) ابو حنیفہ | اصل نام عبدالرحمٰن بن حسن زوزنی تھا مگر ابو حنیفہ مشہور عام۔ بلند پایہ محدث اور خط نسخ کے بہترین خوشنویس تھے زود نویسی میں ان کے معاصرین میں کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ کمال یہ تھا کہ باوجود جلد تر لکھنے کے خط کی شان بدستور قایم رہتی تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں چار سَو قرآن مجید لکھے۔ فی قرآن شریف پچاس دینار اجرت لیتے تھے، بحالت سفر مکہ معظمہ ۴۵۵ھ/۱۰۶۳ء میں انتقال ہوا[2]۔

(۳۰) منشی ابو سعید مرزا | عہد اکبری کے خطِ تعلیق کے خوشنویس ہیں[3]۔

(۳۱) ابو محمد اسمٰعیل | نام، سبزواروطن محمد حفیظ خاں کے شاگرد اور عہد محمد شاہ کے اچھے خوشنویس تھے۔ دہلی میں انتقال ہوا ان کی ایک وصلی بخط نستعلیق جلی دہلی میوزم میں محفوظ ہے[4]۔

(۳۲) شیخ احسان علی | نام، نارنول وطن، خوشنویسی ان کا آبائی ورثہ تھا۔ منشی بہاری لال ساکن متھرا برہمن شاگرد میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ کثرت مشق سے درجۂ اُستادی پر پہنچے اور بیجا پور میں بہت لوگوں نے ان سے یہ فن سیکھا۔ یہاں محکمۂ "اپیل" یعنی سشن کورٹ میں سررشتہ دار تھے۔ سرکاری کثرت

---

[1] پیدائش خط و خطاطان۔ ص ۱۲۲
[2] ایضاً ص ۱۲۹
[3] 2م تیموریہ صفحہ ۱۲۹
[4] ن۔م۔د۔م صفحہ ۱۵

تحریر کے باوجود مشقِ خط برابر کرتے رہتے تھے، نسخ، شکستہ، تعلیق اور نستعلیق خوب لکھتے تھے، مسلم الثبوت استاد نستعلیق کے تھے۔ جے پور میں انتقال ہوا۔ تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویسوں اور خطاطوں میں ان کا شمار ہے۔ ان کی کثیر وصلیاں ہمارے پاس موجود ہیں نمونہ خط نمبر ۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔

(۳۳) احمد — نام۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے انکی ایک عمدہ وصلی بخط نستعلیق جلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[1] جس کی نقل کا عکس نمبر ۲۵ پر باب چہارم میں دیا جاتا ہے۔

(۳۴) سلطان السلطان احمد بغدادی — نام، خلفِ سلطان اویس جلائر۔ چھ سات قسم کے خط بہتر لکھتے تھے، بغداد کے فرمانروا تھے اور مجموعۂ کمالاتِ مصوری، زرنگاری، کمان سازی، خاتم بندی وغیرہ میں بڑے بڑے صناع ان کے شاگرد تھے، موسیقی میں یہ کمال حاصل تھا کہ خواجہ عبدالقادر جیسا زبردست ماہرِ موسیقی ان کا شاگرد تھا۔ اس فن پر ان کی تصانیف بھی تھیں جو مدت تک گویوں کا دستور العمل رہیں۔ شعر و سخن کے بھی دلدادہ تھے حافظ شیرازی کو انہوں نے کئی بار بغداد بلایا مگر وہ نہ گئے۔ ان کی غزلوں میں ایسے اشارات موجود ہیں۔

انہوں نے امیر تیمور کو مندرجہ ذیل قطعہ جو انہیں کی تصنیف ہے سات قسم کے خطوط میں نہایت نفیس لکھ کر بھیجا تھا:۔

گردن چرا نہیم جفائے زمانہ را — زحمت چرا کشیم بہر کارِ مختصر
دریا و کوہ را بگذاریم و بگذریم — سیمرغ وار زیر پر آریم خشک و تر
یا با مراد بر سر گردوں نہیم پائے — یا مردوار در سرِ ہمت کنیم سر

امیر مذکور کے اشارہ پر اس کے جواب میں حسبِ ذیل قطعہ کہہ کر اور نہایت خوشخط لکھ کر میراں شاہ اور شاہزادہ خلیل نے ان کو ارسال کیا:۔

گردن بنہ جفائے زماں را و سر مپیچ — کارِ بزرگ را نتواں داشت مختصر
سیمرغ وار از چہ کنی قصدِ کوہِ قاف — چوں صعوہ خورد باش و فرو زیر بال و پر
بیروں کن از دماغ خیالِ محال را — تا در سرِ سرت نرود صد ہزار سر

ان کے حسنِ خط اور دیگر کمالات کی دور دور شہرت تھی۔[2]

---

[1] ت۔م۔د۔م صفحہ ۱۲ [2] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۲۲۔ دفتر انجم حصہ دوم صفحہ ۱۰۸

(۲۵) احمد بن حسن میمندی | نام، مگر حسن میمندی مشہور ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے وزیر اعظم تھے اور علوم متداولہ و فنونِ مروجہ کے ماہر و عالم۔ نہایت ہنرمند و معمر فنِ خط وغیرہ اور بہترین خوشنویس عربی و فارسی۔ سیاست کے ماہر اور مسلم مدبر تھے، وزارتی ذمہ داریوں کی معروفیات کے باوجود مشقِ خط ضرور کرتے تھے ۴۲۴ھ یا ۱۰۳۲ء میں انتقال ہوا۔[۱]

(۲۶) ابو جعفر احمد بن عباس | کنیت و نام، بادشاہ مریہ کے وزیر تھے اور بقول حاجی محمد زبیر مصنف "اسلامی کتب خانوں کی سیر" بڑے پایہ کے خوشنویس، مورخ المکاتب کا بیان ہے کہ خوش قلم ہونے میں مسلمانانِ اندلس (جن میں یہ شامل ہیں) تمام ممالک اسلامی سے بڑھے ہوئے تھے۔[۲]

(۲۷) مولانا میر احمد تبریزی | نام، ایران کے بے مثل خوشنویس خطِ نسخ گذرے ہیں۔ ان کے بعد سے آج تک ایران میں ایسا خوشنویس نسخ پیدا نہیں ہوا۔ ان کا قلمی قرآن مجید نورالدین بک مصطفیٰ ترکی کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ جس کا نمونہ بوجہ خوبیِ خط کتاب پیدائش خط و خطاطان کے صفحہ ۱۳۵ پر طبع ہوا ہے۔ نیز ان کی تحریر کردہ آیۃ الکرسی ایوانِ آئینہ چہل ستون۔ اصفہان پر کندہ ہے۔ جس میں ان کا نام اور سنہ تحریر ۱۰۲۴ ہجری درج ہے جو ۱۶۱۵ء سے مطابق ہوتا ہے۔[۳]

(۲۸) میر احمد حسن الحسینی | نام ابن سید علی۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ساداتِ نیشاپور کے خاندان سے تھے نواب کلب علی خاں والیِ رام پور کے عہد میں رام پور گئے اور وہیں تکمیلِ علوم کی۔ خوشخطی کی طرف زیادہ توجہ ہوئی تو میر عوض علی اور اُن کے شاگرد مولوی الٰہی بخش سے یہ فن سیکھا۔ بائیس سال کے سن میں نستعلیق جلی کا شوق ہوا اور ایسی مشق کی کہ میر عماد کے خط سے خط ملا دیا۔ لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے کتب خانہ رام پور میں آپ کی جلی تحریر دیکھ کر کہا کہ یہ قلم کی تحریر نہیں ہے۔ میر صاحب نے وہیں کھڑے کھڑے اُس سے زیادہ جلی تحریر لکھ کر دکھا دی۔ بہت سے شاگردوں کو تعلیم دیکر اُستادِ فن کر دیا۔ میر صاحب نہایت مہذب و منکسر المزاج تھے۔[۴]

(۲۹) منشی احمد حسن خاں | نام۔ عروج تخلص۔ منشی محمد حسن خاں کے فرزند قصبہ آسیون ضلع لکھنؤ کے شیوخ میں سے تھے فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ دہلی اور لکھنؤ میں زیادہ رہے ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء

---

[۱] آثار التواریخ جلد سوم۔
[۲] اسلامی کتب خانوں کی سیر صفحہ ۱۹
[۳] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۳۴۔
[۴] تذکرہ کاملانِ رام پور صفحہ ۱۲۔

میں بعد نواب کلب علی خاں والیٔ رامپور وہاں پینتیس سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہوگئے۔ عربی میں پوری دستگاہ تھی اور فارسی کے فاضل تھے، خطِ نستعلیق میں یدِطولیٰ تھا۔ ناسخ اور رشک سے تلمذ تھا۔[1]

(۴۰) **احمد رضا** | نام، مزید حالات نامعلوم۔ ان کی ایک عمدہ وصلی خطِ جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[2]

(۴۱) **احمد شاہ طبیب** | نام کے ساتھ لفظ طبیب علمِ طب میں کمال کے باعث شامل ہوگیا۔ خطِ نسخ میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ترکستان و بخارا اور ماوراء النہر و خراسان میں بہت شہرت تھی۔ اور ان سے بہت لوگوں نے فیضِ خط حاصل کیا۔ ۱۱۶۲ھ میں انتقال ہوا۔[3]

(۴۲) **مرزا احمد طباطبائی** | نام، نواب مرید خاں کی اولاد میں تھے۔ فیض آباد میں مولانا غلام محمد ہفت قلمی ان سے ملے تھے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"صاحبِ فہم و دانش، خطِ شکستہ و نسخ وغیرہ را برویہ خاندانِ خود بکمال رسانیدہ و داد خوش قلمی دادہ، با وجود فضائلِ ہنر خیلے خلیق بود۔"[4]

(۴۳) **احمد علی** | نام، ارشد تخلص۔ عہدِ عالمگیری کے نامور طغرا نویس خطاط تھے۔ فتح پور سیکری کے بلند دروازے کے مغربی بازو کے کونے پر جو طغرا ہے۔ جس میں پنجتن پاک اور خلفائے راشدین کے نام کندہ ہیں وہ انہیں کے کمالِ خط کا نمونہ ہے۔[5]

(۴۴) **نواب احمد علی** | نام، لکھنؤ وطن۔ باعلم و خوش حال اور رئیس ہستی تھے۔ میر بندہ علی مرتعش رقم خطِ نسخ میں انہیں کے شاگرد تھے۔[6]

(۴۵) **قاضی احمد غفاری** | نام، خلف قاضی محمد غفاری، ایرانی النسل بزرگ تھے۔ خوشگو شاعر و بذلہ سنج ادیب ہونے کے علاوہ خطِ نستعلیق کے اعلیٰ خوشنویس بھی تھے۔ شاہزادہ پرویز کے معلمِ خط رہے اور ان کی وفات کے بعد ترکِ ملازمت کرکے گوشہ نشین ہوگئے۔ ۱۰۲۰ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کا مفصل حال منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۰۵ پر درج ہے۔ حسبِ ذیل اشعار ان کی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں۔ ان کی وصلی بھی انھوں نے تیار کی تھی۔ خوشنویسی کے ساتھ زود نویس بھی تھے۔

---

[1] تذکرۂ کاملانِ رامپور صفحہ ۱۱۔ [2] پیدائشِ خط و خطاطان ص ۱۳۱۔
[3] تذکرۂ خوشنویسان ص ۱۲۱۔ [4] تحقیقاتِ ابر۔ [5] گزشتہ لکھنؤ۔ [6] ن۔م۔و۔م ص ۱۶۔

چہل سال عمرم بخطاط شد تلف — سر زلف تا ید بآساں بکف
بہ مشقش دمے ہر کہ فارغ نشست — چو رنگ حنا رفت خطش ز دست
مکن جز بہ تحریر اوقات صرف — کہ صورت نمی آید از صوت حرف

(۴۶) ارغون کابلی — بعض حالات نویسوں نے ان کا نام عبداللہ ارغون لکھا ہے۔ اور مولانا کے اعزازی خطاب سے یاد کیا ہے نیز یاقوت مستعصمی کا شاگرد تحریر کیا ہے۔ یاقوت کے ایک دوسرے شاگرد عبداللہ آشپز اور تھے۔ جن کا وطن ہرات تھا اس وجہ سے دونوں کے حالات خلط ملط کر دئے ہیں۔ حالانکہ یہ دو صاحبان ہیں ابوالفضل علامی نے دونوں کا ذکر جدا جدا کیا ہے۔

ارغون بفتح اول لفظ فارسی ہے جو ایک باجے کا بھی نام ہے جس کو ارغنون بھی کہتے ہیں اور ارغن بھی یعنی آرگن نیز تیز و تند گھوڑے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور ترکی میں ایک قوم ترک کا نام ارغون ہے اسی نسل سے تھے چھوٹوں خطوط عربی میں عالمگیر شہرت حاصل تھی۔ یاقوت مستعصمی کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہے۔[۱]

(۴۷) اسد اللہ کرمانی — نام۔ شیخ محمد کرمانی سے علم حاصل کیا۔ خط ثلث میں کثرت مشق سے کمال پیدا کیا۔ ان کا قلمی ایک قرآن مجید کتب خانۂ آصفیہ کی بوجہ حسن خط زینت ہے ۹۲۳ھ میں انتقال ہوا۔[۲]

(۴۸) اسد علی — نام۔ مزید حال نامعلوم ایک وصلی ان کی قلمی بخط نسخ دہلی میوزم میں محفوظ ہے۔[۳]

(۴۹) اسمٰعیل جوہری — پورا نام ابونصر اسمٰعیل بن حماد جوہری ہے اور افتخار الاشراف لقب' نیشاپور وطن تھا۔ مصنف صحاح اللغۃ نے لکھا ہے کہ ان کے خط میں ابن مقلہ کے خط کا رنگ ہے۔ یہی رائے علامہ جلال الدین سیوطی کی ہے۔ طلب علم اور مشق خط تمام عمر کرتے رہے لغت عرب میں ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ سیر و سیاحت بہت کی آخر عمر میں نیشاپور میں مقیم رہ کر طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔[۴]

(۵۰) اشرف خاں — اصل نام محمد اصغر تھا۔ مگر مشہور اشرف خاں تھے عرب شاہی سادات میں سے تھے اور اکبری امرا میں منسلک سات قسم کے خط بہت نفیس لکھتے تھے مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء میں انتقال ہوا۔[۵] مگر مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم کا قول ہے کہ ان کا نام میر

---

[۱] انشائے ابوالفضل جلد سوم صفحہ ۳۹ — [۲] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۲۵
[۳] پیدائش خط و خطاطان ص ۱۱۹ — [۴] تذکرہ خوشنویسان ص ۲۰۰ — [۵] ف۔م۔د۔م صفحہ

محمد اشرف تھا اور خطاب اشرف خاں جو اورنگ زیب نے دیا تھا اور یہ امرائے شاہجہاں میں سے تھے۔ اور ان کی وصلی کا بیاض بختاور خاں کے صفحہ ، پر ہونا تحریر کیا ہے کہ جو عہد عالمگیر میں فوت ہوا۔ اور ان کا سنہ وفات ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء درج کیا ہے۔[3]

(۵۱) سید اصغر علی | نام آبرو تخلص، اُستاد آبرو مشہور "جواہر رقم" خطاب عطیۂ خوشنویسان اور "پنجہ کش" لقب مجوزۂ پنجہ کشان، وطن قدیم رام پور اور مسکن مابعد ٹونک، ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں بمقام ٹونک پیدا ہوئے جہاں ان کے والد مولانا حکیم سید محمد انوار علی طبیب شاہی تھے۔ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں رام پور گئے اور وہاں سید نادر علی قندھاری المخاطب بہ "نادر رقم" سے جو وہاں اس زمانے کے اعلیٰ خوشنویس تھے اور مشہور خطاط خوشنویسی سیکھی۔ نادر رقم معجز رقم قندھاری کے شاگرد تھے۔ باعلم و فن اور خطی خطِ نستعلیق کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اور اچھے طبیب بھی تھے۔ ۱۸۸۳ء میں جب ٹونک میں ریاستی کونسل کا محکمہ قائم ہوا تو انھیں خریطہ نویس مقرر کیا گیا شاعر بھی اچھے تھے اس لئے ٹونک ریاست نے "فخر الشعرا معتمد الملک" کا خطاب بھی دیا تھا۔ تقریباً انتیس ۲۹ تیس ۳۰ تصانیف یادگار چھوڑیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں، مثلث ادراک، رسالہ ہفت زبان، جوہر آبرو، گوہر آبرو، بحر الفیوض وغیرہ۔[1]

(۵۲) مولانا اظہر | خواجہ میر علی تبریزی کے ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ ان کا لقب "استاذ الاساتذہ" ہے خط نستعلیق کے مشہور و معروف خوشنویس تھے اور آفاق گیر شہرت کے مالک حکیم جعفر سے ایک مدت تک علم حاصل کیا اور کثرتِ مشق سے خط کو درجۂ کمال پر پہنچایا۔ تبریز، خراسان، ہرات، کرمان، اصفہان، شیراز، بصرہ، بغداد، حلب، شام اور مکہ معظمہ میں ان کے خط کی بڑی شہرت و قدر تھی نیز ان مقامات کے بہت لوگوں نے ان سے تلمذ کا شرف حاصل کیا جن میں سے بہت سے اصحاب درجۂ استادی کو پہنچے۔ ان کی شانِ خط میں ایک خاص بانکپن تھا۔ ۸۸۰ھ میں انتقال ہوا۔[2]

(۵۳) سید اعجاز رقم خاں | تذکرہ خوشنویسان میں اسی نام سے حال درج ہے۔ یقیناً یہ صاحب شمس الدین اعجاز رقم کے علاوہ ہیں۔ ان کو صاحب تذکرۂ مذکور نے صاحب کمال خوشنویس اور سرِ دفتر نکتہ دران زمانہ تسلیم کیا ہے اور آقا عبدالرشید کی روش پر بہترین نستعلیق نگار، تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی ان کا زمانۂ حیات ہے اور لکھنؤ وطن۔ منشی شمس الدین اعجاز رقم بھی

---

[1] سوانح عمری سید اصغر علی آبرو۔ [2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۴۰ [3] ت۔ م۔ د۔ م صفحہ ۱۷

لکھنؤ کے تھے۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ ممکن یہ بھی ہے کہ ایک ہی صاحب کا ذکر دو نام سے ہوا ہو[1]

(۵۴) شاہ اعزالدین | نام۔ اول نہایت خوشحال و فارغ البال تھے مگر آخر عمر میں تارک الدنیا ہو گئے تھے شاہ ناصر کے مرید ہو کر بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں گذار دی۔ اور درویش مرتاض مانے جاتے تھے خفی و جلی آقا عبدالرشید کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ دہلی کے دور شاہ گردی میں آپ قائد موصوف کی بہت سی مشقیں ان کو بہت سستے داموں میسر آگئیں اُن سے فائدہ اُٹھا کر کمال حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں بہت سے اہل دولت بھی تھے، تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی کے مشہور خوشنویس گذرے ہیں[2] انہوں نے اصولِ خوشنویسی پر ایک تصنیف بھی چھوڑی ہے۔ جس کا نام فیض پر ہے اُس کے قلمی نسخے نظام لائبریری حیدرآباد اور پٹنہ لائبریری میں ہیں۔

(۵۵) افضل حسین | نام عہدِ محمد شاہ کے خوشنویسِ نستعلیق تھے اور میر منو پسر عماد الدولہ قمر الدین خان وزیر اعظم کے استاد۔ ان کی ایک وصلی بخطِ نستعلیق جلی۔ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے[3]

(۵۶) اکبر علی عرف محمد اکبر | نام ابن کفایت خاں۔ اپنے خاندانِ خوشنویسی کے مونس ہیں انھوں نے متعدد ترمیمات کر کے خطِ نستعلیق و شکستہ میں ایک خاص دلکشی پیدا کر دی نزاکت کے لحاظ سے ان کی وصلی بنفشہ انظار گل و سنبل وریحاں کی چمن زار اور نفاست کی باغ و بہار ہوتی تھی۔ اس کے باوجود جوڑ بند اور الفاظ و عبارت کی کرسی و استخوان بندی بہت مضبوط و نظر فریب، تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی کے خوشنویس ہیں[4]

(۵۷) مولوی الٰہی بخش | نام۔ اور رام پور وطن۔ لفظ خوشنویس ان کے نام کا جزو بن گیا تھا۔ بہت اچھا لکھتے تھے میر عوض علی کے شاگرد تھے[5]

(۵۸) خلیفہ امام الدین | نام، خلف غلام مجتبیٰ خاں عزیز۔ خطِ نسخ و شکستہ دونوں بہت بہتر لکھتے تھے شکستہ میں رائے پریم ناتھ کی وضع کے متبع تھے اور غالباً انھیں کے شاگرد تھے خطِ نسخ میں عباد اللہ خاں برادر زادہ قاضی عصمت اللہ خاں سے استفادہ کیا تھا۔ تیر اندازی میں بھی کمال حاصل تھا[6]

(۵۹) امام بخش | نام۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی ایک وصلی فلش لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص ۹۷ — [3] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۰۷ — [5] تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۸۰۔

[2] ایضاً ۹۳۶ — [4] تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۸۰ — [6] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۱۴

خط کی شان سے اُستادی ظاہر ہے[۱]

(۶۰) امام بیردی | ان کا نام مولوی ظفر حسن مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم نے امام وردی لکھا ہے اور مسکن لاہور نیز ایرانی النسل بتایا ہے اور سولہویں صدی عیسوی ان کا زمانۂ حیات قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۶ فہرست مذکور۔ ان کی ایک وصلی میوزیم میں بھی محفوظ ہے اور ایک وصلی لٹن لائبریری علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات میں جس کا عکس نمبر ۴۴ پر دیا جاتا ہے۔ خط سے شان استادی صاف ظاہر ہے۔ بیردی سے کیا مراد ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ڈاکٹر آرزو نے "فہرست نمائش مخطوطات" میں ان کو گیارہویں صدی ہجری مطابق سولہویں صدی عیسوی کا خوشنویس کہا ہے[۲]

(۶۱) میر امام علی | نام، خلف خلیفہ امام الدین۔ سید صحیح النسب تھے اور با علم و فضل۔ علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی خط نسخ کے استاد تھے اور اپنے والد کے شاگرد و قاضی عصمت اللہ خان کی طرز پر اچھا لکھتے تھے۔ بادشاہ ظفر کے خوشنویسوں میں منسلک تھے۔ تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا[۳]۔ مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم نے ان کو رضوی لکھا ہے۔ اور ان کی قلمی وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۶۲) شیخ امام علی اسدی | نام، نارنول کے رہنے والے تھے۔ ان کی قلمی متعدد کتابیں راقم الحروف کے کتب خانہ میں موجود ہیں نسخ و نستعلیق دونوں خط اچھے ہیں مستقلاً جے پور میں قیام تھا گھوڑوں کی سوداگری کے سلسلہ میں سندھ وغیرہ دور دراز مقامات پر جہاں جاتے اور جو کمیاب یا نایاب کتاب نظر پڑتی اس کی نقل کرلاتے تھے بہت سی کتابوں پر ایسے نوٹ درج ہیں۔

(۶۳) امۃ العزیز ساجدہ | ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۶۴) امۃ اللطیف | ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۶۵) امۃ المتین ثریا | ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۶۶) خلیفہ امر اللہ | نام، میر علی تقی کے شاگرد ہیں اور انہیں کی طرز پر خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے[۴]

---

[۱] فہرست نمائش مخطوطات لٹن لائبریری علی گڑھ ص - ۲۵
[۲] ایضاً
[۳] تحقیقات ماہر۔
[۴] تحقیقات ماہر۔

(۶۷) راجہ امید سنگھ | نام، رائے پریم ناتھ کے شاگرد تھے اور اُن کی طرز پر خطِ شکستہ بہت خوب لکھتے تھے۔[۱]

(۶۸) منشی امیراللہ تسلیم | امیراللہ نام، تسلیم تخلص۔ ابن مولوی شیخ عبدالصمد ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے بعد تحصیل علوم پندرہ سال کی عمر میں شاہی پلٹن میں ملازم ہوگئے مگر طلبہ کو تعلیم بھی دیتے رہے۔ خوشنویس ہونے کے باعث مطبع مصطفائی لکھنؤ میں کاپی نویسی بھی شروع کردی، وہیں حضرت نسیم سے نیاز و شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ فوجی ناقابلیت کے باعث جب فوج توڑ دی گئی اور یہ بیروزگار ہوگئے تو نواب واجد علی شاہ والی اودھ کو درخواست دی وہاں سے حکم صادر ہوا:-

اے تسلیم اے خوشنویس اے خوش گو	ہر دو فن می کنی و ہر دو نکو
اسم تو مندرج بدفتر شد	بست وده روپیہ مقرر شد

بعد غدر بحالتِ پریشانی رام پور پہنچے، اور ولیعہد ریاست نواب کلب علی خاں تک بوجہ شاعری رسائی ہوگئی۔ کچھ عرصہ اطمینان سے زندگی بسر کی پھر بخشی لوچن سنگھ نے لکھنؤ بلوالیا، اور مطبع منشی نولکشور میں کتابت کرنے لگے جب نواب کلب علی خاں سریرآرائے رام پور ہوئے تو وہاں بلوائے گئے، اور مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ قلیل آمدنی میں فاقہ سے بسر کرتے تھے، ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔[۲]

(۶۹) شاہ امیر خاں | نام، نواب مرید خاں کے پوتے۔ جامع کمالات وصاحب ثروت و دولت تھے، خطِ شکستہ و تعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ روش خط میں درایت خاں کے پیرو تھے۔[۳]

(۷۰) امیر شاہی | سبزوار کے رہنے والے تھے۔ شاہی تخلص تھا اور جمال الدین لقب، نغز گو شاعر اور خطِ نستعلیق کے باکمال اُستاد تھے، مکارمِ اخلاق سے آراستہ اور علم و ہنر میں صاحبِ مرتبہ، شاہانِ وقت کے انعام و اکرام سے خوب متمتع ہوتے تھے آخر میں سلطان بایسنغر کے مقربین میں تھے سلطان نے چاہا کہ شاہی تخلص اُس کے لئے چھوڑ دیں مگر انھوں نے منظور نہ کیا حتیٰ کہ دربار سے تعلق قطع کرلیا ۸۵۷ھ م ۱۴۵۳ء میں انتقال ہوا۔[۴]

(۷۱) باباشاہ اصفہانی | رئیس الامرا، دانشمند بلند پایہ اور خوشنویس یگانہ تھے، میر علی ہراتی سے اصلاح لی اور استادانِ فن میں شمار ہوئے، رسالہ "تعلیمیہ" کا مصنف کہتا ہے کہ "میں نے ۹۹۵ھ ۱۵۸۶ء میں بمقام اصفہان باباشاہ سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور اُن کا خط دیکھ کر حیران ہوگیا۔" ان کے زمانے میں ان کی ثانی خط کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

---

[۱] تحقیقات امیر۔
[۲] تذکرہ کاملانِ رام پور صفحہ ۶۲ و ہزو جر شاہان اودھ۔
[۳] تذکرہ خوشنویساں۔
[۴] پیدائشِ خط و خطاطان صفحہ ۱۲۰۔

باباشاہ نے فنِ خطاطی کے متعلق ایک منظوم رسالہ بھی لکھا ہے جس کے تین شعر یہ ہیں:۔

از واضعِ خطِ نسخ تعلیق — بشنو سخنے ز روئے تحقیق

بالائے الف سہ نقطہ باید — اما بہمہ قلم کہ آید

یک نقطہ بس است گردنِ ہا — شش نقطہ در انتہائی تن با

پہلے شعر سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ یہ خود موجدِ خطِ نستعلیق ہیں، مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ خواجہ میر علی تبریزی کا زمانہ ان سے بہت پہلے ہے۔ باباشاہ کا انتقال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۴ء میں ہوا۔ مزار مشہد میں ہے۔ بہت لوگوں نے ان سے یہ فن سیکھا۔[1]

(۷۲) بادشاہ بیگم | نام، خفی تخلص۔ چھوٹی بیگم کی بیٹی۔ جس کا ڈیرہ دلی میں یوسف والیوں کے نام سے مشہور تھا۔ مؤلف "تذکرۃ النسا" کے ان کی نسبت یہ الفاظ ہیں:۔

"زبان انگریزی سے بہرہ ور اور فارسی خوانی و خوش خطی میں صاحبِ ہنر ہیں۔ میں نے ان کے ہاتھ کی تحریر خط انگریزی و فارسی جلی قلم کی دیکھی ہے۔ سبحان اللہ خوب لکھتی ہیں۔ خاص خاص مردوں کو اصلاح بھی دیتی ہیں۔"[2]

(۷۳) بادشاہ خاتون | قطب الدین محمد سلطان کرمان کی بیٹی تھیں اور خوشنویس و عالم و فاضل شاہزادی۔ اپنی بسر اوقات قرآن مجید کی اجرتِ کتابت سے زیادہ تر کرتی تھیں۔ مگر جب باپ کے بعد زیب دہ چینِ سلطنت ہوئیں تو اربابِ فضل و کرم کو نہال کر دیا۔[3]

(۷۴) ملا باقر کشمیری | عہد شاہجہاں کے تعلیق و نستعلیق اور شکستہ کے اچھے خوشنویس تھے۔[4]

(۷۵) منشی بالک رام | نام۔ گر تخلص۔ لکھنؤ کے باشندہ تھے اور منشی رحمت اللہ رعد کے نامی پریس واقع کانپور کے مشہور کاپی نگار خوشنویس تھے۔[5]

(۷۶) سلطان بایسنغر میرزا | نام۔ امیر شاہرخ مرزا خلف امیر تیمور صاحبقراں کے بیٹے تھے۔ چھ قسم کے خطوط بہترین لکھتے تھے۔ اور اپنے زمانہ کے شہرۂ آفاق خوشنویس تھے۔ ہنرمندی و ہنر نوازی میں بھی ان کی بڑی شہرت تھی۔ شاعری خوشنویسی کو ان کے عہد میں بہت فروغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ چالیس کاتب ان کے دربار سے وابستہ تھے جو کلام اللہ شریف اور عربی و فارسی و ترکی کی کتابیں لکھا کرتے تھے اور ان سب کے افسر مولانا جعفر تبریزی تھے۔ خسرو پرویز بادشاہِ ایران کے بعد بایسنغر میرزا سے زیادہ کسی حکمراں نے دادِ عیش نہیں

---

[1] پیدائشِ خط و خطاطان صفحہ ۱۲۔ [2] تذکرۃ النساء صفحہ ۹۔ [3] تذکرۃ النساء صفحہ ۲۰۔ [4] تحقیقات ماہر۔ [5] تحقیقات ماہر۔

دی۔ عربی و فارسی و ترکی میں شعر بھی کہتے تھے، یہ شعر بھی انہیں کا ہے۔

گدائے کوئے او شد بایسنغر　　گدائے کوئے خوباں بادشاہ ست

۱۲۳۴ھ میں انتقال ہوا۔[1] ان کا قلمی ایک قرآن مجید لٹن لائبریری علی گڑھ کے شعبۂ نمائش مخطوطات میں محفوظ ہے۔

(۷۷) رائے بچولال تمکین | ملاحظہ ہوں حالات مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد۔

(۷۸) خلیفہ بخش اللہ | میرزا محمد علی ابن میرزا خیر اللہ فرماں نویس لکھنؤ کے شاگرد تھے اور نستعلیق و شکستہ میں درجۂ استادی حاصل تھا۔[2]

(۷۹) بدرالدین علی خاں مرصع رقم | بدرالدین علی خاں نام اور مرصع رقم خطاب۔ نہایت ذہین و طباع اور باعلم و ہنر تھے۔ چودہ قسم کے خطوط بہترین لکھتے تھے مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی، مہرکنی میں ایسا کمال تھا کہ ان کے معاصرین میں سے کوئی شخص ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی کی بے نظیر مہریں کھودتے اور دریبہ کلاں دہلی میں اپنے مکان پر کام کرتے تھے، دور دور ان کے اس فن کا شہرہ تھا۔ خوشنویسانِ عصر کی وصلیاں بڑی بڑی قیمت دے کر خریدتے تھے اور ان سے بصیرت حاصل کرکے اپنے فن کو ترقی دیتے تھے، آقا عبدالرشید کی وصلیوں کا کثیر سرمایہ ان کے پاس تھا، انہیں بجائے استاد تصور کرتے تھے۔ تیرھویں صدی ہجری مطابق اٹھارھویں صدی عیسوی کے مایۂ ناز خوشنویس تھے۔[3]

(۸۰) بدیع الزماں عباسی | علی رضا عباسی خوشنویس کے فرزند تھے فارغ التحصیل ہونے کے بعد خوشنویسی کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فن اپنے والد ماجد سے سیکھ کر بہت تھوڑے عرصہ میں کمال حاصل کرلیا۔ چنانچہ ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی ان کے مرتبے کو نہ پہنچتا تھا۔ شاعر بھی اچھے تھے۔ عین عالم شباب میں وفات پائی۔[4]

(۸۱) قاری کرنل۔ بسم اللہ بیگ "مصحف رقم" ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۸۲) حافظ۔ بقا اللہ | نام، ابن حافظ ابراہیم خوشنویس دہلوی۔ اپنے والد کے شاگرد اور مسلم الثبوت استاد خوشنویس تھے ان کے خط میں بھی وہی شان تھی جو ان کے والد کے خط کی تھی شاہزادوں کے استاد خوشنویسی تھے اور قلعہ معلی میں رہتے تھے ۱۲۳۰ھ م ۱۸۱۴ء میں انتقال ہوا۔[5]

---

[1] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۴۰۔　[3] تذکرہ خوش نویسان صفحہ ۴۰۔

[2] تحقیقات ماہر۔　[4] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۴۱　[5] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۶

(۹۴) میر بندہ علی | نام، نواب احمد علی لکھنوی کے شاگرد اور منشی ہادی علی خوش نویس کے معاصر تھے۔ ان کے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا تھا۔ مگر انھوں نے اس نقص کو ہنر بنا دیا یعنی رعشہ کی کیفیت کو اپنی تحریر میں اس خوبی سے ظاہر کیا ہے کہ وہ فن کی ایک شان بن گئی۔ اسی لئے ان کو "مرتعش رقم" کا خطاب تھا۔ نسخ و نستعلیق کے بہترین خوشنویس بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کے مبصر فن بھی۔ ان کی قلمی تین وصلیاں لٹن لائبریری علیگڑھ کے شعبہ مخطوطات میں۔ راقم الحروف نے دیکھی ہیں۔ کیفیت رعشہ کو حروف میں اس طرح ظاہر کیا ہے کہ حرفوں میں لہریں پڑ گئی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وصلی پر قلم رکھنے کے بعد ویسی ہی قدرت و قوت ہے جیسی کہ تندرست خوشنویس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان کی بصیرتِ فن کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک موقع پر یہ، منشی ہادی علی، منشی محمد یحیٰی اور اور بھی خوشنویس مثل منشی عبدالحی سندیلوی وغیرہ موجود تھے کسی شخص نے خط نسخ کا ایک کتبہ دکھایا کہ یہ یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا ہے اور میں اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ کتبہ نہایت نفیس و اعلیٰ تھا۔ اس لئے ہر شخص نے خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر منشی ہادی علی نے کہا کہ ایک روز کے لئے میرے پاس اس کو چھوڑ دو۔ میں یاقوت کے خط سے اس کو ملا کر دیکھ لوں۔ میرے پاس اس کے بہت سے کتبے ہیں تاکہ اطمینان ہو جائے۔ چنانچہ انہیں دیدیا گیا۔ دوسرے دن جب یہ سب صاحبان پھر جمع ہوئے تو منشی ہادی علی نے ویسی ہی دوسری وصلی پیش کر کے کہا کہ وہ وصلی واقعی یاقوت کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ دوسری وصلی اسی مضمون کی اس کی لکھی ہوئی میرے پاس نکل آئی۔ دیگر حاضرین نے تو یہ بات مان لی مگر میر بندہ علی نے بعد غور مسکرا کر کہا۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ اس پر منشی ہادی علی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں۔ بات بڑھی اور فریقین میں سخت گفتگو ہونے لگی۔ میر صاحب نے کہا کہ بلا شک یہ دوسری وصلی یاقوت کی نہیں ہے منشی ہادی علی اور ان کے طرفداروں نے ثبوت طلب کیا تو میر صاحب نے بعد غور مزید ایک واؤ بتایا کہ دیکھئے یاقوت کے واؤ سے یہ کس قدر مختلف ہے۔ اب حاضرین کو تمجود تھے کہ منشی ہادی علی صاحب نے وصلی کے ایک کونے پر سے ذرا سا کاغذ پھاڑ کر دکھایا جس پر ان کا نام درج تھا۔ تب حاضرین نے تسلیم کیا کہ یہ منشی صاحب ہی کی کارگذاری ہے۔ انھوں نے رات بھر میں بجنسہٖ نقل کر ڈالی۔ سب نے منشی صاحب کی تعریف کی اور انھوں نے میر صاحب کی بصیرت کی داد دی۔[1]

(۹۵) ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر | مغلیہ سلطنت کا آخری تاجدار، نسخ و نستعلیق کا ماہر خوشنویس و مبصر خط میں ایک خاص شان اور آن بان تھی طغرے بھی خوب خوب

---

[1] گذشتہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۱۔

لکھتے تھے اور عجیب عجیب دلکش جدتیں اور نفیس ترین ترکیبیں استعمال کرتے تھے میر جلال الدین حیدر مرصع رقم کے شاگرد تھے. شاہزادوں اور شاہزادیوں کو خود اصلاح دیتے تھے. شائقین خط ان کے کتبات بصد تمنا حاصل کرتے تھے چنانچہ غالب منشی جواہر سنگھ جوہر کو لکھتے ہیں:-

"قطعے جو تمہیں مطلوب تھے اُن کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے میں تم سے کہہ نہیں سکتا. تری کوشش نہیں، روپیہ خرچ کیا. پندرہ روپئے جو تم نے بھیجے تھے وہ اور بیس تیس اور صرف کئے. پانچ پانچ اور چار چار روپئے اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لئے اور غزلیں، خریدیں روپئے جدا دئے اور غزلوں میں روپئے جدا لگائے. دو تین بار حکیم صاحب (غالباً حکیم احسن اللہ خاں) کے پاس کئی بار جا کر حضور والا بادشاہ ظفر کا قطعہ نایاب دو ڈھائی. بہر صورت بہادر (غالباً دارابخت) کے دستخطی قطعے کے واسطے یقین ہو کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آجائے اور بعد اس قطعے کے آنے کے وہ سب یکجا کر کے تمہارے پاس بھیج دیں گے."

غدر ۱۸۵۷ء کے جھکڑنے اس مراج سلطنت کو گل کر دیا اور رنگون کے قید خانے میں مغلیہ چراغ کو باد اجل نے ہمیشہ کے لئے بجھا دیا اگرچہ سلطنت مغلیہ شاہ عالم ثانی پر ختم ہو چکی تھی اور یہ مقولہ زبان زد عام تھا:-

"حکومت شاہ عالم از دہلی تا پالم" تاہم قلعہ معلّٰی کی عظمت و روایات بہادر شاہ کے دم سے قائم تھیں جن آنکھوں نے اس شاہ شطرنج کی بساط سلطنت دیکھی تھی اُن سے حالات پوچھنے پر اُن کی زبان نہیں بلکہ پرنم آنکھیں جواب دیتی تھیں. مقید شاہ اور معزول و نظر بند وزیر کا یہ واقعہ عبرت انگیز و بیخ افزا ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کے غدر کا ڈرامہ بہادر شاہ کی گرفتاری پر ختم ہوا اور اُنکو قید کر کے دہلی سے رنگون روانہ کیا گیا تو کلکتہ پہنچ کر سفر جہاز شروع ہوا وہ مٹیا برج کے ساحل پر ٹھیرا تو نظر بند وزیر شاہ اودھ واجد علی شاہ اختر مقید بادشاہ دہلی ظفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور بحیثیت وزیر سلطنت مغلیہ آداب سلطنت کے مطابق جھک کر سلام عرض کیا اور نذر پیش کی تو مجسمۂ یاس و حسرت اور بدنصیبی کی شکل ابو ظفر مفتح نے یہ کہہ کر نذر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ "بھائی اب میں شاہ نہیں انگریزوں کا قیدی ہوں نذر قبول کر دوں تو تمہیں خلعت و سرپیچ کہاں سے دوں. خیر یہ تسبیح دیتا ہوں فقیر کا تبرک سمجھ کر قبول کرو."

واجد علی شاہ نے تسبیح لے کر حسب قاعدہ تین سلام عرض کئے اور دونوں ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے.

زینت محل متصل فراشخانہ اور حکیم احسن اللہ خاں کے حمام واقعہ محلہ سرکیگران کے کتبے اسی شاہ خوش نویس کے لکھے ہیں.[1]

ظفر کے متعدد خوشنویس شاگرد بھی تھے اور مرید بھی. ہر مرید کو تین روپیہ ماہوار وظیفہ بھی ملتا تھا. ظفر کی تین وصلیاں دہلی

---

[1] تحقیقات ماہر - نیز خود ہندی-

میوزیم میں محفوظ ہیں[1] ایک کا عکس نمبرہ د پر ملاحظہ کیجیے۔

(۸۵) مولوی سید بہادر علی | نام مولوی سید جمال علی کے فرزند ارجمند۔ مولد و وطن رام پور۔ عربی و فارسی کی تکمیل کی تھی اور خط نسخ کے خوشنویس۔ ان کے قلمی قرآن شریف متعدد مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ رام پور میں اُن سے فن خوشنویسی میں بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ نواب سید محمد سعید خاں کے ندما میں تھے پچاس برس کی عمر میں انتقال ہوا[2]۔

(۸۶) منشی بہاری لال | نام۔ سارسُت برہمن اور فن خوشنویسی میں میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ جے پور ریذیڈنسی میں میر منشی رہے پھر ریاست جے پور میں ملازم ہو گئے۔ یہاں بہت لوگوں نے ان سے خوشنویسی سیکھی جن میں منشی پنالال، منشی ہیرالال اور شیخ احسان علی باکمال استادانِ فن ہوئے۔ منشی ہیرالال نے لفظ "بخشاید ش" اُن کی تاریخ وفات کہی اس طرح عیسوی سنہ وفات ۱۸۶۶ یا ۱۸۶۷ قرار پاتا ہے[3] ان کی وصلی کا نمونہ نمبر ۱۲۳ پر ملاحظہ کیجیے۔

(۸۷) بہاری لال | نام، مشتاق تخلص ولد رائے من بھاون لال کایستھ ماتھر۔ دہلی میں ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے شعر و سخن میں مرزا غالب کے شاگرد تھے اور خوشنویسی میں مرزا عباد اللہ بیگ کے۔ "اکمل الاخبار" کے ایڈیٹر اور کاتب بھی رہے۔ بوجہ خوشنویسی مرزا غالب ان سے اکثر خطوط لکھواتے تھے۔ "اردوئے معلی" کی تسوید میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اوسط درجے کے خوشنویس تھے[4]۔

(۸۸) بہرام مرزا | نام، شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہِ ایران کے فرزند مختلف علوم و فنون میں مہارتِ تام حاصل تھی۔ خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے[5]۔ ڈھائی سال خراسان کے فرمانروا رہے۔ علما و فضلا و شعرا و ادبا نیز خوشنویسوں کے قدردان تھے۔ بعالم شباب ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء میں انتقال ہوا[5]۔

(۸۹) اُستاد بہزاد | نویں صدی ہجری مطابق پندرہویں صدی عیسوی کا بے مثل و بے عدیل مصور۔ بہت سے فنون میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ نقاشی و طلاکاری میں بھی اپنا جواب آپ تھا۔ اس کی بنائی ہوئی تصاویر اعلیٰ تصانیف کی زینت ہیں چنانچہ ایک تصویر کا عکس، کتاب "پیدائش خط و خطاطان" کے صفحہ ۲۸۴ پر طبع ہوا ہے جو سلطنتِ ایران کے کتب خانے سے حاصل کی گئی تھی۔ سلطان حسین بایقرا گورگانی اور شاہ اسمٰعیل اول صفوی کی خدمت میں مدتوں رہا۔ خط کی مشق پیر سید احمد مشہدی سے کر کے نسخ و نستعلیق میں

---

[1] ت۔ م۔ د۔ م ص۔
[2] تذکرہ کاملان رام پور ص ۸۶۔
[3] طغرا ہائے نستعلیق ص
[4] تذکرہ اکبر الشعرائے ہند
[5] پیدائش خط و خطاطان ص

اپنی ذاتی کوشش سے کمال حاصل کیا۔ اور دنیا میں اپنے بہت سے نقوش بدیع چھوڑ گیا۔[1]

(۹۰) شاہزادہ پرویز | یہ شہنشاہ جہانگیر کے فرزند دوم تھے، کتابت قرآن مجید میں اپنی عمر صرف کر دی خط نسخ کے عمدہ خوشنویس تھے، بمقام برہان پور ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا۔[2]

(۹۱) کنور پریم کشور | نام، راجہ جگل کشور کے پوتے تھے۔ خلیق، بامروت جوان رعنا اور شاعر خوش بیان۔ فراقی تخلص تھا۔ بذلہ سنج و لطیفہ گو۔ خط شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے اور رائے پریم ناتھ کی وضع پر بہت اچھا لکھتے تھے، ان کی متعدد قلمی کتابیں مثلاً کلیات کلیم اور شاہجہاں نامہ وغیرہ نادر مخطوطات میں شمار ہوتی ہیں۔[3]

(۹۲) رائے پریم ناتھ | نام، نسباً کھتری تھے۔ ان کے بزرگ شاہ عالم ثانی کی سرکار میں ذی اقتدار و با اختیار عہدہ دار رہے، اول نواب مرید خاں کی روش پر خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے پھر نستعلیق کا شوق ہوا مگر اس میں کسی قابل نہ ہو سکے، البتہ شکستہ کے استاد مانے جاتے تھے۔ شاعر بھی تھے آرام تخلص کرتے تھے آخر عمر میں بندرابن میں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں انتقال ہوا۔[4]

(۹۳) منشی پنا لال | نام، نسباً بھارگو برہمن۔ ناظم تخلص منشی رام جیون لال کے خلف اکبر اور منشی بہاری لال شاگرد میر پنجہ کش کے شاگرد خوشنویس تھے۔ مولانا رشید الدین فائز سے تعلیم حاصل کی اور انہیں سے شعر و سخن میں تلمذ تھا۔ فارسی کے عالم تھے ریاست جے پور میں ناظم (کلکٹر) رہ کر پنشن لی۔ متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔ تمام عمر مشق جاری رکھی نستعلیق بہت بہتر لکھتے تھے۔ کمال یہ تھا کہ بلا مسطر بسکن قلم برداشتہ لکھتے تھے اور کوئی حرف جدول سے خارج یا کم نہ رہتا تھا قاعی کرسی میں بڑا ملکہ تھا۔ بہت لوگوں نے ان سے جے پور میں استفادہ کیا۔[5] خط کا نمونہ نمبر ۲۶ پر ملاحظہ ہو۔

(۹۴) خواجہ تاج سلیمانی | یہ ہفت قلم خوشنویس تھے اور ساتوں خط یعنی عربی اور فارسی۔ ثلث وغیرہ اور تعلیق میں برابر کی شان استادی تھی متقدمین خوشنویسوں میں بہت بلند مرتبہ تھے[6] ایک قول کے مطابق ان کو خط تعلیق کا موجد کہا جاتا ہے۔

(۹۵) تحمل حسین خاں | نام تفضل حسین خاں کشمیری کے فرزند علم و ہنر سے آراستہ۔ خط نستعلیق میں حافظ نور اللہ

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص ۳۰۔ [2] تذکرہ شعرائے ہند ص ۲۹۴، گلشن بے خار ص ۱۱۶۔ [3] تذکرہ شعرائے جے پور۔
[4] تحقیقات ماہر۔ [5] تذکرہ خوشنویسان ذخیرہ جاوید۔ [6] انشائے ابوالفضل دفتر سوم ص ۳۹۔

اور حافظ ابراہیم کے شاگرد تھے اور استاد کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ لکھنؤ میں قیام تھا اور اپنی جاگیر کی آمدنی پر قانع تھے ۱۲۲۶ھ یا ۱۸۱۱ء میں انتقال ہوا۔ مفصل حال تاریخ ہند مرتبہ مسٹر الیٹ کے صفحہ ۴۱۲ جلد ششم پر درج ہے۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے[1]

(۹۶) **تفضل حسین خاں** نام۔ عربی و فارسی کے عالم اور منطق و ریاضی کے ماہر تھے اور سید انشا شاعر کے معاصر اول۔ شہزادگان لکھنؤ کے معلم رہے پھر ترقی کر کے نواب سعادت علی خاں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ کشمیری الاصل تھے شکستہ اور تعلیق میر علی نقی کی طرز پر خوب لکھتے تھے۔ خلیق و دانا اور سلیقہ مند ہستی تھے۔ انگریزوں کی سفارش پر نواب آصف الدولہ کی سرکار کے نائب اور نواب سعادت علی خاں کے وکیل مقرر ہو کر لکھنؤ سے کلکتہ چلے گئے[2]

(۹۷) **راجہ ٹوڈرمل** نام۔ نسباً کھتری۔ خطاط چابکدست شکستہ و تعلیق کے استاد وقت تھے مظفر علی خاں کے وسیلہ سے اکبر تک رسائی ہوئی اور اکبری نورتنوں میں شمار ہوئے۔ نہایت لائق و فائق ذی علم و استعداد ہستی تھے ستر٘ہ سال وزیر مال رہے میر فتح اللہ کے بعد حساب دانی میں انہیں کا مرتبہ تھا۔ بندوبست آراضی کا پورا قانون میر فتح اللہ کے مشورے سے انہیں نے مرتب کیا تھا جس پر تمام ہندوستان میں کم و بیش آج تک عمل درآمد ہے خوشنویسی کے ساتھ زود نگار بھی تھے ۹۹۸ھ یا ۱۵۹۰ء میں انتقال ہوا[3]

(۹۸) **مولانا جعفر تبریزی** خواجہ میر علی تبریزی کے شاگرد اور سلطان بایسنغر مرزا کے درباری خوشنویسوں کے افسر اور مشہور آفاق استاد خوشنویس تھے۔ ان کے شاگردوں یہ کے تبعین میں بہت لوگ عمدہ خوشنویس ہوئے ۸۳۵ھ یا ۱۴۳۲ء تک حیات تھے[4]

(۹۹) **پنڈت جگناتھ** عہد اکبری کے پہلے خوشنویس ہیں جنہوں نے ہندی قلموں کو فروغ دیا اور [illegible] پیدا کی[5]

(۱۰۰) **میر جلال الدین حیدر** نام۔ خلف میر امام علی۔ اپنے والد کی طرز پر نسخ بہت اچھا لکھتے تھے اور نستعلیق میں بھی درجۂ استادی حاصل تھا۔ بادشاہ ظفر انہیں کے شاگرد تھے۔ "مرصع رقم" کا خطاب تھا۔ خوشنویسانِ شاہی میں ملازم تھے[6] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۱۰۱) **سید جلال الدین عضدی تبریزی** نام۔ امیر مبارز الدین محمد بانی سلطنت آل مظفر کے وزیر تھے۔ سید جلال الدین نے آغوش پدر میں تربیت پائی اور محلہ کے مدرسہ میں تعلیم

---

[1] ن۔م۔ د۔م ص ۱۴ [3] آئین اکبری۔ [5] تحقیقات ماہر

[2] آب حیات ص ۲۰۳۔ [4] ارژنگ چین ص ۱۰۔ [6] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۲۹۔

ابھی زیرِ تعلیم ہی تھے کہ ایک روز یکایک امیر مبارز الدین اشمی مدرسہ میں پہنچ گیا۔ معلم و طلبا نے تعظیم و تکریم کی۔ امیر نے پوچھا "ان بچوں میں سب سے اچھا خط کس کا ہے" معلم نے عرض کیا "جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے" یہ اشارہ تھا سید جلال کی طرف کیونکہ یہ بیحد حسین و جمیل تھے۔ امیر نے ان سے کہا کہ کچھ لکھ کر دکھاؤ۔ سید جلال نے فی البدیہہ حسبِ ذیل قطعہ کملاً نہایت نفیس نستعلیق لکھ کر فوری پیش کیا:۔

چار چیز است کہ در سنگ اگر جمع شود	لعل و یاقوت شود سنگ بدان خارائی
پاکیِ طینت و اصلِ گہر و استعداد	تربیت کردن مہر از فلکِ مینائی
در من ایں ہر سہ صفت ہست ولے می باید	تربیت از تو کہ خورشیدِ جہاں آرائی

امیر یہ اشعار اور شانِ خط دیکھ کر بیحد خوش ہوا معلم کو بھی انعام و اکرام دیا اور سید جلال کو بھی چار ہزار درہم دئے نیز ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی حتیٰ کہ فارغ التحصیل ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کر کے امیر موصوف کے وزیر ہو گئے۔ سلطان بایسنقر مرزا جو خود بھی باکمال خوشنویس تھا ان کا بیحد قدردان تھا۔ مروجۂ وقت جملہ خطوط نہایت نفیس لکھتے تھے چودہویں صدی عیسوی کے آخر میں انتقال ہوا۔[1]

(۱۰۲) جمال الدین فخار شیرازی — اپنے زمانے کے سرآمد خطاطان تھے ثلث و نسخ میں وحید عصر تھے سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں انتقال ہوا۔[2]

(۱۰۳) جہان آرا بیگم — شہنشاہ شاہجہاں کی بڑی لڑکی اور عالمگیر کی بہن۔ خوشخطی میں اس کا مرتبہ استادانہ تھا۔ ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء میں انتقال ہوا حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ میں اسکی قبر ہے جس پر یہ شعر کندہ ہے:۔

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزارِ مرا ۔۔۔ کہ قبر پوش غریباں ہمی گیاہ بس است[3]

(۱۰۴) جہانگیر سلطان — نام؛ ابن امیر تیمور صاحب قراں۔ شاگرد شمارخ خوشنویس و ہنرمند اور صاحب علم و ہنر یعنی در ہفت قلم خوشنویس تھے اور بہت خوب لکھتے تھے [illegible] میں انتقال ہوا۔[4]

(۱۰۵) چندربھان برہمن — نام و تخلص۔ خطِ نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے متبع تھے اور خطِ شکستہ میں کفایت خاں کے دونوں خط اس قدر اچھے لکھتے تھے کہ یکتائے عصر مانے جاتے تھے بہت زیادہ قطعات اپنی یادگار چھوڑے تھے، بقول مصنف "مرأت جہاں نما" [illegible] میں بمقام لکھنؤ انتقال ہوا اور بقول صاحب "تذکرہ شمع انجمن" [illegible] میں۔ مفصل حال موخر الذکر تذکرے کے صفحہ ۹۲ پر درج ہے۔

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص ۱۴۹ [2] پیدائش خط و خطاطان ص ۱۵۱۔ [3] تذکرۃ النساء ص ۲۲ [4] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۲۲۔

(۱۰۶) مرزا حاتم بیگ | نام، خط شکستہ میر غلام علی کی طرز پر خوب لکھتے تھے۔ انشاپرداز و شاعر بھی تھے۔ عالم بہادر شاہ ابن شہنشاہ اورنگ زیب کے میر منشی تھے۔ ان کا ایک شعر بہت مشہور ہے ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء میں زندہ تھے۔[۱]

(۱۰۷) حامد علی | منشی ہادی علی کے شاگرد تھے اور خط نستعلیق کے استاد عبدالحلیم شرر کے معاصر، قیام لکھنؤ میں تھا۔[۲]

(۱۰۸) میاں حبیب اللہ | نام، وطن سندھ تھا۔ سید علی خوشنویس کے شاگرد اور اپنے وقت کے استاد فن تھے۔[۳]

(۱۰۹) میر حبیب اللہ | نام، عہد اورنگ زیب کے خوشنویس تھے اور ان کے خط نستعلیق خفی کا نمونہ بیاض کے صفحہ ۲۴ الف پر درج ہے جو دہلی میوزم میں محفوظ ہے۔[۴]

(۱۱۰) ضیاء الحق حسام الدین چلپی | ان کا اصل نام حسن بن محمد بن حسن بن اخی ترک ہے، ضیاء الحق لقب اور حسام الدین چلپی مشہور ہیں۔ خط نستعلیق کے استاد عصر تھے۔ تذکرہ دولت شاہ کے صفحہ ۱۹۵ پر ان کو مولانا جلال الدین رومی کا مرشد لکھا ہے جن کی عبارت یہ ہے:—

در آخر جناب مولانا روم دست ارادت در دامن تربیت شیخ العارف المحقق چلپی حسام الدین قونیوی زد و مرید او شد۔ و مولانا کتاب مثنوی را باشارات چلپی حسام الدین می گوید۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار
این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
مدتے این مثنوی تاخیر شد
مہلتے بایست تا خون شیر شد

لیکن دوسرے تذکروں میں اس کے برخلاف اندراج ہے، چنانچہ شمس الدین احمد افلاکی اپنی تصنیف "مناقب العارفین" میں مولانا چلپی کو مولانا روم کا مرید خاص اور مددگار با اختصاص تحریر کرتے ہیں۔ مولانا حسام الدین کی وفات بروئے سفینۃ الاولیا صفحہ ۱۰۹، ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء میں ہوئی۔

(۱۱۱) مولانا حسن بنائی ہراتی | باعلم و فضل اور شاعر شیوہ بیان تھے، چونکہ ان کے والد معماری کرتے تھے اس نسبت سے بنائی تخلص کیا۔ خوشنویسی و شاعری میں کمال

۱۔ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۰۹۔
۲۔ گزشتہ مخطوطہ صفحہ ۱۱۹۔
۳۔ اورینٹل میگزین لاہور ماہ فروری ۱۹۳۲ء
۴۔ ف۔ م۔ د۔ م ص ۲۷

ہونے کے علاوہ موسیقی کے بھی کامل تھے۔ مگر طبیعت میں شوخی و ظرافت کے علاوہ پھکڑپن بھی تھا جس کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ ہوا یہ کہ حسین مرزا کا دورِ سلطنت تھا۔ اور اس کا وزیرِ اعظم امیر علی شیر تھا ایک دوکاندار شاہ اسمٰعیل کے لئے زین بنایا کرتا تھا۔ مولانا ایک روز اس کی دوکان پر پہنچے اور کہا "مجھے امیر علی شیر کے لئے ایک پالان چاہیے" یہ بات وزیر کو بھی معلوم ہو گئی تو بخوفِ آبرو وطن چھوڑ بھاگے آخر اس کے معاف کرنے پر واپس وطن آئے مگر ایسی خفیف الحرکاتی کے باعث مستقلاً ترک وطن کرنا پڑا لیکن یہ زحمت ان کے لئے رحمت ہو گئی محمد خاں شیبانی شاہِ ترکستان کے دربار میں پہنچکر ملک الشعرا ہو گئے اور بحیثیت خوشنویس بھی بہت مشہور ہوئے ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء میں انتقال ہوا۔[۱]

(۱۱۲) **سید حسن رضا** | نام و ولد سید حسن شاہ۔ ان کے بزرگ بعہد شہنشاہ ہمایوں مدینہ منورہ سے آکر قصبہ کاکو میں مقیم ہوئے یہ فارسی اور سنسکرت کے عالم تھے۔ انگریزی حکومت میں سررشتہ داری سے ملازمت شروع کی اور ڈپٹی کلکٹری تک ترقی کی پھر رام پور میں تحصیلدار ہو گئے۔ خطِ نسخ بہت اچھا لکھتے تھے۔ ان کے قلمی کلام مجید ان کی یادگار ہیں حسن صورت و سیرت سے آراستہ تھے ۱۹۰۸ء میں بمقام رام پور انتقال ہوا۔[۲]

(۱۱۳) **مولوی سید حسن شاہ** | نام ابن میاں سید شاہ از احفاد حضرت جلال بخاری۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے زبردست عالم اور فاضل جید تھے ٹونک میں نواب وزیر الدولہ کے پاس بھی رہے۔ باوجود عسرت کتابیں خریدنے میں بہت فراخ حوصلہ تھے زیادہ زمانہ حیات رام پور میں گذرا خطِ نسخ میں کمال حاصل تھا جس میں بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ ۲ ربیع صفر ۱۳۱۲ھ مطابق ۲ اگست ۱۸۹۴ء کو رام پور میں انتقال ہوا۔[۲]

(۱۱۴) **ملا حسن علی** | نام و وطن مشہد نستعلیق کے باکمال استاد تھے ابو الفضل علامی نے ان کو میر سید احمد مشہدی اور محمد حسین تبریزی خوشنویسوں کا ہم رتبہ تسلیم کیا ہے اور شہرۂ آفاق خوشنویس لکھا ہے۔[۳]

(۱۱۵) **حسن فصیح** | نام ابن مقلہ کے بھائی تھے اور امیر عضد الدولہ کے استاد تھے چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں

---

[۱] پیدائش خط و خطاطان۔
[۲] تذکرۂ کاملان رام پور صفحہ ۱۰۲۔
[۲] تذکرۂ کاملان رام پور صفحہ ۱۱۰۔
[۳] ابو الفضل دفتر سوم۔

صدی عیسوی کے خطوطِ شش گانہ کے کامل خوشنویس[1] تھے۔

(۱۱۶) حسن مرزبان | نام حسن بن عبداللہ مرزبان جس کا نام بہزاد تھا وہ زرد شتی مذہب ترک کر کے مسلمان ہوا۔ حسن بلند مرتبہ خوشنویس تھے۔ ابن مقلہ کے بعد سب سے پہلے حسن نے حسنِ خط میں شہرت لازوال حاصل کی چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی میں ان کا ہم مرتبہ کوئی خوشنویس نہ تھا۔ خطوطِ شش گانہ میں ابن مقلہ کے پیرو تھے۔ اور حسن فصیح کے معاصر۔ اسی صدی میں ان کا انتقال ہوا[2]۔

(۱۱۷) حسن بن احمد چشتی | نام اکبری عہد کے خطِ عربی کے باکمال خطاط تھے، فتح پور سیکری کے بلند دروازے کے پیش طاق کی محراب کے اوپر اُبھرے ہوئے حروف میں جو عبارتِ عربی کندہ ہے وہ انہیں کا شاہکار ہے[3]۔

(۱۱۸) حسین عبداللہ | کوئی مزید حال معلوم نہ ہو سکا۔ ان کا قلمی خمسۂ نظامی مطلا و مصور تحریر شدہ ۱۰۴۳ھ شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں محفوظ ہے خطِ خفی نستعلیق نہایت مصفا و پختہ اور بارونق ہے۔

(۱۱۹) سید حشمت علی شاہ جمالی | نام، وطن رام پور تھا مگر کانپور میں طبابت کرتے تھے۔ مولانا شاہ محمد منور شاہ جمالی کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔ خطِ نستعلیق خفی و جلی بہترین تھا۔ صفا و شان بہت دلکش تھی آخر عمر میں بوجہ رعشہ مشق چھوڑ دی تھی۔ دس بارہ سال ہوئے کہ راہی ملکِ بقا ہوئے۔

(۱۲۰) شیخ حشمت علی جونپوری | ملاحظہ ہو حال شیخ ممتاز حسین جونپوری۔

(۱۲۱) مولوی حشمت علی | "قادر رقم" ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۱۲۲) میر حیدر حسن زکی | نام و تخلص، اور دوسرا تخلص یکتا تھا۔ اپنے وطن دہلی سے بتلاشِ معاش جے پور جا کر ملازم ہو گئے تھے عالم و فاضل اور زبردست شاعر ہونے کے علاوہ ہفت قلم بہترین خوشنویس بھی تھے۔ خود کہتے ہیں کہ:۔

دُر ہیں غلطاں مری تحریر میں تحریر تو دیکھ   میں نے موتی ہیں پروئے مری تقریر تو دیکھ

روشِ خط آفتابی تھی اور بہترین شانِ خط تھی، جے پور میوزم کے در و دیوار پر ان کے نقوشِ قلم ابھی تو مرتسم ہیں اگرچہ سرکاری و غیر سرکاری بہت سی عمارتوں سے اُن کے کتبے مٹا دئے گئے ہیں۔ بہت لوگوں نے جے پور

---

[1] پیدائش خط و خطاطان۔   [2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۰۶۔   [3] تحقیقات ناہر۔

ہیں ان سے فیض حاصل کیا۔ بیجاپور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت وضعدار اور سنجیدہ قلم تھے۔ اور ساتویں صدی عیسوی کے باکمال لوگوں میں امتیازی شان تھی بیجاپور میں بہت قلیل ماہانہ ملتا تھا۔ شاہ ایران نے کچھ مشاہرہ پر ملک الشعرائی کی عہدہ پر بلایا تو یہ شعر لکھ کر بھیج دیا اور بیجاپور نہ چھوڑا۔[1]

تیرہ کردہ ام من خود نخواہم رفت زیں درگہ   سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

(۱۲۳) میر حیدر کندہ نویس | یاقوت مستعصمی کے باکمال شاگرد تھے۔[2] ابوالفضل علامی نے ان کو سید حیدر رکنہ کر روشناس کیا ہے اور خوشنویسی میں عالمگیر شہرت کا مالک تحریر کیا ہے۔

(۱۲۴) خدایار | نام "مستعجل رقم" خطاب محمد شاہی عہد کے خوشنویس ہیں۔ ان کی ایک وصلی پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی کے پاس محفوظ ہے اور ایک تحریر شدہ بماہ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق جنوری ۱۷۴۶ء بخط نستعلیق کرم خوردہ ہمارے پاس ہے۔ شانِ خط بیحد دیدہ زیب ہے۔ چونکہ یہ وصلی خراب ہو چکی ہے اس لئے اس کا عکس نہیں دیا گیا۔

(۱۲۵) شاہزادہ خسرو | ابن شہنشاہ جہانگیر ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں بمقام دکن انتقال ہوا۔ عربی و فارسی کے ماہر۔ عمدہ انشاپرداز اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس نسخ و نستعلیق تھے۔[3]

(۱۲۶) خلیفہ سلطان | نام حافظ نور اللہ کے شاگرد تھے شبانہ روز محنت کر کے خط نستعلیق میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ از اسباب خاں کے قتل کے بعد جو قریب آگرہ ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء میں ہوا تھا۔ ان کو عروج نصیب ہوا۔ اور رفتہ رفتہ مرتبۂ بلند پر پہنچ گئے۔ مگر یہ ترقی مدارج و حصولِ عیش زمانۂ پیری میں نصیب ہوا۔ شاہجہاں آباد کی سکونت ترک کر کے علی گڑھ میں مسکن گزیں ہوئے اور وہیں انتقال ہوا۔[4]

(۱۲۷) میر خلیل اللہ شاہ | نام سادات عراق عجم سے تھے۔ دکن میں ابراہیم عادل شاہ ثانی (از ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء تا ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبۂ عالی کو پہنچے۔ شہر بیجاپور میں فنِ خوشنویسی میں شہرت کامل حاصل کی۔ شاہ دکن نے اپنی جانب سے حاجب مقرر کر کے انہیں شاہ ایران کے پاس بھیجا۔ شاہ ایران نے ان کی شان میں حسب ذیل رباعی کہی جس سے ان کے مرتبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خورشید عراق از دکن می آید	کان لعل بکان خویشتن می آید
سر دفتر جملہ خوشنویسان جہاں	یعنی کہ خلیل بت شکن می آید

کہتے ہیں کہ انھوں نے جب کتاب "نورس" خوش خط لکھ کر ابراہیم عادل شاہ کے روبرو پیش کی تو بادشاہ بہت خوش

[1] تذکرہ شعرائے بیجاپور۔ [2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۴۱۔ [3] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۹۱۔ [4] تذکرہ خوش نویسان صفحہ ۹۲۔

ہوا اور "بادشاہِ قلم" کا خطاب عطا کیا۔ نیز اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور جملہ وزرا و اعیانِ سلطنت کو حکم دیا کہ سب ان کے ساتھ جائیں اور گھر تک پہنچا کر آئیں۔ ان کے اعزاز میں کسی شاعر نے اُسی زمانے میں یہ قطعۂ تاریخ کہا تھا:۔

شاہِ عالی نسب خلیل اللہ	چوں مسخر نمود ملکِ قلم
پیشِ اُستاد و پیرِ ابراہیم	بادشاہی ستادہ بخیل و حشم
شاہِ عادل کہ از پئے خامہ	شد از دستِ خصم تیغ و علم
از سیاہی کلکِ گلگونش	روسپید است دودانِ قلم
اوستادے کہ گشت از دانش	در حریمِ ہنر چنان محرم
کز صریرِ قلم تولد ساخت	گریہ بر خاست از زبانِ قلم
قلعۂ بُرد از پئے تعلیم	یافت زان قطعہ خسروِ اعظم
کہ بفرمانِ او قلم گردید	شہ ورا خواند بادشاہِ قلم

سالِ تاریخ ایں خجستہ خطاب
شاہ گردید بادشاہِ قلم

کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ان کے خط کا عاشق تھا۔ اُس نے* بہت چاہا کہ ان کا لکھا ہوا حاصل کرے حتیٰ کہ ہزاروں روپیہ لیکر حاضر ہوا۔ مگر کاربرآری نہ ہو سکی۔ آخر ایک عربی گھوڑے کے بدلے ان کی وصلی حاصل کی۔

نورالدین ظہوری ترشیزی المتوفی ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء یا ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء نے ان کا ذکر نہایت رنگین و شگفتہ عبارت میں کیا ہے اور یہ اشعار بھی ان کی تعریف میں لکھے ہیں:۔

مطلع	خامہ می ترسم زدستش سرکشد	ناگہاں خطے بخطہا در کشد
مثنوی	در آرائشِ صفحۂ روزگار	ربایند خطش چو خطِ نگار
	بسر خط نویسی علم زان نمط	کہ رخسارِ خوباں کند مشقِ خط
رباعی	خوشگوئے نہ شد از قلمش ہر کہ شگفت	وز کلکش چہ گہرہائے معانی کہ نسفت
	گر خار نوشت در دلِ خصم خلید	ور گل بنوشت بر رخِ دوست شگفت
دیگر	آنانکہ بجستنِ جواہر ہستند	در عقدِ گہر گذشتہ خطش جستند

* مطابق ۱۶۱۰ء

خطہا ہمہ آب در خراساں از شرم   ورنہ بعرق عراقیاں می شستند

ان کا مفصل حال منتخب التواریخ از ملا بدایونی کی جلد سوم کے صفحہ ۲۶۹ پر اور "مراۃ الخیال" کے صفحہ ۱۱۷ پر درج ہے۔

ان کے قلمی قطعات وغیرہ نواب آصف الدولہ کے کتب خانے میں بکثرت تھے خط میں بیحد نزاکت و نمکینی تھی۔ محمد حسین اور میر علی کی طرز پر خفی و جلی لکھتے تھے لیکن آقا رشید، مرزا محمد علی اور حافظ نور اللہ کے خط کو نہ پہنچ سکے۔[1]

(۱۲۸) **میر خلیل قلندر ہراتی** | نام و سکونت۔ ابتداءً محمد بن اسحق شیبانی سے تعلیم خوشنویسی حاصل کی۔ مگر ذاتی محنت و کوشش سے اور ذہانت و ذکاوت کے باعث رتبۂ استادی حاصل کیا۔ خوبی خط کی شہرت نے شاہ طہماسپ اول صفوی کے دربار میں پہنچایا۔ اس کے بعد ہندوستان آگئے۔ سلاطین مغلیہ نے قدردانی کی اور دربار میں رسوخ پیدا ہو گیا۔ مگر شاہ عباس ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء میں تخت نشین ہوا تو ایران لوٹ گئے۔ اور دربار شاہی میں رسوخ و عروج حاصل کیا۔ میر عماد کے معاصر اور ہم پلہ خوشنویس تھے۔ چنانچہ دونوں میں ہم فنی کی بنا پر چشمک رہتی تھی کہ کس کا خط بہتر ہے۔ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی اور معاملے نے زور پکڑ لیا تو شاہ عباس نے ملا محمد حسین اور علی رضا خوشنویسوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا فیصلہ پیش کریں اس لئے کہ یہ صاحبان علاوہ خوشنویس ہونے کے زبردست مبصر فن بھی تھے مگر انھوں نے غالباً میر خلیل کے حق میں اس لئے فیصلہ دیا کہ بادشاہ میر عماد سے درپردہ ناراض تھا۔ اور خلیل کو پسند کرتا تھا اس کے بعد میر خلیل نے بحیثیت خوشنویس بھی بہت عروج پایا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ سے اجازت لیکر پھر ہندوستان آئے دکن پہنچکر بیمار رہے اور ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء میں انتقال ہو گیا۔[2]

(۱۲۹) **خنجر بیگ چغتائی** | نام، تردی بیگ کے داماد تھے۔ شہنشاہ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے۔ اکبری امرا میں شامل تھے۔ موسیقی و شاعری میں کمال کے ساتھ فن خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا، نیز فنون سپہ گری میں بڑی شہرت تھی خنجر تخلص تھا ایک مثنوی میں بادشاہ وقت کو نصیحت بھی کی ہے۔[3]

(۱۳۰) **مولانا خواجہ محمود** | ابن خواجہ اسحاق نیشاپور وطن۔ تخلص تخلص۔ خواجہ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے، استاد کے خط کی روش ایسی اڑائی تھی کہ فن کے مبصرین کو دونوں کے خط میں فرق بتانا مشکل تھا اور عوام تو ان کے خط کو خواجہ میر علی کا خط سمجھ ہی لیتے تھے۔ لہٰذا اپنی وصلیوں پر ان کا نام لکھ کر لوگوں کو دیدیتے تھے چنانچہ خواجہ تبریزی نے ان کے لئے یہ قطعہ بطور مطائبہ تحریر کیا اور اس کی وصلی لکھ کر ان کو دی:-

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۹۷۔ [2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۹۔ [3] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۲۲۳۔

خواجہ محمود آنکہ یک چندے | بود شاگرد این فقیر حقیر
بہر تعلیم او دلم خوں شد | تا خطش یافت صورت تحریر
در حق او نہ رفتہ تقصیرے | لیک او ہم نمی کند تقصیر
می نویسد ہر آنچہ از بد و نیک | جملہ را می کند بنام فقیر

خواجہ محمود کا قلمی نسخہ "خمسۂ نظامی" اور "ہفت پیکر" برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہیں خواجہ محمود کا ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء کے کچھ بعد انتقال ہوا۔ خوشنویسی میں کمال کے علاوہ موسیقی میں بھی دخل تھا۔ ارغنون خوب بجاتے تھے۔ بخارا سے سمرقند اور وہاں سے بلخ پہنچکر آباد ہوگئے۔ لندن کے علاوہ ایران میں بھی ان کی قلمی "نفحات الانس"۔ اور بانکی پور میں دیوان شاہزادہ کامراں ہے[۱] اور ایک وصلی لٹن لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

(۱۳۱) **حافظ خورشید** | نام، وطن لکھنؤ۔ حافظ نوراللہ کے بھائی اور شاگرد تھے۔ میر عماد کی طرز پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔[۲]

(۱۳۲) **خوشوقت رائے دانگی** | نام، نسباً کھتری، ذی ثروت ولیاقت اور صاحب ہمت رئیس تھے علم و ہنر سے آراستہ اور حسن اخلاق میں مشہور تھے، شاداب تخلص کرتے تھے اور شیخ قیام الدین قائم سے تلمذ تھا میر علی نقی سے شکستہ کی اصلاح لی تھی اور شاہ اعزالدین کے نستعلیق میں شاگرد تھے، آقا رشید اور کفایت خاں کی وصلیاں ہزار ہا روپیہ خرچ کرکے حاصل کی تھیں کہتے ہیں کہ میر علی نقی اور شاہ اعزالدین ان کی سرکار میں بحیثیت خوشنویس ملازم تھے۔[۳]

(۱۳۳) **شاہزادہ دارا بخت** | بہادر شاہ کے ولیعہد تھے اور اچھے خوشنویس نستعلیق خوب لکھتے تھے۔

(۱۳۴) **شاہزادہ دارا شکوہ** | نام، ابن شہنشاہ شاہجہاں۔ باعلم و ہنر اور صاحب تصنیف و تالیف، آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے اور بڑے پایہ کی خوشنویس و خطاط بلکہ آقا رشید کے شاگردوں میں سب سے ممتاز تھے۔ ان کی وصلیاں اہل ذوق بڑی تمناؤں سے حاصل کرتے تھے، آقا رشید کے بعد ہندوستانی خوشنویسوں میں انہیں کا نام لیا جاتا ہے مفصل حالات کتب تواریخ میں درج ہیں اورنگ زیب کے ہاتھوں بماہ اگست ۱۶۵۹ء قتل ہوئے۔[۴]

(۱۳۵) **درایت خاں** | نام، ابن کفایت خاں، ان کا اصل نام عبداللہ ہے مگر جس طرح ان کے والد محمد جعفر کو "کفایت خاں" شاہی خطاب ملنے پر وہ کفایت خاں مشہور ہوئے اور اسی نام سے

---

[۱] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۲۰۰۔ [۲] گذشتہ لکھنؤ۔ [۳] تذکرہ شعرائے ہند ص ۱۲۹۔ [۴] تذکرہ خوشنویسان ص ۹۷۔ وجدید تاریخ ہند

پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کو بھی "عنایت خاں" بادشاہ کا عطیہ خطاب ہے اور اسی نام سے ان کو جانا جاتا ہے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے مگر خوبی خط میں باپ اور دادا سے بڑھ گئے تھے ان کی نسبت صاحبِ "تذکرۂ خوشنویسان" کی حسب ذیل رائے ہے:۔

"خطِ شکستہ بحیثِ طرز ایجاد کردہ نوشت و بمرتبۂ اعلیٰ رسانید و ہرچہ نوشت خوب و پسندیدہ نوشت۔ نزاکت و کرسی بندی و متانت در قلم این ذی فرہنگ از دیگران بیش از بیش است۔ در ایجادِ وضع و اسلوب سحر سامری اختراع فرمود اگر ملا میر علی خطِ شکستہ اش را میدید یا نستعلیق نویسیِ خویش دست می کشید۔ نوشتہ اش گل و ریحان و باغ و بہار ست۔ بر صفحۂ قرطاس گلشنے ست جدید۔ دستخطی از مطلا و مذہب بخط خفی و جلی کہ بنظر فقیر در آمدہ کسے ندیدہ باشد۔"

ایسی ہی رائے "تذکرۂ سلاطین چغتائیہ" کے مصنف کی ہے۔ یہ تیرہویں صدی ہجری کے عشر ثانی مطابق انیسویں صدی کے عشرِ اول یا دوم کے باکمال خوشنویس شکستہ ہیں۔[1] ان کے خط کا نمونہ بیاضِ بختاور خاں کے صفحہ ۳۔ ۵ پر ہے کہ جو دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۱۳۶) راجہ درگا پرشاد | نام مہر تخلص۔ لکھنؤ کے مشہور خوشنویس تھے۔

(۱۳۷) لالہ درگا پرشاد | نام ابن لالہ دیا ناتھ۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کے شاگرد ہیں شکستہ و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، شاعر بھی تھے اور مضطرب تخلص کرتے تھے۔ محمد علی تنہا سے تلمذ تھا۔[2]

(۱۳۸) درویش علی بیگ | نام۔ وطن سندہ، استادِ فن از طائفۂ نقل۔[3]

(۱۳۹) دوست محمد ہراتی | نام۔ صاحبِ علم و فضل اور نسخ و نستعلیق کے باکمال استاد تھے، شاہ طہماسپ کے درباری خوشنویسوں میں شامل تھے، بادشاہ کے حکم سے ایک قرآن مجید لکھا، در انعام پایا۔ گیارہویں صدی ہجری مطابق سترہویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔[4]

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۱۰۰۔
[2] گلشنِ بے خار۔
[3] اورینٹل میگزین لاہور ماہ فروری ۳۵ء
[4] پیدائش خاد خطاطان ص ۱۰۱۔

(۱۴۰) منشی دیبی پرشاد سحر | نام، مصنف "نظم پروین"، "ارژنگ چین" و "تحفۂ خوشنویسی" کے متعلق پڑھا کایستھ، خلف چنی لال اجگر، ساکن موضع متصل سندیلہ۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۳۵ء کو سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ سررشتہ تعلیم میں ملازمت شروع کی اور ترقی کرکے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس ہو گئے۔ مذکورہ تصانیف کے علاوہ "خلاصۃ المنطق"، "معیار الاملا"، "محیط المساحت"، "مرآۃ العالم" اور واسوخت و دیوان سحر بھی ان کی تصانیف ہیں۔ خوشنویسی میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ بعد لینے پنشن کے درس و تدریس کا شغل تھا۔ طلبہ کو کتابت و خوشنویسی سکھاتے تھے۔ سحر تخلص تھا۔[1]

(۱۴۱) سید ذوالفقار | ان کا اصل نام قوام الدین حسن بن صدر الدین علی تھا مگر سید ذوالفقار نام سے مشہور تھے اسی لئے ہم نے ان کا یہی عرف درج کیا ہے۔ سلطان محمد خوارزم شاہ کے درباری شاعر و خوشنویس تھے۔ البتہ ان کی بابت تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ تذکرۂ دولت شاہ کے صفحہ ۱۳۱ پر اور "ہفت اقلیم" میں ان کو سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ کے عہد کا شاعر لکھا ہے۔ اور "آتشکدہ" کی رو سے سلطان یوسف شاہ اتابک کے عہد کے شاعر قرار پاتے ہیں۔ بہر حال باکمال خوشنویس تھے۔ اور بہت اچھا لکھتے تھے [illegible]ھ میں انتقال ہوا۔[2]

(۱۴۲) منشی رام چندر | نام، خلف منشی گردھن لال [illegible]، وطن جے پور، نثر تخلص۔ انجمن ترقی اردو جے پور کی جانب سے "جواہر رقم" کا خطاب ہے۔ بخشی گیری کی سررشتہ داری کے عہدے سے پنشن لے کر جے پور میں رہتے ہیں۔ خط نستعلیق میں منشی ہیرا لال موکس کے شاگرد ہیں اور اپنے وقت کے استاد، راجستھان میں اس وقت آپ سے بہتر خوشنویس نہیں ہے۔ پینسٹھ برس کی عمر ہے مگر دور قلم بدستور ہے۔ علاوہ نستعلیق نویس استاد ہونے کے جدول کشی، طلاقہ بندی اور لوح سازی میں بھی پوری مہارت ہے۔ با اخلاق و با مروت مغتنمات زمانہ میں سے ہیں۔ ان کے خط کا نمونہ نمبر ۲ پر دیا گیا ہے۔

(۱۴۳) رائے منوہر | نام ابن رائے لون کرن عہد اکبری میں پیدا ہوئے اور شہنشاہ مذکور نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت شاہزادہ سلیم کے ساتھ کی۔ شعر بھی کہتے تھے اور خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ ۱۱ جلوس جہانگیری میں انتقال ہوا۔[3]

(۱۴۴) مرزا رجب علی بیگ سرور | نام و تخلص۔ مرزا اصغر علی بیگ کے فرزند غالباً ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔

---

[1] خمخانۂ جاوید جلد چہارم ص ۱۱۰۔ [2] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۳۰۔ [3] تذکرۂ خوشنویسان۔

لکھنؤ کے باشندے اور وہاں کے پہلے شخص ہیں جنہوں نے نثر اردو میں کتاب "فسانۂ عجائب" تصنیف کی۔ خود خوشنویسی کے استاد تھے، موسیقی میں بھی مہارت تام حاصل تھی۔ عربی و فارسی کے عالم تھے، شعر و سخن میں آغا نوازش حسین کے شاگرد تھے، نہایت زندہ دل، خوش طبع اور ظرافت و خوش مزاج تھے۔ نواب غازی الدین حیدر نے جلا وطن کر دیا تو کانپور جا کر حکیم سید اسد علی کے مشورے سے تذکرۃ الصدر کتاب لکھی اس کے علاوہ اور بھی کچھ تصانیف ہیں۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں بمقام بنارس انتقال ہوا۔

(۱۴۵) **سید رحمت اللہ** | نام ابن سید القاسم بیگ لاہور نستعلیق کے بہترین خوشنویس تھے وطن شدہ۔[1]

(۱۴۶) **منشی رحیم اللہ** | نام، دہلی کے رہنے والے تھے اور فن خوشنویسی میں آغا مرزا کے شاگرد تھے، خط نسخ بھی اچھا لکھتے تھے مگر نستعلیق میں بڑا کمال حاصل تھا۔ آغا عبدالرشید کی طرز کے تتبع تھے اور اُن کے خط کی خوب نقل کرتے تھے کہ وہی روش، وہی آب و تاب، وہی حسن آفرینی، وہی صفا و جلا۔ ان کا کمال یہ تھا کہ آغا کی وصلی کی نقل ہی نہیں کرتے بلکہ نئی وصلیاں اپنی پسند کی تحریر کر کے آغا سے منسوب کر دیتے تھے اور اہل ذوق امرا اور نادر وصلی آغا رشید کی قلمی سمجھ کر بڑے شوق سے بہ اصرار خرید لیتے تھے۔ آغا کا نام محض ان کی حیثیت کا تب سمجھتے تھے اندازے سے لکھتے تھے اور نہ تحریر بھی چونکہ خوشنویسی کا عام مذاق اور شوق تھا لہذا بے تکلف فروخت ہو جاتی تھیں۔ ان کے قلمی دو قطعات آصفیہ لائبریری ٹونک میں موجود ہیں جو دہلی کی یاد تازہ کرتے ہیں اور ایک وصلی کی عکسی نقل نمبر ۲ پر ملاحظہ کیجئے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء تک تو ان کی اولاد دہلی میں آباد تھی اب کچھ پتہ نہیں۔ ان کا شاہکار ایک گلستاں بھی ہے کہ جو صرف ایک دن اور ایک رات میں تحریر کی تھی جس سے ان کی زود نویسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وصلی مذکور ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء کی تحریر کردہ ہے۔[2] انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ الور ہی میں ختم کیا۔ جہاں کچھ عرصہ ریاست ٹونک میں ملازم بھی رہے مگر طلبا کو برابر اصلاح دیتے رہے۔ اور بالآخر الور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں متعدد باکمال استاد خوشنویس وہاں ہوئے۔ مگر تقسیم ملک کے بعد چونکہ کوئی قدیم با تعلیم یافتہ خاندان الور میں نہ رہا اس لئے ان کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

منشی رحیم اللہ کی [illegible] وصلیوں کا ایک ذخیرہ [illegible] صوفی [illegible] کے پاس راقم الحروف نے الور میں دیکھا تھا جو سب نستعلیق کی تھیں۔ [illegible] صوفی مرحوم جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے چونکہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں وہ اور ان کا [illegible] گیا اور وہاں خاندان لٹ گیا۔ [illegible] منشی رحیم اللہ کو [illegible] خوشنویسی یاد ہے کچھ [illegible] کرتا تھا۔

---

[1] اور ینٹل کالج میگزین لاہور فروری ۱۹۳۶ء۔ [2] تصاویر [illegible] جلد دوم [illegible] فہرست نمائش مخطوطات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ صفحہ ۲۷۔

(۱۴۷) **حافظ رشید** | نام: جام نظام الدین و جام فیروز کے عہد کے خوشنویس ہیں اور سندھ کے مشہور و معروف استاد فن۔ (۱) عہد نظام ۸۶۲ھ/۱۴۵۹ء تا [illegible]ھ/۱۴۹۳ء
(۲) عہد فیروز [illegible]ھ/۱۴۹۳ء تا ۹۳۲ھ/۱۵۲۴ء حکمرانان سندھ[1]

(۱۴۸) **سید رضا حسن** | نام، نام پدر وطن مولوی حکیم مرتضیٰ کے شاگرد اور نستعلیق کے مشہور استاد۔ نام پدر بھی تقی انتقال ہوا۔[2]

(۱۴۹) **شیخ رضا حسین** | نام، شیخ عطا حسین شور کے خلف الصدق ۱۸۵۱ء میں بمقام جے پور پیدا ہوئے مولانا سلیم الدین تسلیم سے تعلیم حاصل کی۔ اور اپنے والد بزرگوار سے خوشنویسی کی تعلیم حاصل کر کے خط میں استادانہ شان پیدا کی۔ اوسط قلم سے نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، میر پنجہ کش کی روش تھی۔ شاعر بھی تھے۔ تسلیم تخلص تھا۔ جے پور ہی میں انتقال ہوا۔[3]

(۱۵۰) **منشی رونق علی** | نام الائق و فائق اور خوشنویس و شاعر و طن مضافات بگرام میں قریہ اوبان تھا مگر خود کو منشی پوری کہتے تھے، خط شکستہ میں مولوی حیات علی کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے، نواب تہمت الدولہ کے معلم تھے۔[4]

(۱۵۱) **ریاض الحسن** | نام ہے۔ ان کی تحریر کردہ کتاب "تسلیم خطوط" کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ زمانۂ حال کے عمدہ خوشنویس اور بہت اچھے کاپی نویس ہیں۔

(۱۵۲) **شیخ زائر حسین جونپوری** | ملاحظہ ہو ملل شیخ ممتاز حسین جونپوری

(۱۵۳) **شاہزادی زیب النساء** | نام بنت شہنشاہ عالمگیر، تخلص مخفی۔ بہترین شاعرہ و ادیبہ اور عمدہ ترین خوشنویس۔ آپ عبدالرشید سے اصلاح لی اور درجۂ استادی تک خط نستعلیق کو پہنچا دیا۔ دیوان طبع ہو چکا ہے۔ اور دوسری تصنیف نو انشا میں زیب المنشآت ہے۔[5]

(۱۵۴) **زین الدین** | نام محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد تھے کثرت مشق سے استاد کے خط سے خط ملا دیا تھا۔ بارھویں صدی ہجری کے عمدہ خوشنویس تھے۔[6]

---

[1] اورینٹل میگزین فروری ۱۹۳۵ء [2] تذکرہ کاملان رامپور۔ ص ۳۸۵ [3] تذکرہ شعرائے جے پور۔ [4] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۱۵ [5] ۔ بزم تیموریہ ص ۱۵۶
[6] تذکرہ خوشنویسان ص [illegible]

(۲۵۵) خواجہ زین الدین نیشاپوری نام۔ مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد تھے اور استاد کے زبردست مشتی، استادانِ فن میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ نستعلیق میں ایک طرزِ خاص کی ایجاد بھی کی جو پسندیدۂ عام ہوئی۔ ابو الفضل علامی نے ان کو مولانا زین الدین عبدی نیشاپوری لکھا ہے۔[1]

(۲۵۶) میر زین العابدین نام۔ سید محمد لقب۔ شاہ اعز الدین کے شاگرد اور اکبر شاہ ثانی کے ملازم تھے۔ نستعلیق اور طغرا نویسی میں کمال حاصل تھا۔ خلیق روحانیت اور تجربہ کار منشی تھے۔ ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء میں بمقام دہلی انتقال ہوا۔[2]

(۲۵۷) زینب شہیدہ نام بنت احمد بن فرج خراسانی۔ حسن و جمال اور فضل و کمال میں شہرۂ آفاق تھیں اور خوشنویسی میں خوشنویسانِ عصر پر فضیلت حاصل تھی۔ متعدد مرقعات ان کی یادگار ہیں۔ یاقوت مستعصمی نے تعلیم خط انہیں سے حاصل کی تھی۔ خطوطِ نسخ و ثلث بہترین لکھتی تھیں۔ اسی سال کی عمر میں ۵۷۴ھ میں انتقال ہوا۔[3]

(۲۵۸) زین خاں کوکلتاش عقل و فہم، دانشمند، خطاطی و مصوری میں باکمال، پنج ہزاری منصب پر فائز تھے اور اکبر کے مشہور سپہ سالار۔ فن کے بہترین قدردان، اکبر کے رضاعی بھائی بھی تھے اور شہزادہ سلیم کے خسر بھی۔ موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا اور ہندی راگوں کے بے حد دلدادہ تھے۔ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء میں انتقال ہوا۔

(۲۵۹) سدا سکھ رائے نام۔ الٰہ آباد وطن۔ نسباً کایستھ، شاہی اہلکاری پیشۂ آبائی تھا۔ نستعلیق میں میر محمد موسیٰ کے شاگرد تھے اور استاد کے تقریباً برابر خط تھا۔ شکستہ در روایت خاں کے انداز پر بہت خوب لکھتے تھے۔ ان کی طلائی وصلیاں بے حد مقبولِ خاص و عام تھیں۔[4]

(۲۶۰) شاہ سراج الحق نام۔ حضرت شاہ حبیب الرحمٰن جمالی سرساوی کے فرزندِ دوم اور اولادِ چہار قطب ہانسوی۔ عالم و فاضل اور متعدد علوم کے ماہر۔ حضرت مولانا سلطان الدین مبین جمالی کے شاگرد، انہیں سے نسخ و نستعلیق کی مشق کر کے درجۂ استادی پر پہنچے۔ متعدد خطوط یعنی خطِ گلزار، خطِ طاؤسی وغیرہ بہت عمدہ لکھتے تھے۔ چودھویں صدی ہجری مطابق بیسویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔

(۲۶۱) مولوی سید سراج الدین احمد نام۔ سراج تخلص۔ کھتورہ مضافات کاکوری کے باشندے تھے۔ عالم و فاضل، خوشنویس و مصور اور شاعر و نقاد بھی تھے۔ آخری تاجدارِ اودھ کے درباری تھے۔ بعد میں آ کر ملازمت کی۔ سالپور

---

۱ تذکرۂ خوشنویسان ص ۱۰۱ ۲ تحقیقاتِ طاہر ۳ پیدائشِ خط و خطاطان۔ ص ۱۵۸ ۴ منتخب التواریخ جلد سوم۔ ص ۴۳۵ بزمِ تیموریہ ص ۱۲۵ ۵ تذکرۂ خوشنویسان۔ ص ۱۴۱

میں ناظم بنی گلڑ تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ نسخ و نستعلیق اور شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے۔[1]

(۱۶۲) لالہ سربسکھ رائے نام ؛ حافظ نوراللہ کے مشہور و ممتاز شاگرد استاد کی روش خط ایسی اڑائی تھی کہ دونوں کے خط میں تمیز کرنا ماہرین تک کو دشوار تھا۔ سیکڑوں وصلیوں پر حافظ صاحب کا نام لکھ کر جابجا پھیلا دیں۔ شعر بھی کہتے تھے دیوانہ تخلص تھا۔ ان کی قلمی وصلی کا نمونہ نمبر ۹۲ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۱۶۳) مولانا سعدالدین خطاط نام و لقب ؛ یہ وہ بزرگ ہیں جن کو امیر سیف الدین نے اپنے فرزند امیر خسرو کو خوشنویسی سکھانے کے لئے مامور کیا تھا۔ مگر خسرو کو پڑھنے لکھنے سے زیادہ شعر گوئی کی دھن رہتی تھی اور کچھ موزوں ناموزوں کہتے اُسی کی مشق وصلی پر کرتے رہتے۔ خواجہ اصیل کوتوال شہر کا نائب تھا وہ کبھی کبھی مولانا سعدالدین کو خط لکھنے کے لئے بلا لیا کرتا تھا۔ ایک روز امیر خسرو کو بھی مولانا ساتھ لے گئے، وہاں اتفاق سے خواجہ عزیزالدین بھی موجود تھے اور اُن کے ہاتھ میں بیاض اشعار تھی۔ مولانا نے اُن سے کہا کہ یہ لڑکا ابھی سے کچھ خوش خال کرتا ہے معلوم نہیں موزوں بھی کہتا ہے یا نہیں ؟ آپ ذرا اِس کا کلام سن لیجئے۔ خواجہ نے بیاض امیر خسرو کو دیکر کہا کہ اس میں سے کچھ شعر پڑھو۔ خسرو نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا، چونکہ آواز میں قدرتی تاثیر تھی لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ سب آبدیدہ ہو گئے اور بے اختیار داد دی۔ مولانا نے خواجہ سے امتحان لینے کو کہا تو انہوں نے چار بے جوڑ چیزوں کا نام لیکر کہا کہ ان کو ملا کر شعر کہو، "مو، بیضہ، تیر، اور خربزہ" امیر نے برجستہ کہا۔

ہر موئے کہ در دو زلف آں صنم است	صد بیضۂ عنبریں برآں موئے ضم است
چوں تیر مداں راس دلش راز بر آ کہ	چوں خربوزہ دندانِ دہانِ شکم است[2]

خواجہ عزیزالدین کو سخت حیرت ہوئی۔ خیر یہ شاعری کا قصہ تو کافی لمبا ہے۔ ہمارا مقصود مولانا سعدالدین کا تعارف ہے۔ جو باکمال خوشنویس تھے۔ اور ان کا زمانہ ساتویں صدی ہجری مطابق وسط چودھویں صدی عیسوی ہے۔[3]

(۱۶۴) سعدالدین نام حافظ محمد ابراہیم کے صاحبزادے اور شاگرد تھے۔ اگرچہ آپ کے خط سے خط ملا لیا تھا مگر اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچے تاہم عمدہ خوشنویس تھے۔ ان کی کئی وصلیاں شکستہ مخطوطات مخزن لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہیں۔

(۱۶۵) سعیدہ جہاں بیگم "سعیدہ رقم" ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی

---

[1] تذکرہ شعرائے بے پور [2] جن نسخوں میں رباعی مروانا گوئی نے نقل کی ہے وہ غلط تھا اسلئے تیسرے مصرع اسی طرح نقل کی ہے۔ اور ہم نے بھی انہیں کا اتباع کیا ہے سہولت رہے۔ [3] شعرالہند حصہ چہارم صفحہ ۷۸

(۱۶۶) **سعید سمرقندی** — نام، سعید دانش مند و خوشنویس تھے اور مراحم شاہی سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے سنہ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء میں بمقام کابل انتقال ہوا۔[1]

(۱۶۷) **سکھ رام** — نام۔ محمد حفیظ خاں دہلوی کے خط شکستہ میں شاگرد تھے اور اچھا لکھتے تھے۔[2]

(۱۶۸) **مولوی سلام اللہ** — نام، رام پور وطن خط نستعلیق کے استاد تھے۔[3]

(۱۶۹) **سلطان ابراہیم** — نام، شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور صاحبقراں کے صاحبزادے تھے، نہایت ذکی و فہیم اور خوشنویس و شاعر تھے۔ خطوط فارسی و عربی میں کمال حاصل تھا، یاقوت مستعصمی کی روش پر نسخ بہت خوب لکھتے تھے جن کو جوہری بڑی خواہش سے خریدتے تھے، مولانا شرف الدین علی تبریزی پر بہت روپیہ خرچ کیا اور مولانا نے باوجود پیری سلطان کی استدعا پر تاریخ تیموری مرتب کی جو ظفر نامہ سے موسوم ہے۔

سلطان ابراہیم از ۸۱۲ھ/۱۴۰۹ء تا ۸۳۸ھ/۱۴۳۴ء بادشاہ بلخ رہے اور ۸۳۸ھ/۱۴۳۴ء میں انتقال ہوا۔[4]

(۱۷۰) **مولانا سلطان الدین احمد** — نام، ابوالبرہان کنیت، مبین تخلص، اصل وطن نارنول تھا، زبردست عالم اور متبحر فاضل تھے۔ جے پور آکر ملازم ہوئے اور سررشتہ داری محکمہ مشیر عالیہ کونسل کے عہدے سے پنشن لیکر آخر وقت تک مفتی ریاست جے پور رہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد خلیل الرحمٰن جمالیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ جے پور میں آپ سے کثیر طلباء نے استفادۂ علمی کیا، نسخ میں یاقوت کے اور نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے متبع تھے۔ علم اور خوشنویسی اپنے ماموں مولانا محمد رشید الدین فائز سے حاصل کی اور ذاتی مشق سے خط میں درجۂ کمال حاصل کیا۔

۱۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو جے پور میں انتقال ہوا۔[5]

(۱۷۱) **سلطان اویس جلائر** — نام، لطیف الطبع، نیک نظر، عالم و شاعر اور بے نظیر خوشنویس تھے، اس قدر نفیس و دلکش لکھتے تھے کہ خوشنویسان وقت حیران رہ جاتے تھے، جس زمانے میں طوائف الملوکی حکومتیں قائم ہوئیں ان میں ایک جلائر کا خاندان بھی تھا، جس کا پائے تخت بغداد تھا، اس خاندان نے چھیاسی برس حکومت کی اور چھ شخص مسند حکومت پر بیٹھے اس سلسلہ کا پہلا فرمانروا حسن ایلکانی تھا۔ اس کے فرزند سلطان اویس تھے انھوں نے بڑا جاہ و اقتدار پیدا کیا تھا، سنہ ۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء میں آذربائیجان، موقان، شروان اور موصل وغیرہ فتح کر کے حدود سلطنت بہت وسیع کر لیے، انیس برس از ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء تا ۷۷۶ھ/۱۳۷۵ء بڑے جاہ و جلال سے سلطنت کر کے وفات پائی، مختلف علوم و فنون میں علاوہ خوشنویسی

---

۱ منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۲ ۲ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۱۱ ۳ تذکرہ کاملان رام پور صفحہ ۲۰۸
۴ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۷۴ ۵ تذکرہ شعرائے جے پور۔

کمال حاصل تھا۔ تصویر اس قدر نفیس و عجیب بناتے تھے کہ بڑے بڑے مصور حیران رہ جاتے تھے، خواجہ عبدالحی مشہور مصور ایران انہیں کے تربیت کردہ تھے اور انہوں نے انہیں سے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا تھا، علم موسیقی کی اکثر چیزیں سلطان کی ایجاد کردہ ہیں، حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ جب ان کی سواری نکلتی تھی تو رستہ تماشائیوں سے رک جاتا تھا۔[1]

(۱۶۲) **سلطان بایزید دوری** ان کے کمالِ خط کا اظہار ان کی قلمی وصلی کے دیکھنے سے ہوتا ہے جس کا عکس نمبر ۳۰ پر موجود ہے۔ اکبر نے "کاتب الملک" کا خطاب دیا تھا۔ شاعر بھی تھے۔ ملا بدایونی کا قول ہے کہ خط نستعلیق میں ان کا ہندوستان میں کوئی مقابل نہ تھا۔[2]

(۱۶۳) خواجہ **سلطان علی** نام، افضل خان، خطاب عطیۂ شاہی، ۹۵۹ھ / ۱۹۲۹ء میں ہمایوں بادشاہ کے امرا میں شامل ہوئے اکبر نے خطاب مذکور عطا کیا۔ دیگر اوصاف کے علاوہ بڑے مرتبہ کے خوشنویس بھی تھے۔[3]

(۱۶۴) **سلطان علی قاینی** نام، زبردست عالم و فاضل اور مشہور آفاق خوشنویس تھے، مولانا عبدالرحمن جامی کے معاصر تھے اور ان کی تصانیف صاف کیا کرتے تھے۔ ایک بار ان کو لکھا کہ میرے قلمی ایک شعر کی قیمت ایک کتاب ہے۔ بادشاہوں بالخصوص سلطان حسین مرزا بایقرا کے لئے جو کچھ لکھا وہ اپنے قلم سے نہایت نفیس لکھ کر پیش کیا، ترکستان و خراسان تک ان کے خط کی شہرت تھی، مولانا جامی کی تصانیف صاف کرنے کی اجرت پر قانع تھے۔ "مجالس النفائس" ان کی خوشنویسی کا شاہکار ہے۔ دسویں صدی ہجری مطابق سولہویں صدی عیسوی کے استادانِ نستعلیق و نسخ و تعلیق میں ان کا شمار ہے۔[4]

(۱۶۵) مولانا **سلطان علی مشہدی** نام، ابوالفضل علامی نے ان کو "سلطان علی شیر مشہدی" لکھا ہے۔ خط نستعلیق کے نہایت مشہور و معروف استاد تھے، مشہد مقدس میں طلبہ کو تعلیم دیتے تھے اور عابد و زاہد بزرگ ہونے کے سبب سے سب کے نزدیک واجب التعظیم تھے، خوش گو شاعر بھی تھے۔ یہ اشعار ان کے منظوم رسالہ متعلق خوشنویسی کے ہیں:-

کاغذے بہتر از خطائی نیست	حاجت آنکہ آزمائی نیست
جز کاغذ سمرقندی	کش کہ داگر خرد مندی

ایک اور مثنوی کے دو شعر یہ ہیں:-

---

[1] حبیب السیر جلد سوم جزو ثالث صفحہ ۱۳۰ و شعر العجم حصہ چہارم صفحہ ۱۰۷ [2] ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۹۰ [3] پیدائش خط و خطاطی [4] منتخب التواریخ جلد سوم ۱۲

	هنوزم جوان است مشکین قلم		اواخر شصت و سه شد چشم و کمر
	هنوزم که العبد سلطان علی		توانم نوشتن خفی و جلی

بقول مصنف "مرآت العالم" ۹۲۶ھ میں اور بقول حبیب السیر ۹۱۹ھ (۱۵۱۳ء) میں ان کا انتقال ہوا، تفصیلی حالات "مجالس المومنین" اور حبیب السیر جلد سوم جزو سوم صفحہ ۳۴۲ پر درج ہیں۔ متعدد تصانیف بھی یادگار چھوڑیں جن میں سے صراط السطور جو فن خوشنویسی کے متعلق منظوم رسالہ ہے بہت مقبول و نادر ہے۔ اس کے نسخے ایران میں محفوظ ہیں۔ نیز ان کی قلمی مختلف کتب بھی لاہور میں شامل ہیں مثلاً دیوان حافظ وغیرہ۔ ایک نسخہ دیوان حافظ جو ۹۱۹ھ (۱۵۱۳ء) میں انہوں نے لکھا تھا آزاد لائبریری علی گڑھ شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ ان کی وصلی کا نمونہ نمبر ۳۱ ملاحظہ فرمایئے۔

سلطان علی نام حسب ذیل خوشنویس اور بھی اس کے زمانے میں گذرے ہیں۔ مگر سب سے فائق تھے اور ان کی تعلیمات سے بہت لوگوں نے فیض اٹھایا۔

(۱۶۷) سلطان علی تبریزی (۱۶۸) سلطان علی قزوینی

(۱۶۹) سلیم الدین تسلیم نام و تخلص، ابوالبیان کنیت۔ ٹانک وطن و مدفن ہے۔ ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے زبردست عالم اور متبحر فاضل تھے۔ اپنے زمانہ میں اپنی علمیت و تبحر میں شہرۂ آفاق تھے۔ شاعر اور کثیر التصانیف کے مصنف تھے۔ نسخ و نستعلیق بہت نفیس و باقاعدہ لکھتے تھے اور زود نویس بھی زبردست تھے، ان کی خود کی متعدد تصانیف ان کے قلم کی راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔ جے پور میں مدرسہ تعلیمیہ کے مدرس اور مفتی ریاست تھے۔ یہاں آپ سے ایک کثیر جماعت نے علمی و ادبی اور خطی استفادہ کیا۔ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۱۰ء کو بروز شنبہ انتقال ہوا۔[1]

(۱۷۰) سلیم نیشاپوری نام۔ مشہور کاتب و خوشنویس تھے، شاہ محمد نیشاپوری خوشنویس عصر سے تعلیم خط حاصل کی۔ پھر جلال الدین حیدر استرآبادی کی خدمت میں پہنچکر شاگرد ہوئے، اور مشق جاری رکھی پھر قطب الدین یزدی سے یزد پہنچکر فیض حاصل کیا۔ غرض حصول فن میں بہت سعی کی۔ خوشنویسی کے علاوہ نقاشی و طلاکاری میں بھی کمال حاصل تھا۔ ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۵ء) میں انتقال ہوا[2]

---

[1] "عمدہ"، فہرست کتابخانہ مجلس شورائے ملی - ایران ص ۴۳

[2] پیدائش خط و خطاطان - ص ۲۲۱۔

(۱۸۰) شـ[illegible] نام - ابو الحفیظ [illegible] کے کاتب خاص اور نہایت اچھے خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کا قلمی مجموعہ [illegible] جو اب تک کے دریافت شدہ نسخوں سے زیادہ قدیم و مکمل ہے۔ اور عبدالرحیم خانخاناں وغیرہ کے ہاتھ [illegible] سے مزین ہے نیز اکبر کے کتب خانہ خاص کا نسخہ ہے۔ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ یہ مجموعہ خط خفی نستعلیق نہایت نفیس لکھا ہوا ہے۔ [illegible] مزید حال معلوم نہ ہو سکا۔

(۱۸۱) منشی سیج بھان نام - نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے اور شکستہ میں کفایت خاں کے متبع۔ دونوں خط بہتر لکھتے تھے اور مشہور خوشنویس تھے۔ [1]

(۱۸۲) میر سید احمد مشہدی نام اور خوبصورت آنکھوں کے باعث آہو چشم مشہور تھے، میر علی ہروی سے دوستی تھی اور ایک نے دوسرے سے استفادہ کیا تھا۔ [illegible] ترکستان اور بخارا میں ان کے خط کی بڑی شہرت تھی اور نہایت عزت و وقعت، خوشنویسی کی بدولت شاہ طہماسپ کے دربار میں رسائی ہوئی اور عزت پائی۔ مگر کسی سبب سے بادشاہ ان سے ناراض ہو گیا اور انہیں قزوین سے نکلنا پڑا۔ مال و منال ضبط ہو گیا، مدت تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ جب [illegible] کا انتقال ہو گیا تو محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر باطمینان زندگی بسر کی۔ اعلیٰ استادان فن میں ان کا شمار تھا، ۹۸۶ھ میں انتقال ہوا ہے۔

(۱۸۳) سید احمد نام - عہد اورنگ زیب کے خوشنویس نستعلیق تھے ان کے خط خفی نستعلیق کا نمونہ "بیاض بہادر خاں" کے صفحہ ۴۹-الف پر درج ہے کہ جو دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ خط شکستہ بھی اچھا ہے۔ جس کا نمونہ مذکورہ کے ۲۹۰ - ب پر درج ہے [2]

(۱۸۴) سید احمد نام، سید علی خوشنویس نستعلیق متوطن سندھ کے بیٹے تھے اور اپنے والد کے ہم پلہ خوشنویس نستعلیق تھے۔ [3]

(۱۸۵) سید حسین مرزا نام - حسن تخلص - لکھنؤ کے خوشنویس تھے۔ [4]

(۱۸۶) سید علی نام، عہد ترخانیہ ۹۶۱ھ تا ۱۰۰۸ھ کے بہترین خوشنویس ملک سندھ تھے [5]

(۱۸۷) سید علی خاں جواہر رقم نام و خطاب، کہتے ہیں کہ یہ تبریز کے رہنے والے تھے ان کے والد بزرگوار کا نام آقا میر عرف شمس الدین علی خاں تھا۔ ولایت میں تحصیل علم و خط کر کے میر علی کی روش اختیار کی اور بکثرت مشق سے درجۂ استادی کو پہنچے، شہنشاہ عالمگیر کے شروع دور سلطنت میں ہندوستان آئے اور دربار [illegible]

---

[1] [illegible] لاہور۔ [2] پیدائش خط و خطاطی صفحہ [illegible] [3] اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ [illegible]

[5] اورینٹل میگزین لاہور بابت فروری [illegible]

حاصل کی۔ عالمگیر نے شاہزادوں کا معلم خط مقرر کر دیا' پھر داروغہ کتاب خانہ کر دیا۔ مگر آقا رشید کے خط کے مقابلے میں ان کا خط فروغ نہ پا سکا۔ سید علی خاں آقا رشید کے معاصر ہونے کے علاوہ ان کے دوست بھی تھے' آخوند میر عماد کی روش چھوڑ کر آقا رشید کی طرز اختیار کی تو بکیفیت خوشنویس بہت مشہور ہوئے۔ مصنف "مرأت العالم" کا قول ہے کہ بعد شاہجہاں ہندوستان آئے تھے' اور شاہجہاں نے ان کو "جواہر رقم" کا خطاب عطا کیا تھا اور اورنگ زیب کا معلم خط مقرر کیا تھا۔ ان کا بعارضہ جنون ۱۰۹۴ھ میں بمقام دکن انتقال ہوا۔ نعش دہلی لائی جا کر دفن کی گئی۔ یہ شاعر خوش گو بھی تھے[1]

(۱۸۸) **سید محمد میرزا** | نام اصلی تخلص ناسخ کے شاگرد اور لکھنؤ کے مشہور خوشنویس تھے۔

(۱۸۹) **مولوی سید محمد خاں کمال زئی** | اصل وطن رام پور تھا۔ پھر ٹونک ہو رہے۔ عالم فاضل اور صاحب تصنیف و تالیف تھے علم جفر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ نسخ و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس اور عمدہ بنود نویس تھے۔ ایک خاص قسم کی روشنائی تیار کرتے تھے جو "روشنائی ہفت رنگ" کہلاتی تھی۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ جب حروف خشک ہوتے تو ان میں سات رنگ ہر حرف میں نظر آتے تھے۔ اور ترتیب رنگ ہر حرف میں بدستور قائم رہتی تھی۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ یا ۱۸۹۱ء میں بمقام ٹونک انتقال ہوا۔

(۱۹۰) **سیف الدین اسفرنگی** | نام، صاحب علم و فن اور شعر و سخن کے ماہر تھے۔ کئی خط نہایت عمدہ لکھتے تھے سلطان سنجر کے دور حکومت (۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء تا ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء) کے عمدہ خوشنویس تھے[2]

(۱۹۱) **مولانا سیمی** | نام، نیشاپور وطن، خط و نقش نگار کے بہترین خوشنویس ہونے کے علاوہ بہت عمدہ قصیدہ گو شاعر بھی تھے شاہزادہ علاؤ الدولہ ابن بایسنقر مرزا کے عہد میں وطن سے مشہد چلے گئے تھے۔ ایک ایسے موقع پر بھی جب کہ خاص مشہد میں جنگ ہو رہی تھی، ڈھول اور نقارے بج رہے تھے، اور خوں ریزی ہو رہی تھی۔ مولانا شعر گوئی اور خوشنویسی میں منہمک رہتے، چوبیس گھنٹے تک نہ تو مولانا سوئے نہ کھانا کھایا نہ حوائج ضروری کے لئے اٹھے اس چوبیس گھنٹے میں دو ہزار بیت نظم کہیں اور ان کو خوشخط بھی لکھا۔ مولانا ایران کے بہترین خوشنویسوں میں سے تھے۔ ان کا اصل نام عبداللہ ہے۔ مگر مشہور سیمی تھے یہ ان کا تخلص ہے۔ جلی و خفی دونوں خط بہترین تھے۔ خوشنویسی کے علاوہ علم تجوید کے استاد تھے۔ ایک ہزار سے زائد شاگرد اپنے بعد چھوڑے۔ لطائفی وغیرہ مؤلفوں نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ حسن خط اور حسن سخن کے علاوہ حسن اشتہا میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے

---

[1] تذکرہ دولت شاہ۔ ص ۱۲۷

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۲۱۴

تھے۔ ایک بار دو شخصوں میں شرط ہو گئی کہ مولانا کیا اس قدر چھوارے کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ دونوں آپ کے پاس گئے، اتفاق سے اُس دن ان کی طبیعت بھی ناساز تھی۔ مگر حال سن کر ان سے منہ نکالا اور بیٹھے بیٹھے چھوارے کھانا شروع کئے۔ شرط کی مقررہ مقدار جب پوری ہو گئی اور چھوارے ختم ہو گئے تو کہنے لگے کہ ایک ہی کا مزہ تھا دوسرے کا کہاں ہے۔ اپنی زود نویسی کے لئے کہتے ہیں۔

یکم عید صبح شاہ پاکیزہ سرشت ؛ بنگاشتہ ہو بیت پیوسته دو نوشت۔ مشہد سے ترکستان چلے گئے وہاں بہت تکلیف اٹھائی جن کا اظہار اپنے اشعار میں کیا ہے۔ پھر ترکستان سے وطن پہنچ کر اطمینان زندگی بسر کی اور وہیں انتقال ہوا۔ ۱

(۱۹۳) شاہرخ مرزا | نام، امیر تیمور صاحبقراں کے فرزند، خراسان، مازندران، سیستان، شیراز اور اصفہان وغیرہ کے فرمانروا رہے سنہ ... میں وفات پائی۔ نہایت شجاع، شاعر، اور علم و ہنر سے آراستہ تھے۔ خوشنویسی میں بڑی مہارت تھی اور اعلیٰ مصور بھی تھے، ہر خط نہایت بہتر لکھتے تھے۔ ۱

(۱۹۴) شاہ شجاع | نام، شہنشاہ شاہجہاں کے فرزند دوم جن کا مفصل حال تواریخ میں درج ہے ان کی لکھی دو وصلیاں دہلی میوزیم میں محفوظ ہیں۔ جن میں سے ایک میر علی کی وصلی کی نقل ہے۔ دونوں بخط نستعلیق جلی ہیں اور خط میں استادانہ جھلک ہے۔ ۲

(۱۹۵) ابوالالا شاہ محمد نیشاپوری | نام، خطوط ہفت گانہ کے بلند پایہ خوشنویس تھے مگر خط نستعلیق بہت ہی عمدہ لکھتے تھے۔ ابوالفضل علامی نے ان کو مشہور آفاق خوشنویس لکھا ہے۔ ۳

(۱۹۶) میر سید شجاع الدین انور | نام و تخلص، امراؤ مرزا عرف۔ دہلی وطن تھا۔ سید جلال الدین حیدر مرصع رقم کے فرزند دوم تھے۔ خط نسخ و نستعلیق اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے ذاتی کوشش و مشق سے کمال پیدا کیا۔ نستعلیق بہت ہی بہتر لکھتے تھے، غدر کے بعد جے پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور کاپی نویسی ذریعہ معاش تھا یا تھوڑا بہت کچھ خدمت کرتے تھے، بہترین خوشنویس ہونے کے علاوہ عمدہ و اعلیٰ شاعر بھی تھے اور اپنے زمانے کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ شعر و سخن میں بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ سنہ ... کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں سنہ ... میں بحالت شدید گی انتقال ہوا۔ ۴

(۱۹۷) شرف الدین عبداللہ عقیق کن | نام و عرف، مہر کنی میں کمال حاصل تھا اس لئے عقیق کن مشہور ہوئے وہاں تھا۔ ان کی عقیق پر کھودی ہوئی مہریں راقم الحروف نے دیکھی ہیں۔ نہایت نفیس و عمدہ رہیں جن میں کمال یہ ہے کہ حروف کی بالکل وہی شان ہے جو کاغذ پر ہونی چاہیے۔ استادانِ فن ان کا خط دیکھ کر حیران و ششدر

---

۱ پیدائش خدا بخاری صفحہ ... ۱ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ... ۲ ... دوم۔ صفحہ ...
۳ ... ابوالفضل جلد سوم ۴ تذکرہ شعرائے جے پور۔

جاتے تھے۔ اٹھارویں صدی کے خوشنویس نستعلیق اور اپنے فن کے کامل استاد تھے، نہایت رقیق القلب اور حاتم الزمان تھے۔ تیرھویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی میں دہلی میں انتقال ہوا۔[1]

(۱۹۸) **شرافت علی** — نام، شرافت تخلص، لکھنؤ کے مشہور و باکمال خوشنویس تھے۔ اور منشی امیر اللہ تسلیم کے معاصر تھے۔ منشی دُرگا پرشاد کے پریس میں کتابت کرتے تھے اور اپنے فن کے ماہر تھے۔[2]

(۱۹۹) **شکر اللہ** — عہد شاہجہانی کے مشہور خوشنویس خطِ شکستہ تھے۔[3]

(۲۰۰) **شمس الدین** — نام، عاشق تخلص۔ ان کی لکھی ایک وصلی بخط نسخ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[4] مزید حالات نامعلوم۔

(۲۰۱) **شمس الدین تبریزی** — مولانا میر بیگ تبریزی کے شاگرد خوشنویس تھے۔

(۲۰۲) **منشی شمس الدین اعجاز رقم** — منشی ہادی علی خوشنویس لکھنؤ کے مشہور و باکمال شاگرد تھے۔ "اعجاز رقم" خطاب تھا۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے معاصر تھے اور نستعلیق نویسی میں فردِ عصر۔ وطن لکھنؤ تھا۔ انہوں نے فنِ خوشنویسی پر حسبِ ذیل کتابیں لکھی ہیں۔ کاپی نویسی کے پانچ حصے، تنویر شمس، مرقع نگارین، گلدستۂ ریاحین اور اعجاز رقم۔ یہ طبع ہو چکی ہیں۔ استادانِ لکھنؤ میں ان کا پایہ بلند ہے۔[5]

(۲۰۳) **شمس الدین علی خاں** — نام۔ اچھے خوشنویس تھے کراں کے صاحبزادے سید مظہر علی "جواہر رقم" کا خط ان سے بہت ملتا تھا اور بعض دوسرے شاگرد بھی ان سے اچھا لکھتے تھے۔[6]

(۲۰۴) **لالہ شنکر سہائے دریا آبادی** — نام و وطن۔ ہفت قلم خوشنویس تھے خصوصاً نستعلیق میں بڑا کمال تھا نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے یہاں جیب خاص تھے اور قلعہ دربار اور اہلِ دارالشاہی کے نزدیک تھے۔[7]

(۲۰۵) **پنڈت شنکر ناتھ** — "تذکرہ خوشنویسان" میں ان کا نام شنکر لساری لکھا ہے۔ اور "خطاطانِ نستعلیق" میں پنڈت شنکر ناتھ ہے۔ رائے گوپی ناتھ کے پوتے تھے جو نواب سعادت علی خاں کے دیوان و مختار تھے۔ مولوی حیات علی کے شاگرد تھے اور خطِ شکستہ کفایت خاں کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے چونکہ ذہین و طباع اور محنتی تھے اس لئے اپنا خط کفایت خاں کے خط سے ملا دیا تھا۔ خوش خلق و باوضع، تیرھویں صدی کے ممتاز خوشنویس شکستہ تھے۔[8]

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص۱۲۲ [2] تجلیات ، مہر کے ت ن ، م م ص [3] گزشتہ لکھنؤ صفحہ ۱۱۶ اعجاز رقم ص [4] دہلی میوزیم کا خطاطی ص [5] ۔۔۔ [6] تذکرہ خوشنویسان ۔ ص۱۲۲

(۲۰۵) مولانا خواجہ شہاب الدین عبداللہ مروارید — نام و لقب اور بیان تخلص، خواجہ شمس الحق محمد مروارید کے خلف مشہد اور کرمان کے باشندہ تھے، سالہا سال اپنے علم و فضل کی بدولت مختلف بادشاہوں کے وزیر رہے اور مسلّم اصحابِ اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے خط کے لئے کہا گیا ہے۔ ”اُس کی رعنائی کَجَنَاحِ الطَّاؤسِ درترجمہ، مور کے بازو کی مانند ہے۔ اور اُس کی انشا کَنَشَاطِ النُّفُوْسِ درترجمہ، جان کی سی خوشی“ وہ بہترین قانون نواز بھی تھے۔ محمد حسین مظفر بادشاہ نے ان کی تربیت خوشنویسی پر توجہ کرکے درجۂ کمال پر پہنچا دیا۔ ان کی طبیعت میں بلا کا استغنا تھا۔ کہ بلا کسی وجہ کے وزارت سے استعفا دے دیا۔ ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء میں انتقال ہوا۔[1]

(۲۰۶) شہنشاہ شہاب الدین محمد شاہجہاں — تفصیلی حالات کتب تواریخ میں دیکھے جاسکتے ہیں، یہاں صرف فنِ خوشنویسی کے متعلق مختصراً اندراج مقصود ہے۔ جس سے اُس ہستی کو بڑی دلچسپی تھی اور خوشنویسوں کی ایک کثیر جماعت مثل آقا عبدالرشید دیلمی، ملا باقر کشمیری وغیرہ وغیرہ اس کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔ باعلم و ہنر اور مدبر و شجاع اور قدردان اہلِ ہنر ہونے کے علاوہ خود بھی نسخ و نستعلیق اور شکستہ کا عمدہ خوشنویس و مبصر تھا۔ میر عماد کے خط کا عاشق تھا جو کوئی شخص اُس کی وصلی پیش کرتا تھا اس کو یکصدی منصب عطا ہوتا تھا۔ سنہ ۱۰۷۶ھ میں انتقال ہوا[2]

(۲۰۷) شیخ احمد — نام اور شیخ زادہ سہروردی مشہور، سہرورد ایک چھوٹا سا قریہ تھا وہاں کے باشندہ تھے۔ یاقوت مستعصمی کے نامور شاگرد تھے اور علوم متداولہ سے بہرہ ور اپنی عمر میں تینتیس[3] قرآن مجید لکھے ہیں جن میں سے ایک کا بیاض ایا صوفیہ میں محفوظ ہے۔ اکثر اشخاص نے ان سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ سنہ ۷۲۰ھ / ۱۳۲۱ء میں انتقال ہوا[4]

(۲۰۸) میاں شیخ محمد — نام، وطن سرہند۔ سید علی خوشنویس کے شاگرد اور ہفت قلم خوشنویس تھے[5]

(۲۰۹) شیخ محمود — نام، خط عربی و نستعلیق کے استاد کامل تھے۔ ابوالفضل علامی کی رائے ہے کہ یہ شہرۂ آفاق خوشنویس تھے[6]

(۲۱۰) راجہ شیر سنگھ — نام۔ راجہ ناگرل کے خاندان سے تھے، اور آخری تاجدارِ دہلی کے طبقۂ خوشنویسان میں شامل خط شکستہ کے استاد اور رائے پریم ناتھ کے شاگرد تھے[7]

(۲۱۱) منشی شیو پرشاد — نام و تخلص۔ اپنے زمانے کے باکمال خوشنویس اور اعلیٰ درجہ کے کاتب تھے۔ مطبع نول کشور

---

[1] تذکرہ دولت شاہ ص [illegible] [2] تذکرہ خوشنویسان ص [illegible] و عہد مغلیہ [illegible] [3] [illegible] [4] پیدائش خلافت عثمان ص [illegible] [5] اورینٹل میگزین لاہور فروری [illegible] [6] دفتر ابوالفضل سوم [7] تحقیقات ماہر

کے مقدر کاپی نویسوں میں ان کا شمار تھا۔ حضرت شمس تبریزؒ کا کلیات جس کے ۵۰۰ صفحات ہیں ان کا اور منشی آل حسن کا کتابت کردہ ہے اور دونوں کے خطوں میں تمیز کرنا ممکن نہیں۔ اور بھی متعدد کتب ان کی قلمی مطبع مذکور میں چھپی ہیں۔ خط نستعلیق نہایت نفیس و پاکیزہ تھا ۱۹۲۳ء تک تو ان کی حیات کا پتہ چلتا ہے اس کے بعد نامعلوم کب انتقال ہوا۔

(۲۱۲) صاحب رام نام، نستعلیق کے عمدہ خوشنویس ہیں۔ ان کی قلمی وصلیاں لٹن لائبریری علیگڑھ شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ خط میں بڑی رونق و شان ہے۔

(۲۱۳) میر صدرالدین محمد نام میرزا اشرف کے فرزند، مولانا مالک دیلمی قزوینی کے شاگرد تھے مگر خوبیٔ خط میں استاد سے بہت بڑھ گئے تھے۔ مولانا سلطان علی مشہدی کی طرز پر بہترین لکھتے تھے اور ان کے خط کی ایسی نقل کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے مولانا کی چند وصلیوں کی نقل کر کے اصل و نقل ان کی خدمت میں پیش کیں تو جب تک خود انہوں نے بتلایا، مولانا اصل و نقل میں تمیز نہ کر سکے۔ غرض مسلم الثبوت خوشنویس نستعلیق تھے۔ آخر عمر میں بوجہ ضعف بصارت مشق ترک کر دی تھی۔ [1]

(۲۱۴) صغیرالدین نام صغیر تخلص۔ نارنول کے ارباب نشاط میں سے تھے مگر مولانا سبحین کے ہاتھ پر سلسلہ صابریہ میں بیعت ہو گئے اور ان کا گھرانہ تائب ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک قرآن شریف بہت بڑی سائز پر خط طغرا میں لکھنا شروع کیا تھا اور دو پارے مکمل بھی کر لئے تھے۔ کمال یہ کیا تھا کہ ایک ایک صفحہ پر ایک ایک آیت کا طغرا بنایا تھا۔ اور ہر طغرا دوسرے سے مختلف تھا۔ اسی طرح حاشیہ کی بیل ایک دوسری سے مختلف تھی۔ تیس برسوں میں دو پارے تیار کئے تھے۔ اور بقیہ کے کیلئے خاکے بھی تیار تھے۔ عجیب نادر چیز تیار کر رہے تھے مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ پھر ان کے فرزند بشیر الدین نے تکمیل کرنا چاہا۔ مگر مکمل نہ کر پائے۔ اور ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں خدا جانے کیا حشر ہوا۔ صغیر کا انتقال بیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرہ میں ہوا۔

(۲۱۵) سید صفدر علی نام و نسب مزید حالات نامعلوم، ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے [2]

(۲۱۶) صفینہ نام، اندلس کی وہ بلند مرتبہ خاتون جس کی نسبت صاحب "اسلامی کتب خانوں کی سیر" صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ خطاطی میں بڑی ماہر تھیں ان کی لکھی ہوئی کتابیں ان کے معاصرین کو بھی حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔

(۲۱۷) ضابطہ خاں نام خلعت نواب نجیب الدولہ ان کی وصلی تحریر شدہ ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء کے ملاحظہ سے استادانہ شان خط ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو عکس نمبر ۳۳

---

[1] تذکرۂ خطاطان [illegible] [2] [illegible]

(۲۱۸) ضیاء الدین یوسف نام، مولانا عبدالرحمن جامی کے فرزند علم و فضل کے علاوہ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ملا میر علی الکاتب مشہور خوشنویس کی طرز پر نستعلیق خوب لکھتے تھے ۹۹۵ھ / ۱۲۹۵ء میں انتقال ہوا۔[1]

(۲۱۹) طالب آملی دربار جہانگیر کا ملک الشعراء اپنے مبلغ علم و خوبی خط کی نسبت کہتا ہے:۔

پا بر دو بیش پایۂ اوج عشرا تم	وانگہ عدد فنم از آلاف زیاد است
بر ہندسی و منطقی و ہیئت و حکمت	دستے است مرا کش ید بیضا ز عطا است
دیں جملہ چو طے شد نگیں علم حقیقت	کاستاد علوم ست بریں جملہ مزا است
در سلسلۂ وصف خطا ایں بس کز قلم	ہر نقطہ سویدائے دل اہل سوا است
پوشم نسب شعر چو دانم کہ تو دانی	کایں پایہ مرا ثانی ایں سبع شداد است

صرف بیس سال کی عمر تھی کہ مرتبہ ملک الشعرائی پر فائز ہوا اور ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء میں اس جہان فانی سے انتقال کیا ہے۔ اس کی شاعری نے اس کے خط کو ماند کر دیا۔ تاہم خوشنویسوں میں تذکرہ کہیں کہیں ملتا ہے۔[2]

(۲۲۰) شیخ طاہر وحید نام۔ قزوین کے مشہور انشاء پرداز اور شاعر دربار ایران تھے اور وزیر سلطنت۔ اس کے علاوہ مورخ بھی تھے۔ "تاریخ ایران" اور "تذکرہ شعراء" کے مصنف ہیں۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان بھی آئے تھے۔ ان کی قلمی وصلیاں لٹن لائبریری شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں محفوظ ہیں۔ خط پاکیزہ و نفیس ہے۔ ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء میں انتقال ہوا۔[3]

(۲۲۱) طہماسپ صفوی نام، سلطنت صفویہ کے بانی اسمٰعیل اول کے فرزند بلند اقبال ۹۳۰ھ / ۱۵۲۴ء میں تخت پر رونق افروز ہوئے۔ سلطنت کے علاوہ فضل و کمال اور ہنر و اقبال سے وافر بہرہ مند۔ محتشم کاشی کے ممدوح۔ اور شکستہ و نسخ کے بہترین خوشنویس تھے۔ ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں انتقال ہوا۔[4]

(۲۲۲) حکیم ظہور الحسن نام، اصل وطن دہلی اور مسکن بے پور تھا یہاں بربرۂ اہلکاران ملازم تھے بعد تقسیم ملک ہوتے ہی پاکستان چلے گئے۔ طب میں حکیم محمد سلیم خان عرف حکیم بھورے کے شاگرد تھے اور ان کے عزیز تدریس کا علم حاصل تھا خوشنویسی میں شیخ احسان علی اسدی کے شاگرد تھے، خط نستعلیق خفی و جلی نہایت نفیس تھا، سترہ سال سے ...

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص ۸۷ [2] تذکرہ میں نے ابھی دوسری اوراق میں تقدیم کیا ہے [3] شعر العجم حصہ سوم ص ۱۸۷ [4] فہرست قلمی مخطوطات [5] ماہنامہ التاریخ [6] بزم تیموریہ ص ۱۵۳

[illegible] رقم ہوتے ہیں۔

(۲۲۳) **ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ** | تفصیلی حالات کتب تواریخ میں ملاحظہ ہوں، خط بابری کے موجد تھے سلسلۂ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔ اور آخر میں کی طرز پر نستعلیق بھی اچھا لکھتے تھے۔

(۲۲۴) **ظہیر کبیر قاضی زادہ** | نام، جامع علوم و فنون اور خوشنویسی میں شہرۂ آفاق، شاہ اسمٰعیل صفوی کے دربار میں بڑا مرتبہ حاصل تھا، جب شاہ سلیم عثمانی نے شاہ اسمٰعیل پر فتح حاصل کی اور چند اہلِ کمال کو اپنے ساتھ لے گیا تو ان میں یہ بھی تھے، ابن خلکان کا فارسی ترجمہ انہیں نے نہایت نفیس سلطان کے لئے کیا تھا۔ سنہ ۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء میں انتقال کیا[1]

(۲۲۵) **مولوی شیخ عابد علی اسدی** | نام عابد تخلص مولوی شیخ کرامت علی اعجاز کے خلف اکبر۔ اصل وطن نارنول مولد دہلی ہے بعد تحصیل خوشنویسی اپنے چچا شیخ احسان علی سے حاصل کی، خفی نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، نعت نویس بھی تھے، عبدالرحیم، حکیم محمد حسن دہلوی، منشی نذیرالدین خوشنویسان دہلی کے معاصر و ہم رتبہ تھے۔ [illegible] ۱۳۲۲ھ کو انتقال ہوا[2]

(۲۲۶) **عباد اللہ** | نام محمد عارف کے بھانجے اور شاگرد تھے "یاقوت رقم خاں" کا خطاب ان کو بھی ملا تھا۔ ان کی ایک مثنوی وصلی جو مرزا [illegible] سے تحریر شدہ کتاب نسخ ہے۔ دہلی میوزیم کی زینت ہے۔ روش اور شاگرد خلاصتہ کے خط سے مشابہ ہے[3]

(۲۲۷) **مرزا عباد اللہ بیگ زمرد رقم** | نام و خطاب ابن مرزا عبداللہ بیگ۔ میر پنجہ کش کے شاگردوں میں بہت ممتاز تھے ان کا خط آغا مرزا کے خط کا ہم پایہ تھا، دربار شاہی سے خطاب ملا تھا، غدر کے ہنگامہ سے متاثر ہو کر بھوپال چلے گئے تھے اور ریاست میں ملازم ہو گئے تھے، جہاں کافی عزت و شہرت حاصل کی تیرہویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی میں وہیں انتقال ہوا۔ ان کو اعجاز رقم کا بھی خطاب تھا۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے[4]

(۲۲۸) **عباد اللہ خاں** | ابن قاضی فیض اللہ۔ قاضی عصمت اللہ خاں خوشنویس کے بھتیجے تھے، خط نسخ قاضی صاحب کے خط سے ملا کر ایسا لکھتے تھے کہ ماہرین شناخت کرنے سے قاصر رہتے تھے۔

---

۱ پیدائش خط و خطاطان [illegible] ○ تذکرہ شعرائے [illegible]

۲ تذکرہ خوشنویسان [illegible] ۳ [illegible] ج م سوم [illegible]

۴ [illegible] ج م دوم [illegible]

قاضی عصمت اللہ خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سے قرآن شریف اکثر ہی ٹکڑے کر کے ختم کرتے تھے اور مطلق فرق معلوم نہ ہوتا تھا، بارہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی کے باکمال و شہرۂ آفاق خوشنویس تسلیم کئے گئے ہیں[1]

(۲۲۹) جملو اللہ شیریں رقم
نام و خطاب، مزید حالات نامعلوم۔ ان کی ایک عمدہ وصلی خط نستعلیق میں دہلی میوزیم میں محفوظ ہے[2] ان کی وصلی کا عکس نمبر ۳۲ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲۳۰) جساس
نام، مزید حالات نامعلوم۔ ان کی ایک عمدہ وصلی خط نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ ت۔م۔و۔م صفحہ ۱۲

(۲۳۱) میر عبدالباقی اصفہانی
نام، سادات اصفہان میں سے تھے، خطاطی میں کمال حاصل تھا جس کی شہرت سنکر شاہ اسمٰعیل صفوی اول نے انہیں خوشنویس بنا لیا، اور نوازشات شاہانہ سے نوازا،

بادشاہ سے کسی نے کہدیا کہ میر عبدالباقی کھانا بھی بہت اچھا پکاتے ہیں۔ لہٰذا بادشاہ نے ان کو حکم دیا۔ انہوں نے کوئی نہایت لذیذ طعام تیار کر کے پیش کیا۔ جس کو بادشاہ نے پسند کیا اور کہا کہ "مقبول طبع ماشد" اس بنا پر انہوں نے اپنا تخلص مقبولی کر لیا۔ چنانچہ ان کا شعر ہے:۔

> مقبولی کے را دست رس نیستا اقبال خطرانہ ز دست کس نیستا

جس میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مدت تک شاہی کتب خانہ کے منتظم رہے[3]

(۲۳۲) عبدالباقی حداد یاقوت رقم
اصل نام عبداللہ تھا مگر شہرہ عبدالباقی حداد تھے، شاہجہانی عہد کے بہترین خطاط تھے، اپنے معاصرین سے خوشنویسی میں گوئے سبقت لے گئے، خط نسخ کو عروج

الخدا بنا دیا تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی خدمت میں اپنا قلمی قرآن مجید پیش کیا جو صرف تیس ورق پر تھا۔ ایسا ایک قرآن مجید جس میں اور بھی کاوشِ خطاطی ہے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں بھی موجود ہے۔ یہ جاذب نگاہ ہیں پڑھنے میں آسانی قلمی بھی متوسط ہے) اور دوسرے نسخے بھی پیش کئے۔ دربار شاہی سے "یاقوت رقم" کا خطاب ملا۔ ہندوستان میں اپنے چند شاگرد چھوڑ کر خود ایران چلے گئے۔ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے یہ خطاب حاصل کیا سوائے ان کے شاگرد عارف کو "یاقوت رقم خاں" کا خطاب ملا تھا[4] ان کی قلمی ایک حمائل شریف دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۲۳۳) عبدالباقی دانشمند
نام و لقب۔ تبریز وطن تھا متعدد علوم و فنون اور ہنروں کے ماہر تھے، علاوہ ازیں

---

[1] تذکرہ خوشنویساں [2] ت۔ م۔ و۔ م صفحہ ۱۲
[3] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۔ [4] تذکرۂ خوشنویساں صفحہ ۱۲۵

کرتا تھا۔ بعد تحصیل علوم بغداد گئے، اور کچھ تکمیل فن وہاں کی۔ شاہ عباس صفوی اول کو جب ان کا کمال معلوم ہوا تو طلب کر کے ان کو خوشنویسانِ دربار میں رکھنا چاہا مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ پھر جب شاہ عباس نے قندھار فتح کر لیا تو انہیں اصفہان بلا کر دربارِ شاہی سے وزرا اور مساجد و عمارت کے کتبات لکھنے پر مامور کیا۔ ثلث و نسخ و نستعلیق جلی لکھنے میں کمال حاصل تھا۔ بادشاہ کے انعام و اکرام شاہی سے بہرۂ وافر حاصل کرتے تھے۔ مگر شکایت زمانہ میں ایک طویل نظم لکھی ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں انتقال ہوا مطابق سترہویں صدی عیسوی۔[1]

(۲۴۴) عبد الجبار | نام، میر عماد کے شاگرد تھے، استاد کی خدمت کر کے خود بھی درجہ استادی پر فائز ہوئے۔ نستعلیق اس قدر بہتر لکھتے تھے کہ میر عماد کے خط کا دھوکہ ہوتا تھا۔ تمام عمر اپنے وطن اصفہان سے باہر نہ گئے اور وہیں [illegible] میں انتقال ہوا۔[2]

(۲۴۵) عبد الحق شیرازی عرف امانت خاں | عہد شاہجہانی کے نامور خطاط و طغرا نویس تھے، خط نسخ و نستعلیق میں کمال حاصل تھا، تاج محل آگرہ میں جس قدر طغرے اور کتبے ہیں وہ انہیں کے کمال خط کے آئینہ دار ہیں۔ ان کے کمال خط کے باعث ان کو دربار شاہجہانی سے "امانت خاں" کا خطاب بھی عطا ہوا [illegible] مستعمل ہوتا تھا، ان کے معاصرین میں سے ستر خاں، رومی خاں، محمد قلی بغدادی، وہاب خاں ایرانی، معصوم خاں شاہی، عبد الصمد خاں ملتانی اور قادر زماں خاں کابلی کے نام قابل ذکر ہیں۔ جو سب خوشنویسی میں بصیرت فن کے ساتھ سنگ تراشی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، تاج محل جیسی بے مثل عمارت پر امانت خاں جیسے بے بدل خوشنویس ہی کا خط جچ سکتا تھا۔

امانت خاں، افضل خاں وزیر شاہجہاں کے بھائی تھے، امانت خاں اور ان کے رفقائے کار کے کمال خط اور بصیرت فن کا ایک نمونہ تو تاج محل میں قرآن مجید کی آیات کی وہ خطاطی ہے جو صدر دروازے کے حصہ زیریں سے انتہائی بلندی تک حروف کی جسامت کی یکسانیت ہے۔ نیز امانت خاں کے وہ طغرے ہیں جن سے ممتاز محل اور شاہجہاں کے مزارات کی تزئین کی گئی ہے۔ سکندرہ (اکبر اعظم کا مقبرہ) کے دروازے کا کتبہ بھی انہیں کا لکھا ہے اور آگرہ میں محلہ مدرسہ شاہی کی قدیم مسجد وغیرہ کا کتبہ بھی انہیں کا لکھا ہے۔[3] جو کمال ہنر تاج محل میں یکسانیت کا دکھایا گیا ہے وہی جامع مسجد کے دروازے پر مرقوم عبارت میں بھی ہے۔

(۲۴۶) عبد الحلیم | نام اور عبد اللطیف مصطفیٰ کے فرزند، عمدہ خوشنویس خط عربی تھے مگر باپ کے خط کو ان کا خط

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص [illegible]   [2] پیدائش خط و خطاطان ص [illegible]
[3] تحقیقات ماہر

نہ پہنچ سکا[1]

(۲۳۷) **عبدالحمید بن یحییٰ بن سعید** | ان کا حال صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ ہو۔

(۲۳۸) **مولانا عبدالحی** | نام۔ ابوسعید مرزا کے منشی تھے اور خط تعلیق میں کمال حاصل تھا[2]

(۲۳۹) **خواجہ عبدالحی** | سلطان اویس جلائر کے شاگرد تھے اور نامور خوشنویس[3]

(۲۴۰) **منشی عبدالحی** | سندیلہ کے باشندہ تھے اور عہدِ واجد علی شاہ والیِ اودھ کے عہد میں بے نظیر خوشنویس مانے جاتے تھے اور درباریوں میں شامل تھے۔ چنانچہ نواب واجد علی شاہ کے ساتھ ہی مٹیا برج کلکتہ چلے گئے تھے[4]

(۲۴۱) **میر عبدالحی مشہدی** | عہد ہمایوں میں خط بابری کے مشہور خوشنویس تھے[5]

(۲۴۲) **عبدالرحمٰن فرمان نویس** | آقا عبدالرشید کے نامور شاگرد تھے اور زود نویسی میں اپنے زمانے کے فرد[6]

(۲۴۳) **عبدالرحمٰن۔ کاتب** | ان کا قلمی ایک دیوان بخط نستعلیق لٹن لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ جو ۹۷۱ھ ہجری م ۱۵۶۳ء/۱۵۶۴ء کا تحریر شدہ ہے شانِ خط نفیس ہے اور کمالِ خطاطی و خوشنویسی ظاہر۔

(۲۴۴) **عبدالرحیم خاطر** | نام اور تخلص۔ منشی ہیرالال موکش کے شاگرد تھے۔ جے پور میں بساط خانہ کی دوکان تھی۔ جہاں بیشتر وقت کتابت میں مشغول رہتے تھے۔ کاپی نویسی بھی کرتے تھے اور اچھے کاتبوں میں شمار تھا۔ جے پور کے قدیم باشندہ تھے اور وہیں انتقال ہوا۔ شانِ خط اچھی تھی۔

(۲۴۵) **عبدالرحیم عنبریں قلم** | ان کی دو وصلیاں بخطِ نستعلیق مخطوطات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہیں یہ عہدِ جہانگیر کے خطاط ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دربار سے ان کا قریبی تعلق تھا

---

[1] اورینٹل میگزین لاہور فروری ۱۹۳۷ء

[2] ارژنگ چین ص ۳ ۔

[3] تذکرہ خوشنویسان ص ۲۰ ۔

[4] تاریخ سندیلہ ص ۲۰۳

[5] تحقیقات نادر ۱۲

[6] تذکرہ خوشنویسان ۱۲

کیونکہ ان کی ایک وصلی پر بقلم خفی یہ عبارت درج ہے:۔

فقیر عبدالرحیم عنبریں قلم جہانگیر شاہی فی شہور سنہ ۱۰۳۲ھ

خط نہایت پاکیزہ اور استادی کا آئینہ دار ہے۔[1]

(۲۴۶) **عبدالرحیم الجزیری اصفہانی** | علی نقی خوشنویس کے معاصر تھے اور سلطان حسین صفوی کے تربیت کردہ خط ثلث میں کمال حاصل تھا۔ مدرسہ چہار باغ کے کتبات انہی کے تحریر کردہ ہیں جو سلاطین صفویہ کی آخری تعمیر کردہ عمارت ہے ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء تک کے ان کے قلمی قطعات دیکھے گئے ہیں۔[2]

(۲۴۷) **عبدالرحیم خان خاناں** | خلف الصدق امیر بیرم خان۔ مجموعۂ کمالات اور سرآمد معاصرین تھے۔ گجرات فتح کرنے کے بعد شہنشاہ اکبر نے خانخاناں کا خطاب عطا کیا اور شاہی لشکر کی سپہ سالاری ملی خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا عربی و فارسی خطوط کے علاوہ ہندی کا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور اس پر پورا عبور تھا۔ ان کے ہندی دوہے بہت بلند اور اعلیٰ ہندی کویوں کے دوہوں کے معیار پر ہیں۔ فارسی شعراء میں نظیری نیشاپوری انہیں کا تربیت کردہ تھا۔ جود و سخا میں بے قابو تھے۔ شعراء علماء اور دیگر اہل کمال کے نہایت درجہ قدردان تھے۔ فقراء سے بھی عقیدت تھی۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ غزل میں رحیم اور دوہوں میں رحمن تخلص کرتے تھے۔ اکبری نورتنوں میں اہم رتن تھے ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں انتقال کیا مفصل حال کے لئے "مآثر رحیمی" قابل ملاحظہ ہے۔[3]

(۲۴۸) **عبدالرحیم فرمان نویس** | آقا عبدالرشید کے شاگرد اور شاہی خوشنویس تھے تعلیق و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ خط میں بڑی متانت پائی جاتی ہے۔[4]

(۲۴۹) **عبدالرزاق قزوینی** | میر عماد کے بھانجے اور اس کے خلیفۂ اعظم تھے علاوہ بلند مرتبہ خوشنویس ہونے کے خوش گو بھی تھے۔ شاہ عباس اول کے مقرب خاص رہے اس کو شاہنامہ سنانا ان کے ذمہ تھا۔ میر عماد کی شہادت کے بعد بھی یہ حاضر دربار رہے اور دسویں گیارہویں صدی ہجری مطابق سترہویں صدی عیسوی کے وسط میں انتقال ہوا۔[5]

(۲۵۰) **عبدالرشید** | ابراہیم عادل شاہ کے دورِ حکومت کے خوشنویس ہیں۔ مرقع عادل شاہی میں ان کے خط کے نمونے موجود ہیں۔ کتاب نورس انھوں نے بھی لکھی ہے جس پر سنہ ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ء درج ہے۔[6]

---

[1] فہرست مخطوطات نمائش علی گڑھ ۱۲ — [3] مآثر رحیمی ۱۲ — [5] پیدائش خط و خطاطان ص ۱۹۲

[2] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۰۱ ۱۲ — [4] تذکرہ خوشنویسان ص ۵۲ ۱۲ — [6] نورس انگریزی ص ۳۰ تا ۳۵

(۲۵۱) آقا عبدالرشید دیلمی عبدالرشید نام تھا۔ مگر آقا رشید مشہور ہیں۔ میر عماد کے بھانجے اور شاگرد رشید سعید تھے۔ میر عماد کے بعد ملا میر علی تبریزی کی روش کو اس درجۂ کمال پر پہنچا دیا کہ اس سے آگے ترقی ناممکن ہے۔ ان کی شہرتِ خط ایران سے گذر کر ہندوستان تک پہنچ چکی تھی۔ میر عماد کے قتل کے بعد یہ بھی جلا وطن ہو کر پریشان حال تھے شاہجہان نے انکو ہندوستان بلوا لیا۔ اور یہاں آتے ہی شاہزادہ دارا شکوہ کا استاد مقرر کیا۔ انکو پیغمبرِ ملتِ خطاطی کہا جاتا ہے۔ تمام عمر مشق خط کرتے رہے بڑھاپے میں بھی مشق نہ چھوڑی اور سرکاری فرائض کے مطابق مشق کو بھی اپنا فرض سمجھا۔

خطِ نستعلیق کا اس مرتبہ کا استاد ہندوستان میں کوئی نہیں ہوا۔ قوم خوشنویس آج تک آقا رشید کہہ کر بڑے ادب سے ان کا نام لیتی ہے۔ اس خط کی تمام خوبیاں ان کے خط پر ختم ہو گئیں۔ دارا شکوہ کے علاوہ محمد اشرف خواجہ سرا اور سعید اے اشرف (ہمیں شک ہے کہ یہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں یا جدا جدا اشخاص کے چونکہ بیشتر مقامات پر جدا جدا ملتے ہیں اس لئے ہم نے بھی جدا جدا ہی درج کئے ہیں) عبدالرحمٰن اور میر حاجی ان کے نامور شاگرد گزرے ہیں۔ ویسے اور بھی بہت لوگوں نے ان سے یہ فنِ شریف سیکھا اور اس میں کمال حاصل کیا۔[1] ملاحظہ ہو ... ۳۶ و ۳۷۔

۱۰۸۱ھ م ۱۶۷۰ء/۱۶۷۱ء یا بقول مصنف تاریخ محمدی ۱۰۸۸ھ م ۱۶۷۷ء/۱۶۷۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ سعید اے اشرف نے جو شعر و سخن میں مرزا محمد علی بیگ صائب کا شاگرد تھا۔ شاہزادی زیب النساء کی فرمائش پر حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔

کردہ بود ایزد عنایت خوشنویس و شاعرے | کز وجود ہر دو کردے افتخار ایام ما
بود اسم و رسم آں عبدالرشید دیلمی | بود نام ایں علی بیگ و تخلص صائبا
آں پسر ہمشیرۂ سید عماد خوشنویس | ایں برادر زادۂ شمس الحق شیریں ادا
شہرِ قزویں است از اقبال آں دار الکمال | کشورِ تبریز بود از نسبتِ ایں عرش سا
آں بہندستاں نمودے خوشنویسی را علم | ایں بہ ایراں داشتے رسم سخندانی بپا
آں یکے در خطِ خط داورِ اقلیم گیر | ایں یکے در ملکِ معنی خسرو فرماں روا
قطعہ ہائے خطِ آں چشم جہاں را روشنی | نسخہ ہائے شعر ایں دلہائے عالم را دوا
از صریرِ کلکِ آں آوازۂ صورت بلند | از ستونِ خامۂ ایں خانۂ معنی بپا

---

[1] تذکرہ خوشنویسان وغیرہ ۱۲

آن بہندستان صورت صاحب سیف و قلم — این در ایران معنی صاحب کوس و لوا
آن ز ہفت اقلیم خط کلکش قلمرو داشتے — وین ز اصناف سخن بودے ضمیرش بادشا
داشتے از خامۂ آن چہرۂ خط آب و رنگ — یافتے از کلک این آئینۂ معنی جلا
سطرہائے آن بکرسی بودے از روئے نسق — حرفہائے این بکرسی بودے از روئے ادا
ہر دو بودندے بہم چون صورت و معنی قرین — ہر دو بودندے بہم چون لفظ و معنی آشنا
اتفاقاً ہر دو در یک سال باہم متفق — رخت بربستند ازینجا جانب دار البقا
گشت از حرمان آن تعلیم خط زیر و زبر — او فتاد از رفتن این ملک معنی از صفا
از برائے آن قلم گردید از شق سینہ چاک — بہر این اوراق دیوان کردہ پیراہن قبا
تختہ گشت از فوت آن خط را دکان دستگاہ — او فتاد از مرگ این گفتار از برگ و نوا
شورش و غوغا فتاد از مرگ ایشان در جہان — با خبر شد چونکہ پیر عقل از این ماجرا
روئے با من کرد و گفت اشرف بگو تاریخ آن — چون ترا بودند ایشان اوستاد و پیشوا

گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن
بود باہم مردن آقا رشید و صائبا[1]
١٠٨١

خاکے لئے ایک ریختہ گو شاعر کہتا ہے:۔

میں نے خطاط ایک قلم دیکھے — لیکن آقا سے لوگ کم دیکھے
ہائے خوش وقت و عہد شاہجہاں — جس کی خدمت میں ایسے ہوں انساں
یعنی عبدالرشید سا استاد — خوشنویسی کی جس نے دی ہے داد
خط کی خوبی کا اس کے ایک ڈھنگ — صفحۂ روزگار کا ہے رنگ
وہ تعریف کیں جو کرتا ہے — شکل نقاش نقش بھرتا ہے
حیرت افزائے حسن ہو تحریر — مشق اس کی ہے قطعۂ تصویر
خط شیریں جو اس کا پاتے ہیں — ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہیں
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے — مدجہاں ہے کسو کی ابرو ہے

---

[1] الف ممدودہ کے دو حرف لئے گئے ہیں ۔

ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے ــــ ہے جلی بھی تو ایک صنعت ہے
سطر لکھتا نہیں خفی کیسا یہ ــــ خط ہے خوباں کے پشت لب کا یہ
خط میں کیسا ہی کوئی قابل ہو ــــ اُس کا ہر نقطہ مقابل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے ــــ کون ایسی صفا سے لکھتا ہے
ہے الف قامتِ نکو رویاں ــــ لام ہے زلفِ سلسلہ مویاں
دال کا خم رہے ہے ایسا خوب ــــ جیسے جُھکتے ہوں مست ہو محبوب
میم جس لطف سے لکھا لب ہے ــــ دہن تنگ مہوشاں کب ہے
ہے کشش نازۂ تن خوباں ــــ دائرہ دور دامن خوباں
دائرہ نون کا اس نمط کھینچا ــــ کہ خط دلبراں پہ خط کھینچا
کیا لکھوں اُس کے خط کی میں خوبی ــــ گویا تصویر ہے گی مجبوبی

مدعی کو جو خط دکھا دیں ہم
جی سے حرف غلط اُٹھا دیں ہم

کہتے ہیں کہ کسی شاعر نے آقا کی تعریف میں ایک قصیدہ کہہ کر پیش کیا آقا نے بجائے کوئی صلہ دینے کے وہی قصیدہ لکھ کر اُس کو واپس دیدیا۔ شاعر کو معاوضہ نہ ملنے کا افسوس ہوا۔ مگر جب آقا کے قدردانوں کو معلوم ہوا تو شاعر کو اس قدر رقم دیکر وہ قصیدہ خرید لیا کہ وہ اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

(۲۵۲) **شیخ عبدالرؤف** | سندھ کے باشندہ شیخ عبدالواسع کے فرزند اور خطِ نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔[1]

(۲۵۳) **منشی عبدالستار سندیلوی** | عہد آصف الدولہ نواب اودھ کے بہترین خوشنویس تھے[2]

(۲۵۴) **شیخ عبدالسمیع** | یہ بھی سندھ کے باشندہ ہیں اور شیخ عبدالرؤف کے حقیقی بھائی ان کا خطِ نستعلیق بھی ان کے والد کے برابر تھا۔[3]

(۲۵۵) **شیخ عبدالشکور** | یہ بھی شیخ عبدالواسع کے فرزند اور سندھ کے باشندے اور نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ مگر ان کے والد اور بھائیوں کے مرتبہ کو انکا خط نہ پہنچ سکا۔ تاہم مستند خوشنویس تھے۔[4]

---

[1] اورنٹیل میگزین لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۳۰ء [2] ہنر و ہنرمندانِ اودھ صـ ۳۲ [3] ایضاً صـ ۲۹۳ [4] اورنٹیل میگزین لاہور

(۲۵۶) عبدالصمد شیریں رقم | ابن خواجہ نظام الملک کہ جو شاہ شجاع شیرازی کے وزیر تھے عبدالصمد ۹۵۱ھ م ۱۵۴۴ء میں اول شہنشاہ ہمایوں کی خدمت میں بمقام تبریز حاضر ہوئے پھر ۹۵۶ھ م ۱۵۴۹ء میں کابل پہنچکر باریاب دربار ہوئے۔ شہنشاہ اکبر کے عہد میں فتح پور سیکری کی ٹکسال کے امین مقرر ہوئے اور پھر ملتان کے صوبہ دار۔ خوشنویسی میں یہ کمال تھا کہ خشخاش کے دانے پر قل ھو اللہ لکھ دیتے تھے۔ خط جلی وخفی میں خاص شان تھی۔ شیریں رقم خطاب شاہی تھا۔ قابل ولائق امیر بھی تھے اور عمدہ شاعر بھی۔ مفصل حال اکبر نامہ جلد سوم کے صفحہ ۱۹۵ پر بھی درج ہے اور آئین اکبری کے صفحہ ۱۱۰ پر بھی۔

(۲۵۷) میرزا عبدالعطوف | نام۔ محمد تقی خاں کمال الدین خاں عرف مہجور تخلص قوم زند سے قزوین کے باشندہ تھے اتفاق زمانہ سے ہندوستان آگئے۔ فارسی ترکی مادری زبان تھی۔ عربی میں بھی دستگاہ کامل تھی تقریباً چالیس سال ہندوستان میں رہے مگر اردو بولنا نہ آیا۔ لسان الملک میرزا محمد تقی خاں سپہر مولف ناسخ التواریخ کے شاگرد تھے۔ خط نستعلیق وشفیعہ میں ید طولیٰ حاصل تھا قسطنطنیہ میں بھی رہے اور سفارتخانہ ایران میں ملازم تھے بعدہٗ رام پور آئے اور وہاں سے بغرض علاج ضیق النفس جے پور جہاں حکیم سلیم الدین خاں خستہ دہلوی ثم جے پوری کے علاج سے مرض زائل ہوا۔

اس زمانہ میں جے پور علم وادب کا مرکز تھا۔ ان کی آمد نے اور رونق بڑھا دی۔ شروع میں ہر جگہ ان کی بڑی عزت وشہرت ہوئی مگر کچھ دن بعد ہی میر حیدر حسن ذکی دہلوی سے چل گئی اور فریقین کی جانب سے نظم ونثر میں چوٹیں ہونے لگیں اور پھر علمی وادبی مناظرے ومباحثے شروع ہوگئے۔ مولانا ابو البیان حافظ محمد سلیم الدین تسلیم نارنولی ثم جے پوری فریقین کے مسلمہ حکم تھے۔ اور انہیں کا دولتکدہ "تسلیم منزل" معرکہ گاہ۔ فریقین نے اس سلسلہ میں متعدد تصانیف مرتب کیں پھر بھوپال میں ملازم ہوئے اور اس کے بعد ضلع علی گڑھ وغیرہ میں پھرتے رہے۔ نواب مزمل اللہ خاں ونواب حبیب الرحمن خاں صاحبان نے ان کی قدر کی۔ پھر سو روپیہ ماہوار کے بحیثیت شاعر دربار رام پور میں ملازم ہوئے۔ متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔ ان کا دیوان خود انہیں کے قلم کا۔ حافظ احمد علی خاں شوق مصنف تذکرہ کاملان رام پور نے صرف ۵ـ میں نیلام میں خرید کر رام پور کے کتب خانہ میں محفوظ کیا ۱۳۲۹ھ م ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا اور رام پور میں دفن ہوئے۔[2]

(۲۵۸) حافظ عبدالغنی | ابن حافظ محمد علی۔ نسخ ونستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ اپنے والد سے اصلاح لی جو اچھے خوشنویس تھے انہیں کی روش پر ان کا خط ان کے برابر پہنچ گیا تھا۔ بنارس میں حسینہ بیگم کی سرکار میں

۲؎ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۲۵ و ص ۲۲۶۔

مرزا جواں بخت بہادر کے بیٹوں مرزا خرم وغیرہ کے معلمِ خط تھے اور بیگم کی عنایت کے سبب سے نہایت خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے[1]

(۲۵۹) ملا عبدالقادر آخوند جو ملا عبدالقادر بدایونی کے نام سے شہرۂ آفاق ہستی ہیں اور منتخب التواریخ کے مصنف کی حیثیت سے فن تاریخ میں بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کے استاد تھے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ مختلف خطوط بہت نفیس لکھتے تھے آخر عمر میں حج بیت اللہ شریف کے لئے چلے گئے تھے۔ مفصل حال آئین اکبری میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲۶۰) عبدالقادر خراسانی نسباً سید تھے۔ ابن سید عبدالوہاب خراسانی۔ علم و ہنر سے آراستہ اور فنونِ لطیفہ کے قدردان۔ مختلف خطوط بہت خوب لکھتے تھے اور ان پر پوری قدرت تھی۔ امیر تیمور نے ان کی شہرت سنی تو بلا بھیجا اور رفتہ رفتہ منشی خاص بنا لیا۔ ان کا عربی خط یاقوت مستعصمی سے بہت مشابہ تھا۔ ان کے قلمی مطلا و مذہب قرآن مجید استنبول وغیرہ کے کتب خانوں کی زینت ہیں۔ نویں صدی ہجری مطابق چودھویں صدی عیسوی کے اعلیٰ خطاطوں میں ان کا شمار ہے[2]

(۲۶۱) خواجہ عبدالقادر ہراتی خطاطی، موسیقی اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ بعد تکمیلِ علوم و فنون اول ہرات سے بغداد گئے اور سلطان احمد جلائر کی مجالس خاص و محافل عیش و نشاط میں شریک ہو گئے۔ سلطان ان کو یارِ عزیز کہا کرتا تھا اور انعام و اکرام سے خوب نوازتا تھا۔ سلطان کی وفات کے بعد میرزا میراں شاہ کے ندما میں شامل ہو گئے۔ جب امیر تیمور نے میراں شاہ پر غلبہ حاصل کیا تو مثل دیگر مقربان یہ بھی پریشان حال ہو کر فرار ہو گئے اور بیاباں نوردی اختیار کی۔ اتفاق سے یہ جنگل میں جا رہے تھے کہ امیر تیمور کا لشکر آ پہنچا۔ گویا ان کے لئے ملک الموت آ گیا۔ لہٰذا فوراً قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اس لئے لشکر نے مزاحمت نہ کی۔ اسی دوران میں خود امیر کی سواری بھی آ گئی تو تیمور نے ان کو پہچان لیا اور کہا "ابدال از بیم جان چنگ در مصحف زد" امیر نے حکم دیا کہ ان کو دربار میں لایا جائے مجبوراً وہاں پہنچے تو تیمور نے ان کی قدر و عزت کی اور درباریوں میں شامل کر لیا۔ خوشنویسی میں تمام فنون سے زیادہ کمال حاصل تھا۔ عربی اور فارسی دونوں خط عمدہ لکھتے تھے ۸۲۵ھ م ۱۴۲۱ء میں انتقال ہوا[3]

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص۔۔

[2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۰۲۔

[3] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۰۲۔

(۲۶۲) عبدالکریم | عبدالرحمٰن فرمان نویس کے پوتے تھے اور بڑی روش درنگِ خط تھا۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی ان کے خط کے مداح ہیں اور ان کے مکتوبات خود کے پاس ہونے کو نعمت سمجھتے ہیں۔[1]

(۲۶۳) عبدالکریم قادری | یہ بھی بلند پایہ خوشنویس تھے۔ اور عبدالکریم مذکور سے ان کا خط کسی طرح کم نہ تھا۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔[2]

(۲۶۴) حافظ عبدالکریم | سجے پور وطن تھا۔ بساط خانہ کی تجارت کرتے تھے منشی احسان علی نارنولی کے شاگرد تھے اور عبدالرحیم خاطر کے برادر کلاں۔ صرف خطِ نستعلیق لکھتے تھے۔ خفی وجلی دونوں کی یکساں صفا و شان تھی۔ سجے پور ہی میں انتقال ہوا۔

(۲۶۵) عبداللطیف مصطفیٰ | ابراہیم عادل شاہ کے دور کے خطاط تھے "مرقعِ عادل شاہی" (محفوظہ کتاب خانہ سالار جنگ حیدرآباد دکن) میں ان کے خطِ نسخ، ثلث، ریحان، اور رقاع کے نمونے موجود ہیں انہوں نے کتاب نورس بھی لکھی ہے ۱۰۲۴ھ سے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۱۵ء تا ۱۶۲۶ء کے تحریر شدہ ان کے مخطوطات پائے جاتے ہیں۔[3]

(۲۶۶) میاں جی عبداللہ | رام پور وطن تھا۔ خطِ نسخ کے استاد فن تھے۔[4]

(۲۶۷) حافظ عبداللہ | عہد شاہجہانی کے عمدہ خوشنویسوں میں تھے۔ مقصود علی، شکر اللہ وغیرہ خوشنویسوں کے معاصر اور نستعلیق و شکستہ کے استاد تھے۔[5] ملاحظہ ہو وصلی عکس نمبر ۳۸۔

(۲۶۸) عبداللہ آتش پنجہ | یاقوت مستعصمی کے شاگرد اور اُس کے آتش پنجہ تھے۔ یہی وجہ لقب ہے علم و فضل میں کامل تھے اور خوشنویسی میں بلند پایہ تھی۔ وطن ہرات تھا۔ وہاں سے بغداد آکر یاقوت کے شاگرد ہوئے اور کثرتِ مشق و محنت سے درجۂ کمال کو پہنچے۔ یاقوت کی روش ایسی اپنائی تھی کہ ان کے اور یاقوت کے خط میں تمیز مشکل ہوتی تھی بعد تباہی بغداد ہندوستان آگئے اور امرا و وزرا کے مقرب ہو گئے۔ عمدہ شاعر بھی تھے چنانچہ قلم کے متعلق کہتے ہیں۔

چیست آں مرغے کہ نا ساید زمانے از نفیر ... شخمش اندودہ بزر و فرقش آلودہ بقیر
بانئے باریک وازافعال او دولت سمیں ... با رخِ تاریک وازآثار را مملکت منیر

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص ۵۶
[2] ایضاً ص ۵۶
[3] نورس انگریزی ص ۳ تا ص ۳۰
[4] تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۶۵
[5] تحقیقات ماہر

چوں ہلالِ جسم او جسم ہنر گرد و قوی — چوں بگرید چشم او چشم خط گرد و ضریر
گرچہ بے گرش است باشد ہمہ جا بیمح — در چہ بے ہوش است باشد از ہمہ سحر طضیر

صورت او بر مثال ماہیے کاورا بود
از شبہ فرق و زرد اندام و از دُم آبگیر

ایک عرصہ کے بعد ہندوستان سے وطن واپس پہنچے اور چھیاسی سال کی عمر میں ۹۸۰ ہجری م ۱۵۷۲ء میں انتقال ہوا۔ پینتالیس قرآن مجید اپنی تحریر کی یادگار چھوڑے۔[1]

(۲۶۹) خواجہ میر عبداللہ شکرین قلم | خواجہ میر علی تبریزی کے خلف الرشید ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں پوری دستگاہ تھی۔ خوشنویسی میں اپنے والد کی زندگی میں ہی کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ خواجہ مذکور سے ہی اصلاح لی اور اسی روش پر لکھتے تھے۔ خراسان۔ آذربائیجان اور ترکستان میں ان کی خوشنویسی کا بڑا شہرہ تھا۔ میر عبداللہ شاعر بھی تھے اور اچھا شعر کہتے تھے۔ خط نستعلیق کی آراستگی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ شکرین قلم خوبیِ خط کے باعث کہلاتے تھے۔[2]

(۲۷۰) سید عبداللہ شیرازی | علم و فضل کا مرتبہ بہت بلند تھا بلکہ پیشوائے علما مانے جاتے تھے۔ خط میں استادانہ رنگ و حیثیت کے مالک تھے "ایساغوجی"، "کافیہ" "شرح تہذیب" وغیرہ انکی تصانیف ہیں۔ علما و فضلا کا ان کی خدمت میں مجمع رہتا تھا۔ اور طالبانِ علم کثرت سے استفادہ کرتے تھے ۱۲۶۶ھ ہجری مطابق ۱۸۴۹ء میں انتقال ہوا۔[3]

(۲۷۱) میر عبداللہ مشکیں قلم | شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد میں سے تھے۔ اصل وطن ترمذ تھا۔ وصفی تخلص کرتے تھے۔ شہنشاہ اکبر کے دربار سے مشکیں قلم کا خطاب ملا تھا۔ زبردست خوشنویس بھی تھے مختلف پانچ تصانیف اور ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ ۱۰۲۵ ہجری مطابق ۱۶۱۶ء میں انتقال ہوا۔[4]

(۲۷۲) سید عبداللہ حسینی نازک رقم | عہد شاہجہانی کے عمدہ خوشنویس باشندہ سندہ تھے کتبہ نویسی بخط ثلث میں کمال حاصل تھا۔[5]

(۲۷۳) منشی عبدالمجید | حافظ ابراہیم کے شاگرد اور سرکار اودھ کے فرمان نویس تھے۔ خط نستعلیق میں کمال حاصل

---

۱. پیدائش خط و خطاطان ص ۱۹۶ ۔ ۲. پیدائش خط و خطاطان ص ۲۰۵ ۔ ۳. اورینٹل میگزین لاہور بابت فروری ۱۹۲۵ء
۴. " " ص ۱۴۹ ۔ ۵. تذکرہ خوشنویسان ص ۴۰

تھا۔ اور دربار اودھ کی خریطہ نگاری پر مامور تھے۔[1]

(۲۷۴) منشی عبدالمجید | اصل وطن فیض آباد (یو۔پی) تھا۔ مگر ترک وطن کر کے پاکستان چلے گئے۔ منشی محمد یوسف دہلوی سے تکمیل فن کی۔ ۱۹۵۰ء میں جب ظاہر شاہ امیر کابل پاکستان آئے تو آپ نے ایک وصلی ان کی خدمت میں پیش کی اور ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔ آپ نے نسخ و نستعلیق کی درمیانی شکل کا ایک ٹائپ بھی رائج کرنے کی کوشش کی ہے۔ فی زمانہ آپ بحیثیت خوشنویس و کاپی نویس پاکستان میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ گویا دہلی کا کراچی کو ایک تحفہ ہیں جنرل ناصر فرمانروائے مصر کو بھی آپ نے ایک وصلی پیش کی اور داد پائی۔ ملاحظہ ہو وصلی عکس نمبر ۳۹

(۲۷۵) درویش عبدالمجید طالقانی | درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خط شکستہ کے بہترین استاد مانے جاتے ہیں۔ مزید حال معلوم نہیں۔[2]

(۲۷۶) عبدالمومن اصفہانی | بن صفی الدین اصفہانی مختلف علوم و فنون میں یکتائے عصر تھے۔ خوشنویسی میں خاص طور پر بہت مشہور تھے۔ ان کا خط دیکھ کر مبصرین تک اس کو ابن بواب کا خط خیال کرتے تھے۔ انھوں نے اصفہان سے بغداد پہنچ کر ابن بواب سے تعلیم خط حاصل کی تھی۔ فن موسیقی کے بھی استاد تھے۔ ان کی مجلس علماء فضلاء اور طالبان علم و فن سے بھری رہتی تھی۔ ۶۲۶ھ مطابق ۱۲۲۹ء میں انتقال ہوا۔[3]

(۲۷۷) عبدالواحد مشہدی | انھوں نے استاد سلطان علی مشہدی کی خدمت میں حاضر رہ کر فن خطاطی حاصل کیا۔ حتیٰ کہ خود مسلم الثبوت استاد ہو گئے۔ بعد حصول کمال استنبول پہنچے اور سلطان سلیمان خاں کی نوازشات سے مالا مال ہوئے۔ ترکی میں مدرسہ واحدیہ کے بانی بھی ہیں۔ اور کئی کتابوں مثل النقایۃ الفقہ لواحدیہ ۱۰۔ رسالہ در فن اسطرلاب وغیرہ کے مصنف بھی۔ ۱۳۳۳ھ م ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔[4]

(۲۷۸) شیخ عبدالواسع | عہد شاہجہاں کے بہترین خوشنویس نستعلیق تھے۔ وطن ملک سندھ تھا۔[5]

(۲۷۹) مرزا عبدالوہاب خاں | نام اور نشاط تخلص۔ اصفہان وطن۔ علم و فضل میں کامل اور شعر و سخن و خوشنویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کو طلا کاری کا بہترین استاد مانا گیا ہے۔ رضا علیخاں ہدایت مصنف "روضۃ الصفائے ناصری" اور مرزا محمد تقی سپہر مؤلف "ناسخ التواریخ" و حبیب اللہ آفندی ترکی مؤلف

---

[1] بزم فرمان اودھ صفحہ ۳۰ [2] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۲۰۶ [5] اورینٹل میگزین لاہور بابت فروری ۱۹۳۵ء

[3] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۰۹ [4] ایضاً صفحہ ۲۰۶

خط و خطاطان و میرزا عبدالمجید مصنف "پیدائش خط و خطاطان" نے بہت اچھے الفاظ میں انکی تعریف کی ہے۔ اور موخر الذکر نے ان کے خط شکستہ کا ایک عکس بھی اپنی کتاب میں شائع کیا ہے جو مطلا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۵ "پیدائش خط و خطاطان" قلم میں بڑا زور اور خط میں نہایت رونق ہے ۱۲۴۲ھ م ۱۸۲۶ء میں انتقال ہوا۔[1]

(۲۸۰) خواجہ عبید زاکانی | صاحب علم و فضل اور شاعر و خوشنویس بے بدل تھے۔ ایک کتاب علم معانی میں تصنیف کی اور چند قطعات خوشخط لکھ کر شاہ ابو اسحاق کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے گئے۔ دروازۂ شاہی پر پہنچے تو دربانوں نے روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ اس وقت مسخرہ آیا ہوا ہے۔ بادشاہ ہنسی مذاق میں مشغول ہے اس لئے اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی عبید کو سخت تعجب ہوا کہ جب مسخرے مقرب بارگاہ سلطانی ہوں اور علما و فضلا محروم رہیں تو پھر علم حاصل کرنے سے کیا فائدہ لہذا واپس چلے آئے اور پھر کبھی اُدھر کا رُخ نہ کیا اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ رباعی کہی ہے۔

در علم و ہنر مشو چو من صاحب فن   تا نزد عزیزاں نشوی خوار چو من
خواہی کہ شوی قبول ارباب زمن   کنگ آر و کنگری کن و کنگرہ زن

مگر دولت شاہ کا قول ہے کہ جب شاہ ابو اسحاق حاکم شیراز و فارس محمد بن مظفر کے ہاتھوں قتل ہوا ہے یعنی ۷۴۷ھ م ۱۳۴۶ء میں تو عبید اُس کا درباری تھا۔[2]

(۲۸۱) عزیز میاں | یہ عرف ہے اور اسی سے مُریدین، معتقدین اور احباب و معاصرین فوری طور پر جان جاتے ہیں اس لئے ہم نے بھی عرف درج کیا ہے۔ ورنہ اصل نام شاہ محمد تقی ہے۔ بریلی وطن اور حضرت شاہ نیاز بریلویؒ کی اولاد اور فی زمانہ اُن کے سجادہ نشین ہیں۔ عالم و فاضل اور مشہور و معروف صوفی و پیر طریقت ہیں ہندوستان میں آپ کے مریدین کی ایک بڑی جماعت ہے۔ شاعر بلند پایہ بھی ہیں۔ اور فی زمانہ خوشنویسی میں بے بدل اور بڑے مرتبے کے ہیں خط میں کمال یہ ہے کہ باوجود ترک مشق جب بھی کچھ لکھتے ہیں تو شان و صفائے خط نمایاں ہوتی ہے۔

(۲۸۲) عصمت اللہ | محمد عارف یاقوت رقم خاں کے بھتیجے اور شاگرد تھے اور اپنے زمانے کے اچھے خوشنویس تھے۔[3]

(۲۸۳) قاضی عصمت اللہ | یکتائے عصر خوشنویس تھے اور یاقوت مستعصمی کے خط کے برابر ان کا خط تھا صرف خط نسخ کے

[1] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۵۱   [2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۲۸۵ مطبوعہ یورپ۔   [3] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۲۶

اُستاد تھے اور قرآن شریف و حمائل لکھ کر روزی پیدا کرتے تھے۔ بہت سے اپنے قلمی قرآن مجید اور حمائل شریف یادگار چھوڑے۔ ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۷ء میں انتقال ہوا[1]

(۲۸۴) **امیر عضد الدولہ دیلمی** ایران کا مشہور بادشاہ جو ۳۳۸ھ م ۹۴۹ء میں تخت نشین ہوا اور ۳۷۲ھ م ۹۸۲ء میں وفات پائی۔ شجاع و مدبر و شاعر ہونے کے علاوہ عمدہ خوشنویس بھی تھا ایک عرصہ تک ابن مقلہ کے بھائی حسن فصیح سے خط کی مشق کی تھی۔ اس کے کمالاتِ خطاطی پردۂ شاہی میں چھپے رہ گئے اور دیگر علوم و فنون کے جوہرات پر حجاب امارت پڑا رہ گیا۔ البتہ شاہانہ کارنامے مثل تعمیرات وغیرہ بہت ملتے ہیں مفصل حال امان التواریخ جلد دوم میں درج ہے۔

(۲۸۵) **شیخ عطا حسین** دہلی کے رہنے والے تھے مگر غدر کے بعد سے جے پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں ملازمت سرکاری کرتے تھے خطِ نستعلیق نہایت پاکیزہ تھا۔ میر پنجہ کش کی روش پر لکھتے تھے اور ان کے رشتہ دار بھی تھے شعر بھی خوب کہتے تھے شور تخلص تھا۔ جے پور ہی میں انتقال ہوا[2]

(۲۸۶) **میر عطا حسین خان** مصنف چہار درویش تحسین تخلص تھا۔ میر محمد باقر طغرا نویس کے خلف الصدق تھے[3] مزید حال صفحہ ۱۶۲ پر ملاحظہ ہو۔

(۲۸۷) **مولانا علاء بیگ تبریزی** ملقب بہ جمال الملک۔ یہ مملکتِ کمال کا جمال اور جمالِ کمال کا خال تھے نواح آذر بائیجان میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ لغاتِ عرب اور امورِ ادب میں دریائے زخار کی حیثیت رکھتے تھے شمس الدین محمد تبریزی سے مدتوں مشق کر کے استادِ فن ہوئے۔ شاہ طہماسپ صفوی کی ان پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ ان کا جلی خط بے نظیر تھا۔ اس لئے اکثر شاہی عمارتوں، مسجدوں اور قبروں کے کتبے ان سے لکھوائے جاتے تھے جو اب تک ایران میں ان کی یادگار ہیں دسویں صدی ہجری مطابق پندرھویں و سولھویں صدی عیسوی کے شہرۂ آفاق خوشنویس تھے۔ شعر بھی کہتے تھے چنانچہ اپنی خوشنویسی کی بابت کہتے ہیں۔

مرا خطے جہان از بہر جان داد است   خطے چہ گونہ خطے بہ زلعل رمانی[4]

(۲۸۸) **ملا علی احمد مہر کن** سوائے خط تعلیق کے باقی جملہ خطوط کی بہترین مہر بنا تے تھے۔ خط کی خوبی سے ناظرِ خط حیرت میں پڑ جاتا تھا آئینِ اکبری کے صفحہ ۸۴ پر درج ہے کہ ان سے بہتر مہر کن کوئی نہیں

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۲۹ ۱۲
[2] تذکرہ شعرائے جے پور ۔ ۱۲
[3] تحقیقات نادرہ ۱۲
[4] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۰۲ ۱۲

ہمایہ فن انھوں نے اپنے والد شیخ حسین سے سیکھا تھا۔ جملہ خطوط میں نستعلیق سب سے اعلیٰ تھا۔[1] جہانگیر کے عہد میں اُن کے دریافت کرنے پر اس شعر کی شانِ تصنیف بیان کرتے کرتے سر دربار گر پڑے اور جان بحق تسلیم کی جس کی تفصیل تزک جہانگیری میں درج ہے۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے ۔۔۔ من قبلہ راست کردم بر طرف کج کلاہے

(۲۸۹) امام علی بن موسیٰ رضا | آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بماہ رمضان ۱۵۳ھ م اپریل ۷۷۰ء ہوئی اور آخر ذیقعدہ ۲۰۳ھ م نومبر ۸۱۸ء میں رحلت کی۔ آپ کے بیشمار علمی و ادبی فضائل ہیں۔ خط کوفی نہایت عمدہ لکھتے تھے اور اُس کے اعلیٰ خوشنویس تھے۔[2]

(۲۹۰) سید علی حسین | لکھنؤ وطن تھا۔ نستعلیق کے بہترین خوشنویس اور اعلیٰ درجے کے کاپی نویس و سنگ ساز تھے چھاپے کے پتھر پر پوری کتاب اُلٹی لکھتے تھے اور اس قدر خوشخط کہ کوئی سید ھا بھی کیا لکھ سکتا تھا۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے معاصر تھے اور ان کا رسالہ "دلگداز" بھی پتھر پر الٹا لکھا کرتے تھے کاپی نہیں ہوتی تھی۔[3]

(۲۹۱) علی رضا عباسی | ان کے تحریر کردہ کتبے مساجد وغیرہ دیکھ کر مصنف "پیدائش خط و خطاطان" ان کے خط کی بابت تحریر کرتا ہے کہ ان کے خط میں یہ آب و تاب ہے ۔۔۔ یہ قدردان علم و فضل تھے اور خود بھی باعلم و ہنر ہونے کے علاوہ خط نسخ کے عمدہ خوشنویس و مصور بھی۔ ان کے خط کے آگے میر عماد کا خط گرد ہے اور ان کی تصویر کے سامنے مانی و بہزاد کے نقوش قلم ہیچ۔ ایسا ہنرمند سرزمین ایران میں آج تک پیدا نہیں ہوا۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ پر ان کی دو تصویروں کے عکس بھی شائع کئے ہیں۔ شاہی دربار میں ان کی بڑی عزت و وقعت تھی۔ انہوں نے شاہ عباس اول و شاہ صفی کا پورا عہد اور کچھ زمانہ شاہ عباس ثانی کا بھی دیکھا۔ اس طرح ان کا سنہ وفات ۱۰۵۲ھ م $\frac{1642}{1643}$ء تک ہو سکتا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے۔ یہ رباعی انہی کی ہے:۔

تا خانہ نشیں شدی تو اے دُرِ خوشاب ۔۔۔ پیوستہ مراست از غمت دیدہ پُر آب

من خانۂ دل خراب کردم ز غمت ۔۔۔ تو خانہ نشیں شدی و من خانہ خراب

(۲۹۲) سلطان علی عادل شاہ اول | فرمانروائے بیجاپور خط نسخ اور بالخصوص دکنی روش کا عمدہ خوشنویس تھا

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص ۔۔ [3] گذشتہ لکھنؤ ص ۱۲۵

[2] مظہر العجائب ۱۲

(۲۴۳) میر علی تقی | میر غلام علی کے برادرزادے اور شاگرد تھے۔ کثرتِ مشق و ذہانت سے خط میں وہ شان پیدا کرلی تھی کہ استاد کے خط سے اپنا خط بڑھا دیا تھا۔ نستعلیق اور شکستہ دونوں خط پاکیزہ تھے مگر شکستہ کو نستعلیق پر فوقیت حاصل تھی جو خواص و عوام میں بیحد مقبول تھا۔ اور اس کی طرز میں انھوں نے کچھ ایجادات بھی کی تھیں۔[1]

(۲۴۴) علی نقی امامی | اصفہانی الاصل تھے، اور سید محمد محسن امامی کے فرزند رشید و شاگرد سعید۔ خطِ ثلث میں مہارت تام اور رونق کامل حاصل تھی۔ مساجد وغیرہ کے کتبے بہت عمدہ لکھتے تھے۔ ایران کے مشہور و معروف خوشنویس تھے۔ ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء تک زندہ تھے۔[2]

(۲۴۵) شیخ علی رضا و رجہ پوری | خطِ نسخ و شکستہ کے اُستاد کامل تھے۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری مرتب "تعلیم خط و املا" نے ان خطوط کی تعلیم انہیں سے حاصل کی تھی۔[3]

(۲۴۶) میر عماد الحسنی قزوینی | عماد الحسن نام اور "عماد الحسنی" مشہور۔ نسباً سید۔ مذہباً اہل سنت والجماعت۔ قزوین میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ سے فارغ ہو کر خوشنویسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اوّل عیسیٰ رنگین نگار سے اصلاح لی جو مقامی خوشنویس تھے۔ پھر بابا شاہ اصفہانی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا۔ کچھ دن بعد مالک نے اندازہ کیا کہ شاگرد کا خط استاد کے خط سے بڑھ گیا ہے لہٰذا فارغ الاصلاح قرار دیا مگر عماد کا شوقِ طلب تشنہ تھا اس لئے یہ سن کر کہ تبریز میں ملا محمد حسین بلند پایہ خوشنویس ہیں تبریز پہنچے اور ہر روز عصر تک ان سے اصلاح لی حتیٰ کہ خط میں خاص شان و صفا پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ایک روز اپنے مشق کردہ ایک قطعہ پر استاد کا نام لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور شاگرد کی بہت تعریف و ستائش کی اور حوصلہ افزائی فرمائی نیز بیحد شفقت و مہربانی سے پیش آئے یہاں تک کہ کچھ ہی دن بعد اہل بصیرت و ماہرین فن نے تسلیم کر لیا کہ ملا صاحب کے خط سے عماد کا خط بہتر ہے اور خود ملا صاحب نے بھی اس کی تصدیق فرما کر فارغ الاصلاح کر دیا۔

میر عماد کی روشِ خط ملا میر علی تبریزی واضع خطِ نستعلیق کی طرز پر تھی مگر کثرتِ مشق و محنتِ کتابت اور قوتِ دست کے باعث شانِ صفا ان سے بھی بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ انہیں شہرہ آفاق خوشنویس مانا گیا ہے اور مبصرین کا فیصلہ ہے کہ ان کے زمانہ تک ان سے بہتر لکھنے والا فارس میں پیدا نہیں ہوا۔ میر عماد طہماسپ صفاہان میں درویشانہ وضع میں رہتے تھے۔ امیروں اور دولتمندوں سے کوئی تعلق نہ تھا حالانکہ ان کے بزرگ شاہانِ وقت کے درباروں سے وابستہ رہتے تھے۔

---

[1] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۲۰۱۰۹ [2] پیدائش خط و خطاطان ص ۱۰۲ [3] تعلیم خط و املا ص ۳۰

میر صاحب میں چونکہ ایک خاص شانِ استغنا و خودداری تھی۔ اس لئے ابتداءً انھوں نے دربار و سرکار کی جانب توجہ نہ کی۔ دراں حالیکہ شاہانِ وقت اور امرائے عصر انکی وصلیوں کی تمنا کرتے تھے اور بچشمِ قدر و وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے خط کی شہرت ایران سے گذر کر ہندوستان و ترکستان وغیرہ تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ شہنشاہ شاہجہاں کی خدمت میں جب کوئی شخص عماد کی وصلی پیش کرتا تھا تو وہ اُس شخص کو یک صدی منصب عطا کیا کرتا تھا۔

میر عماد کو خوشنویسی کے علاوہ شعر و سخن سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ یہ رباعی انھیں کی ہے۔

جاں از من و بوسہ از تو بستان بدہ　　زیں داد و ستد مشو پشیمان دہ بدہ
شیریں سخنی ست نیست دشنام تلخ　　گر زِ لبِ شکریں بگرداں دہ بدہ

آخر تقاضائے وقت سے مجبور ہو کر وطن سے نکلے اور خراسان و ہرات و گیلان میں قیام کرنے کے بعد اس خیال سے کہ اصفہان بادشاہانِ وقت کا پایۂ تخت ہے۔ ہر علم و ہنر کے باکمال وہاں جمع ہیں عازم اصفہان ہوئے۔ ان کے خط کی شہرت وہاں پہنچ ہی چکی تھی۔ اور قدردانِ خطاطی بکثرت تھے لہٰذا انکو بڑی عزت و وقعت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ سنہ م ۱۵۹۹ء/۱۶۰۰ء میں یہ وہاں پہونچکر مقیم ہوئے یہ زمانہ سلاطینِ صفویہ کی عظمت و شوکت کے کمال عروج کا تھا رفتہ رفتہ میر عماد کی رسائی عباس صفوی شاہِ ایران تک ہوئی اور درباریوں میں شامل ہو گئے عمائدینِ سلطنت و امرا سے تعلقات ہوئے۔ جنہوں نے انکی عزت و وقعت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ بادشاہ بھی الطاف و عنایت کرتا رہا۔ اور میر عماد کو فارغ البالی اور عزت و حشمت سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ تقریباً نو دس برس نہایت اطمینان و وقعت سے بسر اوقات کرتے رہے مگر جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے۔ ع ہر جا کہ گل است نیز خار ست۔ علی رضا عباسی بھی اپنے کمالِ فنِ خوشنویسی میں فردِ عصر تھا اور بادشاہ کا مقرب خاص اُس کو ہم فنی کے باعث اول ان سے خلش پیدا ہوتی اور پھر کدورت و رقابت نے صورتِ عداوت اختیار کر لی کیونکہ القاص لا یحب القاص۔ ع (ریلیں اور واعظ نہ ٹکرائیں یہ ہو سکتا نہیں) علی رضا عباسی زیادہ مقربِ سلطانی و وقت شناس تھا۔ اُس نے عماد کی جانب سے بادشاہ کو بدظن و ناخوش کرنا شروع کیا اور اختلافِ مذہب کی رنگ آمیزی مزید کر دی۔ بادشاہ کا مکدر ہونا تھا کہ اہلِ دربار نے بھی عماد سے آنکھیں پھیر لیں۔ عماد کے سمندِ خودداری پر یہ سخت تازیانہ تھا۔ ایک طرف سلطنت کا غرور تھا اور دوسری جانب کمالِ فن کی غیوریت و استغنا حتیٰ کہ عماد کے ساتھ علانیہ ناانصافیاں اور اس کی حق تلفیاں ہونے لگیں تو اس نے ان شکایت کا اظہار لطیف انداز میں بادشاہ پر کیا مگر اُس نے کوئی توجہ نہ کی بلکہ تکدر میں کچھ اضافہ ہو گیا یہ حالت عماد کی طبعِ نازک پر اور بھی گراں گذری تو اسی

تم غصہ میں اُس نے حسبِ ذیل قطعہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

جواہرے کہ بمدحِ تو نظم می کردم — بدل شد از خنکیِ تو سرد چوں ژالہ
چہ سود م از یدِ بیضا چو تو نمیدانی — بیانِ صحبتِ موسیٰ زبانگِ گوسالہ
یکے ازیں حرکتہات ایں بود کہ بہی — فرو بری بزمیں نام و ننگِ صد سالہ

یہ زہر آلود اشعار پڑھ کر عباس صفوی سخت برہم ہوا اور تمام مراعات و عنایاتِ شاہی سے چشم پوشی اختیار کر لی امرا و وزرا نے جو یہ رنگ دیکھا تو وہ عماد کی ہوا تک سے بچنے لگے چنانچہ عماد نے ایک امیر کو یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔

ہنر چہ عرض کنم بر جماعتے کہ ز جہل — زبانگِ خر نشناسند نطقِ عیسیٰ را
مرا اگر ز ہنر نیست راحتے چہ عجب — ز رنگِ خویش نباشد نصیب حِنی را
کمالِ خطِ من از صدرِ شرح مستغنی ست — بآفتاب چہ حاجت شبِ تجلی را

مگر کسی نے اس کی جانب کوئی توجہ نہ کی تو عماد نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ شاگرد بھی اصلاح کے لئے آتے تو بہت بددلی سے اصلاح دیتا اور اپنی لکھی ہوئی ایک دو سطران کو دیدیتا۔ اب اس طرح زندگی بسر کر رہا تھا کہ گلِ دیگر شگفت یہ کہ شاہ عباس نے ستر اشرفیاں عماد کو بھیجیں اور کہلایا کہ شاہنامہ لکھدے۔ عماد نے اشرفیاں رکھ لیں اور شاہنامہ لکھنا شروع کیا۔ ایک سال بعد شاہی قاصد جب شاہنامہ لینے آیا تو اُس کے ابتدائی ستر شعر حوالہ کر کے کہلایا کہ شاہی عطیہ اس سے زیادہ کے لئے کافی نہ ہوسکا قاصد نے یہ حال بادشاہ سے عرض کیا تو وہ برافروختہ ہوگیا اور حکم دیا کہ یہ اشعار واپس دے آؤ۔ اور ہماری عطیہ اشرفیاں الٹی لے آؤ قاصد نے یہ حکم پہنچایا۔ مگر چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔ سب خرچ ہو چکی تھیں لہٰذا میر صاحب نے یہ حال ظاہر کرتے ہوئے ایک ایک شعر کاٹ کر اپنے ایک ایک شاگرد کو دیدیا اور شاگردوں نے ایک ایک اشرفی پیش کر دی جو بادشاہ کو بھیجدی گئیں۔ قاصد نے یہ حال بادشاہ کے گوش گزار کیا اور رقم پیش کی تو وہ غضبناک ہو کر آپے سے باہر ہوگیا اور حکم دیا کہ "ہے کوئی جو اس سُنّی کا سر اڑا دے" اس حکم کی تعمیل مسمّی منصود مسکر نے اپنے ذمے لی ۲۲ محرم ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ء) جمعہ کے دن صبح کے اندھیرے میں جب میر عماد غسل کے لئے حمام کو جا رہے تھے منصور نے راہ میں تلوار مار کر قتل کر دیا۔ دن نکلتے ہی یہ خبر مشہور ہوئی اور شہر میں ہیجانی کیفیت رونما ہوگئی۔

سید کا یہ خونِ ناحق عباس صفوی کو راس نہ آیا۔ میر عماد کے اعزہ و اقربا جلاوطن ہو کر روم چلے گئے اور صورتِ حال کچھ ایسی رونما ہوئی کہ شاہِ روم کی فوج نے خراسان و تبریز وغیرہ پر یلغار کی قتلِ عام کا بازار گرم ہوا۔ اور تقریباً ایک لاکھ ایرانی اس جنگ و جدل میں موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

کہتے ہیں کہ میر عماد نے غضب شاہی سے باخبر ہو کر یہ رباعی کہہ کر لکھی اور اپنی قبا میں سینہ پر رکھ لی تھی کہ غسل سے فارغ ہو کر بادشاہ کو بھیجدونگا مگر جلادِ اجل نے اس کی مہلت نہ دی۔

یک یک ہنرم بین و گنہ دہ دہ بخش | ہر جرم کہ رفت حسبۃً للہ بخش
از بادِ غضب آتش کیں را مفروز | ما را بسر خاکِ رسول اللہ بخش

شہنشاہ شاہجہاں کو جب میر عماد کا قتل کیا جانا معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ کاش اس کو میرے پاس بھیجدیا جاتا[51] میر عماد خود کو عماد الحسنی لکھتے تھے جیسا کہ ملاحظہ عکس مذکور سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو عکس نمبر ۹

(۲۹۷) میر عماد الحسنی | میر عماد الحسن عرف عماد الحسنی کے علاوہ یہ کوئی اور معمولی خوشنویس ہیں جن کی قلمی وصلیاں ہندوستان کے مختلف مقامات پر ملتی ہیں اور ان پر قلمی عماد الحسنی لکھا ہوا ملتا ہے اور بعض میں صحیح یا غلط سنہ تحریر بھی ملتا ہے مگر ان کا خط میر عماد کے خط کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔

(۲۹۸) عماد الدین خاں | نام ابن مولوی محمد نظام الدین خاں وطن رام پور۔ باعلم و فضل ہستی تھے خطِ نستعلیق میر عوض علی سے حاصل کیا اور خط نسخ کی تعلیم میاں جی عبداللہ و غلام رسول خان رام پوری سے پائی ریاست اندور میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز رہے ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو بروز سہ شنبہ رام پور میں انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں سے تزک سکندری تاریخ سکندریہ اردو چھپ بھی گئی ہے[52]

(۲۹۹) سلطان عمر شیخ | ابن امیر تیمور گورگانی المتوفی سنہ ۹۹۶ھ م ۱۵۸۸/۱۵۸۹ء شجاع و شاعر و باعلم و ہنر ولیعہد تھا خطوط کا مسلم الثبوت خوشنویس تھا[53]

(۳۰۰) عنایت اللہ مبروص | قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد اور دہلی کے باشندہ تھے انہوں نے روہیلہ افغانوں کی خاطر اپنے خط کی روش تبدیل کر کے لاہوری روش اختیار کی مسجد عنایت اللہ خاں واقع راہ چاندنی چوک دہلی میں نشست در ہائش تھی ۱۸۵۵ء تک زندہ تھے پھر کوئی حال معلوم نہیں لاہوری روش کا خط نستعلیق اچھا تھا[54]

(۳۰۱) میر عوض علی | نام خلف میر چاند علی حسینی ملیح آباد وطن تھا۔ عربی و فارسی میں صاحب استعداد تھے فن خوشنویسی

---

۵۱ تذکرہ خوشنویسان وغیرہ۔
۵۲ تذکرہ کاملان رام پور ص۲۶۴
۵۳ تذکرہ خوشنویسان ص۴۳
۵۴ تذکرہ خوشنویسان ص۱۲۹

حافظ نور اللہ سے حاصل کیا تھا۔ نستعلیق بہت ہی نفیس لکھتے تھے۔ یہ فن رام پور میں آپ سے بہت لوگوں نے حاصل کیا۔ نواب سید کلب علی خاں والی رام پور کے استاد تھے۔ ان کی جس نے بھی شاگردی اختیار کی فن خوشنویسی سے محروم نہ رہا انہیں کی وجہ سے رام پور میں گھر گھر خوشنویسی کا رواج ہوا۔ مصنف "تذکرہ کاملان رام پور" کا قول ہے کہ "اس وقت جس قدر نستعلیق کے خوشنویس موجود ہیں سب میر صاحب کے سلسلے سے فیضیاب ہیں۔" چند رسالے بھی آپ نے تصنیف کئے مگر وہ طبع نہ ہوسکے املا میں رسالہ "سہل ممتنع" و رسالہ "اصول نستعلیق" ہیں ان کے متعدد مخطوطات جو انکی تصانیف بھی ہیں رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں، ۲۷ محرم ۱۲۹۸ھ م ۱۸۸۱ء کو رامپور میں انتقال ہوا۔[۱]

(۳۰۲) **عماد الملک غازی الدین خاں** | فیروز جنگ المخاطب بہ امیر الامرا نظام الملک آصف جاہ کے بھتیجے تھے احمد شاہ (۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ م ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء) اور عالمگیر ثانی (۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ م ۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء) کے عہد میں مسند وزارت پر متمکن رہے۔ عالمگیر ثانی کی وفات پر تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہوگئے معجز بیان شاعر بھی تھے نظام تخلص تھا۔ "دیوان نظام" ان کی یادگار ہے تقریباً ۱۲۰۰ھ م ۱۷۸۶ء میں بمقام کالپی انتقال ہوا۔[۲]

باوجود مصروفیات امور وزارت خط کی مشق برابر کرتے رہتے تھے۔ ہفت قلم خوشنویس اور عربی و فارسی کے عالم و شاعر تھے نستعلیق مرزا محمد علی کی وضع پر اور نسخ یاقوت کی روش پر اچھا لکھتے تھے شفیعہ اور دیگر خطوط بھی عمدہ تھے۔[۳]

(۳۰۳) **غصینہ** | اندلسی خاتون جس نے خوشنویسی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور اس کی لکھی ہوئی کتابیں ہم عصر خطاطوں کو محو حیرت بنا دیتی تھیں۔[۴]

(۳۰۴) **مولوی غلام رسول خاں** | رام پور وطن تھا۔ اور خط نسخ کے استاد خوشنویساں تھے۔ قرآن شریف کے املا پر خوب قدرت تھی ۱۲۹۵ھ م ۱۸۷۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔[۵]

(۳۰۵) **غلام علی خاں** | یہ مشہور خوشنویس گذرے ہیں دہلی وطن تھا۔ شاہی خوشنویسوں میں منسلک تھے۔ اور شاہی جاگیردار۔ خوش اخلاق خوش وضع۔ علم مجلسی کے ماہر اور نہایت خوش تقریر تھے بارہویں صدی ہجری کے خوشنویس ہیں۔[۶]

(۳۰۶) **میر غلام علی** | نسباً سید، خط شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے ہدایت خاں کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے

۱؎ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۷۹ — ۲؎ تذکرہ خوشنویسان ص ۷۵ ۱۲ — ۳؎ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۹۶۔

۴؎ خزانہ علوم ص ۵۰ ۱۲ — ۵؎ اسلامی کتب خانوں کی سیر ص ۱۹ ۱۲ — ۶؎ تذکرہ خوشنویسان ص ۱۰۸۔

ان کی اکثر وصلیاں اور متفرق قطعات مشق دیکھنے میں آئے ؛ وہ قلم خوب ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں وفات پائی۔[1]

(۳۰۷) غلام مجتبیٰ | خط شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے نواب مرید خاں کے شاگرد تھے۔ تیراندازی میں بھی کمال حاصل تھا۔ اور دونوں فنون کے استاد شمار کئے جاتے تھے نہایت حلیم الطبع اور وضعدار تھے۔[2]

(۳۰۸) مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی | یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے میرا میر علی رضوی پنجہ کش کی تربیت کرکے ان کے خط کو معراج کمال پر پہنچایا جیسا کہ آن کے حال میں درج ہے۔
یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے خوشنویسوں کا تذکرہ فارسی میں لکھا۔ جس کا حوالہ اس کتاب میں جابجا "تذکرہ خوشنویسان" کے نام سے آپ کو ملتا ہے جو مولوی محمد ہدایت حسین مدرس عربی و فارسی پریزیڈنسی کالج کے حاشیہ کے ساتھ ۱۹۱۰ء میں طبع ہوکر شائع ہوا ہے مولانا خوشنویسی میں محمد حفیظ خاں خوشنویس کے شاگرد تھے اور میر کلن۔ قادر بخش۔ محمد اسمٰعیل۔ محمد تقی۔ سکھن سنگھ۔ بجی نرائن پنڈت۔ سرب سکھ رائے۔ محبوب رائے اور کشل سنگھ وغیرہ کے معاصر ساتواں خط بہت اچھے لکھتے تھے اس لئے ہفت قلمی مشہور تھے فارسی و عربی کی تعلیم حکیم قدرت اللہ خاں سے حاصل کی تھی۔ شعر بھی کہتے تھے راقم تخلص تھا۔ فارسی میں زیادہ اور اردو میں کبھی کبھار طبع آزمائی کرتے تھے۔ دہلی وطن تھا مگر ترک وطن کرکے لکھنؤ چلے گئے تھے وہاں حکیم میرزا محمد شفیق سے علم ادب حاصل کیا اور یہی ذریعہ معاش تھا۔ تقریباً ۱۲۳۹ھ م ۱۸۲۳ء / ۱۸۲۴ء میں لکھنؤ ہی میں انتقال ہوا۔ تذکرہ مذکور انکی لافانی یادگار ہے۔[3]

(۳۰۹) غلام محمد خاں | خوشنویسی میں استاد زمانہ تھے لکھنؤ وطن تھا شبیہ کشی میں اتنے کامل تھے کہ نقل کو اصل کر دکھاتے تھے۔ ناخن نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔[4]

(۳۱۰) غلام محی الدین | نام وطن رامپور یا عالم و عمل اور عابد و زاہد شخص تھے خط نسخ بہت عمدہ تھا قرآن شریف کے سیپارے لکھ کر مساکین کو تقسیم کرتے تھے رام پور میں ہی انتقال ہوا۔[5]

(۳۱۱) منشی غلام مرتضیٰ | ان کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ کتابت میں اس قدر تیز دست تھے کہ ایک مرتبہ خان آرزو دہلی سے عظیم آباد جاتے ہوئے لکھنؤ پہنچے۔ سراج اللغات انہوں نے اسی زمانہ میں لکھی تھی جو تقریباً بیس جزو کی تھی۔ یہ ان سے ایک رات کے وعدہ پر دیکھنے کو لے گئے اور رات بھر میں اسکی نقل کر ڈالی۔[6] خط نستعلیق بھی اچھا تھا اور شکستہ کے بھی مسلم خوشنویس تھے۔

(۳۱۲) خواجہ غلام نقشبند خاں | خلف خواجہ یوسف۔ خط نستعلیق و شکستہ و شفیعہ میں یکتائے دہر تھے کچھ عرصہ دنیاوی تعلقات ترک کرکے گوشہ نشین بھی رہے تیرہویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویس تھے۔[7]

---

۱ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۔ ۲ تذکرہ خوشنویسان ۔ ۳ تذکرہ کاملان رام پور صفحہ ۲۰۵ ۔ ۴ تذکرہ خوشنویسان صفحہ

۵ " صفحہ ۔ ۶ ہنر و ہنرمندان اردو صفحہ ۔ ۷ ہنر و ہنرمندان اردو صفحہ

(۳۱۳) فائض ہراتی | عربی فارسی اور ترکی کے عالم اور شاعر شیریں کلام تھے تمام خراسان میں ان کے علم و فضل اور خوشنویسی کی شہرت تھی۔ خط نسخ و تعلیق و نستعلیق کو معراج کمال کو پہنچا دیا تھا ۱۱۴۵ھ م ۱۷۳۲/۱۷۳۳ء میں انتقال ہوا[1]

(۳۱۴) میر فتح اللہ شیرازی | عالم و فاضل شخص تھے عراق و خراسان اور ہندوستان میں ان کے خط کی بڑی شہرت تھی۔ خوشنویسوں میں امتیازی درجہ حاصل تھا۔ نہایت ہنرمند ہستی تھے انھوں نے ایک پن چکی بنائی تھی جو پانی کے دباؤ سے خود بخود آٹا پیستی تھی اور ایک بندوق ایجاد کی تھی جو ایک چکر میں بارہ فیر کرتی تھی طلسمات میں بھی کمال حاصل تھا۔ بلحاظ ہنرمندی و خوبی خط دور دور اپنا جواب نہ رکھتے تھے ۹۹۷ھ م ۱۵۸۸/۱۵۸۹ء میں انتقال ہوا[2]

(۳۱۵) مولوی فضل الرحمٰن خاں | نام۔ مولوی غلام رسول خاں خوشنویس نسخ کے فرزند وطن رام پور خط نسخ و نستعلیق و شکستہ کے استاد تھے بھوپال میں ملازم تھے علم ہندسہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے[3]

(۳۱۶) میرزا فضل اللہ | محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد تھے اور استاد کے خط کی برابر اپنا خط پہنچا دیا تھا[4]

(۳۱۷) حسام الدولہ فقیر محمد خاں | اپنے عہد کے بے مثل خطاط تھے دستخطی صاد ایسا بناتے تھے کہ دس ہزار روپیہ انعام مقرر کرنے پر بھی کوئی شخص ویسا صاد نہ بنا سکا[5]

(۳۱۸) فیض اللہ | قاضی عصمت اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ خط نسخ میں کمال حاصل تھا۔ زور قلم و صفا میں بہت بلند پایہ رکھتے تھے ان کے قلمی متعدد قرآن مجید اب تک دہلی وغیرہ میں پائے جاتے ہیں[6]

(۳۱۹) قابوس وشمگیر | شمس المعالی مشہور بادشاہِ طبرستان تھے۔ علم و فضل اور کمالِ خط میں بے عدیل مانے جاتے تھے۔ متنبی مشہور شاعر عرب اور دیگر اہل کمال نے ان کے خط کی تعریف کی ہے۔ حسن بن عبداللہ مرزبان سے مدتوں اصلاح لی اور اس کی خدمت بحیثیت شاگرد مدتوں کی۔ ذکاوت طبع اور محنتِ شاقہ کی بدولت اپنے خط کو معراجِ کمال پر پہنچا دیا تھا ۴۰۳ھ م ۱۰۱۲/۱۰۱۳ء میں قتل ہو گئے[7]

(۳۲۰) قادر بخش | محمد حفیظ خاں کے شاگرد اور مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلمی کے معاصر و خواجہ تاش تھے دہلی وطن تھا۔ نستعلیق و شکستہ کے خوشنویس تھے[8]

(۳۲۱) حاجی مرزا قاسم تبریزی | آذربائیجان میں تحصیلِ علم کے بعد سلطنتِ ترکیہ کے علاقہ میں پھرتے رہے پھر مصر پہنچے اور ۱۲۹۲ھ م ۱۸۷۵ء میں اسکندریہ میں انتقال ہوا۔ اپنے عہد کے بہترین

---

۱ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۰۰ ۔۱۲ ۴ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۱۷ ۷ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۱۰ ۱۲

۲ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۸ ۔۱۲ ۵ ہنر و ہنرمندان اودھ صفحہ ۲۶ ۸ تذکرہ خوشنویسان ۱۲

۳ تذکرہ کاملان رام پور صفحہ ۲۹۶ ۶ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۲۷

خوشنویس مانے جاتے تھے۔ انہوں نے اصولِ خوشنویسی میں کچھ تصرفات و تغیرات بھی کئے تھے مگر وہ مقبول نہ ہوئے اور انہی تک محدود رہے[1]

(۳۲۲) **قاسم علی شاد** | نام اور تخلص۔ قصبہ نارنول علاقہ ریاست پٹیالہ کے باشندہ تھے اور ریاست جے پور میں بزمرۂ اہلکاران ملازم۔ خطِ نسخ و نستعلیق اور خطوطِ مصنوعہ بہت خوب لکھتے تھے۔ کمال یہ تھا کہ بلا مسطر و جدول کے بڑے سے بڑا صفحہ لکھنا شروع کر دیتے تھے مگر نہ سطور میں کوئی ناہمواری ہوتی تھی نہ کوئی حرف جدول سے خارج یا حد سے کم رہتا تھا۔ ان کی متعدد وصلیاں راقم الحروف نے نارنول میں دیکھی تھیں۔ اور چند قلمی کتب اور ایک قرآن مجید بھی۔ طلاکاری و گلکاری کی بھی پوری مہارت تھی۔ ان کا قلمی ایک کتبہ بخطِ گلزار بھی ایک مسجد میں دیکھنے میں آیا غضب کی باریک گلکاری تھی اور اس قدر پختہ روشنائی استعمال کی تھی کہ باوجودیکہ ہر سال اس پہ بارش ہوتی تھی کھلی ہوئی جگہ پر لکھا تھا مگر کہیں سے سیاہی ہلکی بھی نہ پڑی تھی۔ شاعر بھی تھے۔ ان کی ایک مطلا وصلی کا غبار بھی نظر سے گزرا[2]

(۳۲۳) **مولانا قطب الدین یزدی** | اپنے عہد کے قطبِ دائرہ کمال تھے حصولِ علم و فضل کی غرض سے مقصود علی ترک معز الدین، صدرِ زنجانی اور مالکِ دیلمی کی شاگردی کی۔ خوشنویسی میں یگانۂ عصر مانے جاتے تھے۔ بغداد میں قیام تھا جہاں بہت لوگوں کو فیض پہنچایا گیا رہویں صدی ہجری تک زندہ تھے[3]

(۳۲۴) **مولوی قبل محمد** | نواب آصف الدولہ والی اودھ کے عہد میں لکھنؤ کے باکمال خوشنویس تھے[4]

(۳۲۵) **منشی کالکا پرشاد** | لکھنؤ کے نامور خوشنویس نستعلیق تھے مطبع منشی نولکشور میں ملازم تھے۔ انکی قلمی صدہا کتابیں مطبع مذکور میں چھپی ہیں۔ خط میں متانت و دلکشی ہے[5]

(۳۲۶) **میر کرم علی** | نسباً سید، خوش اخلاق و متقی شخص تھے قاضی عصمت اللہ خاں سے اصلاح لی خطِ نسخ بہت پاکیزہ تھا متعدد کلام مجید یادگار چھوڑے کوچہ چیلان دہلی میں رہتے تھے تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویس ہیں[6]

(۳۲۷) **مولوی کریم اللہ خاں** | نام ابن امیر خاں وطن رام پور باعلم شخص تھے خط نستعلیق میر مومن علی ملیح آبادی سے حاصل کیا خفی و جلی دونوں بہت عمدہ لکھتے تھے سینکڑوں شاگردوں نے ان سے فیضِ خوشخطی حاصل کیا۔ نواب حامد علی خاں والی رام پور کے استاد بھی تھے اکثر ریاست رام پور سے محض اس لئے تنخواہ ملتی تھی کہ خط کی مشق کرتے

---

[1] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۱۰ ۔ [2] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۱۱ ۔ [3] تحقیقات ۱۱/۲
[4] " " صفحہ ۲۱۲ ۔ [5] تحقیقات ۱۱/ ۔ [6] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۲۸ ۔

میں ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء کو رامپور میں انتقال ہوا۔ دفتر خطاط بزبان فارسی انکی تصنیف ہے جو چھپ چکی ہے[1]

(۳۲۸) **کشل سنگھ** | عہد عالمگیر کے خط شکستہ کے مشہور خوشنویس تھے[2]

(۳۲۹) **مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد** | ریاست حیدرآباد دکن کے وزیر اعظم تھے خود بھی متعدد علوم و فنون میں کافی دستگاہ رکھتے تھے اور بہت اہل علم و فن انکی سرکار سے وابستہ تھے اہل ہنر کے نہایت قدردان تھے شاعری وغیرہ کے علاوہ خوشنویس بھی تھے۔ لالہ بچو لال تمکین۔ محمد امام الدین اور محمد ظفر الدین خوشنویسان حیدرآباد سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرکے خط میں شان اور فن میں بصیرت حاصل کی تھی۔ مگر جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے۔ بے حد زود نویس تھے اس لئے شان خط قائم نہ رہتی تھی تاہم خوشخطی سے خط خالی بھی نہ ہوتا تھا[3]

(۳۳۰) **کلو خاں** | عرف غلام حسین عصمت اللہ برادر زادہ یاقوت رقم خاں کے شاگرد تھے۔ اور خط نسخ کے استاد مانے جاتے تھے مصحف نگاری پیشہ تھا۔ حافظ قرآن اور متقی و پرہیزگار شخص تھے دہلی وطن تھا وہیں انتقال ہوا تیرھویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویسوں میں شمار تھا[4]

(۳۳۱) **کمال الدین حسین** | ہرات کے رہنے والے تھے خط نسخ و نستعلیق نہایت پاکیزہ تھا۔ قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے نہایت خوشگو تھے۔ شاہ طہماسپ بادشاہ ایران کے لشکر میں ملازم تھے ایکبار بادشاہ نے ان سے کہا کہ قرآن شریف سناؤ، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ اسی جواب پر بادشاہ ناراض ہوگئے۔ لہذا لشکر سے فرار ہوکر مدتوں صحرا نوردی کرتے رہے اور درویشانہ زندگی بسر کرکے ۹۰۳ھ مطابق ۱۴۹۵ء / ۱۴۹۷ء میں انتقال کیا[5]

(۳۳۲) **کمال خاں رستمی** | بیجاپور کے مشہور قدیم شاعر تھے۔ اور خط نسخ بطرز دکنی کے عمدہ خوشنویس ان کے لکھے کئی مخطوطات سر سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔ خطاط خان خطاب تھا[6]

(۳۳۳) **راجہ کنول کشن** | عہد عالمگیر کے خط شکستہ کے اچھے خوشنویس تھے اور زود نویس بھی[7]

(۳۳۴) **گلبدن بیگم** | مصنفہ ہمایوں نامہ۔ بابر کی بیٹی جو خوشنویسی میں کمال رکھتی تھی[8]

(۳۳۵) **گوہر شاد خانم** | میر عماد کی دختر نیک اختر تھیں اپنے والد سے علوم و فنون کی تکمیل کی اور خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا نستعلیق نہایت نفیس و پاکیزہ لکھتی تھیں کوئی عورت ان کے زمانے میں ان جیسی خوشنویس نہ تھی انہوں نے اپنے بیٹوں کو تعلیم خط دیکر خوشنویس بنایا تھا۔ گیارہویں صدی ہجری کے وسط تک زندہ تھیں[9]

(۳۳۶) **لچھمن سنگھ اقبال** | علم و ہنر سے آراستہ اور فارسی و عربی کے ماہر تھے انشاپردازی میں بھی کمال حاصل تھا ایرانی خانزادوں

---

[1] تذکرہ کاملان رامپور ص ۳۲۹ — [2] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۱۳ — [3] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۷۲

[4] تحقیقات ماہر ۱۲ — [5] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۱۳ — [6] تحقیقات ماہر ۱۲

[7] مہاراجہ کشن پرشاد ص ۔ — [8] نورس انگریزی ۱۲۰ — [9] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۱۳

کی صحبت نے دل و دماغ عجیب کر دیا تھا۔ مرزا طاہر وحید، طاہر دکنی اور رضا کی طرز پر فارسی انشاپردازی خوب کرتے تھے خط شکستہ میں محمد حفیظ خاں کے اور شفیعہ میں میرزا آغا کے شاگرد تھے اور دونوں خط بہت اچھے لکھتے تھے۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی کے شعر و سخن میں شاگرد تھے قلم و سخن میں اہلِ ولایت کی روش کا اتباع بیحد مرغوب تھا ان کی تصنیف "شعلۂ آہ" وغیرہ ان کے کمال کی شاہد ہیں چونکہ طبیعت میں عجب و غرور تھا اس لئے ان کے معاصرین انکو اپنا ہم پلہ نہ مانتے تھے۔ حالانکہ یہ کسی سے کم نہ تھے حکیم میرزا محمد اور مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی سے دوستی تھی اور باہم آمد و رفت۔ ان کے مسلم الثبوت خوشنویس ہونے میں کسی کو کلام نہ تھا۔ تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں انتقال ہوا[1]

(۳۳۷) لچھمی نراین پنڈت | عربی و فارسی میں پوری مہارت تھی۔ عمدہ انشاپرداز بھی تھے اور مصوری میں بھی درک تھا شکستہ و نستعلیق کی تعلیم محمد حفیظ خاں سے پائی تھی۔ ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں کی سرکار میں عمدہ عہدہ پر ملازم تھے بقول مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلمی جو ان کے خواجہ تاش تھے "ایسے سلیقہ اور لیاقت کے انسان کم پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں خط بہت عمدہ تھے کثرتِ مشق کے باعث بینائی جاتی رہی تھی ۱۲۲۵ھ م ۱۸۱۰ء میں انتقال ہوا[2]

(۳۳۸) میاں لعل محمد | ابن کفایت خاں خط شکستہ کئی طرز کا لکھتے تھے اور ہر طرز بیحد دلکش و جاذب نظر ہوتی تھی پیچ در پیچ حروف سے صفحۂ قرطاس کو سنبلستان بنا دیتے تھے[3]

(۳۳۹) مانی رقم خاں | عہد امجد علی شاہ والی اودھ کے زمانے کے اعلیٰ خوشنویس تھے اور شاہزادہ سلیمان قدر محمد بخش خاں کے معلم خط تھے[4]

(۳۴۰) مانی شیرازی | ان کے خط کی شہرت اور فنونِ سپہ گری کی مہارت سنکر شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہ ایران (۹۰۷ تا ۹۳۰ھ م ۱۵۰۱ء تا ۱۵۲۴ء) نے انکو بلا لیا اور نوازشاتِ شاہانہ سے نوازا۔ یہاں تک کہ یہ محسود دیگراں ہو گئے۔ ان کے مخالفین میں امیر نجم الدین بھی شامل تھا جو بہت با اثر و با رسوخ تھا شروع سنہ نو سو ہجری م ۱۵۹۱ء میں انکا انتقال ہوا تبریز میں دفن ہوئے کمال خط کے علاوہ شیریں سخن شاعر بھی تھے[5]

(۳۴۱) مبارز الدین محمد بن مظفر | ۷۱۳ھ تا ۷۵۶ھ ہجری م ۱۳۱۳ تا ۱۳۵۵ء شیراز و فارس کے حکمراں رہے متعدد علوم و فنون میں ماہر ہونے کے علاوہ چند خطوط میں بھی کمال حاصل تھا[6]

(۳۴۲) مبارک شاہ زرین قلم | ہم ان کے متعلق صرف اسقدر جانتے ہیں کہ مصنف "ارژنگ چین"[9] نے لکھا ہے کہ یہ یاقوت مستعصمی کے نامور شاگرد تھے اور انکو زرین قلم تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو کتاب تذکرہ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور۔

(۳۴۳) مبارک شاہ سیوفی | ایوانِ کمال کے صدر نشین اور میدانِ جدال کے شیر نر ہیں۔ اسی لئے ان کو صاحب السیف و القلم

---

۱ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۱۶ ۲ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۰۱ ۳ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۲۵

۴ " " صفحہ ۱۱۹ ۵ ہنر و ہنروران ماوراء صفحہ ۲۵ ۶ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۳۹

کہا جاتا تھا خطِ ریحان لکھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے نیشاپور وخراسان میں ان کی شجاعت وخوشنویسی کی بڑی شہرت تھی نیشاپور کے مضافات میں قریۂ سیوف کے باشندہ تھے اسی نسب سے سیوفی مشہور ہوئے مگر صاحبِ سیف ہونے کے باعث بھی سیوفی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ان کا سنہ وفات بھی مبارک شاہ سیوفی سے برآمد ہوتا ہے[۱]

(۳۴۴) مبارک شاہ قطب | خطِ نسخ کے افقی اُستاد تھے اپنی زندگی میں چالیس قرآن مجید لکھے [illegible] ہجری م [illegible] میں انتقال ہوا مزید حالات نامعلوم[۲]

(۳۴۵) مجنون ہراتی | بن جمال الدین ہراتی تخلص بہ رفیقی۔ ان کے خط کی خوبی نے ادیبوں کو انکا رفیق اور ان کے اشعار کی حلاوت نے شعرا کو شفیق بنا دیا تھا خوشخطی وشاعری کی شہرت سنکر سلطان غازان خاں (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) ہجری تک م [illegible] ء تا م [illegible] ء) نے ان کو اپنا مقرب بنا لیا۔ اور انعام واکرام سے خوب نوازا یہ بائیں ہاتھ سے بھی ایسا ہی لکھتے تھے جیسا دائیں ہاتھ سے ساتوں خطوط میں کمال حاصل تھا۔ خطِ ترامان کے موجد بھی یہی کہے جاتے ہیں۔ قواعدِ خطوط کی بابت حسبِ ذیل تین رسالے بھی ان کی تصنیف ہیں۔

(۱) خط وسواد (۲) قواعدِ خطوط سبعہ (۳) رسم الخط۔ ساتویں صدی ہجری تک زندہ تھے[۳]

(۳۴۶) ملا محب علی ہراتی | ملا رستم علی کے بیٹے اور استاد بہزاد کے بھانجے تھے۔ شعر بھی اچھا کہتے تھے خوشنویسی میں کمال حاصل تھا۔ سلطان ابراہیم مرزا کے کتاب دار تھے پھر شاہ طہماسپ نے ان کے خط اور ہنرمندی کی شہرت سنکر انکو بلوا لیا اور شاہانہ نوازشات سے نوازا اور کتاب داری کے عہدہ پر مامور کر دیا ۹۲۳ ہجری م ۱۵۱۵ء/۱۵۱۶ء میں انتقال ہوا[۴]

(۳۴۷) محراب بیگ | محرابِ عبادت کا شیفتہ اور لذاتِ طاعت کا فریفتہ۔ نہایت متقی وپرہیزگار اور عابد وزاہد شب زندہ دار تھا۔ دائم الصوم رہنا طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ میر عماد کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ میر صاحب کے بعد پیشوائے خوشنویساں مانا گیا شاہ عباس اول ۹۹۶ھ ۱۰۳۸ ہجری (۱۵۸۸ء تا ۱۶۲۹ء) کی بہن سے شادی ہوئی تھی۔ تمام سامانِ عیش وعشرت حاصل تھے مگر ریاضت ومجاہدات میں زندگی بسر کر دی۔ زود نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو شعر خوشخط لکھ دینا معمولی بات تھی۔ میر عماد کے شاگردوں میں بلحاظ خط وثروت امتیازی درجہ حاصل تھا[۵]

(۳۴۸) محبوب رائے | عہد عالمگیر کے خوشنویس شکستہ ونستعلیق تھے[۶]

---

۱ پیدائش خط وخطاطان صفحہ ۲۲۳

۲ پیدائش خط وخطاطان صفحہ ۲۲۳

۳ " " " صفحہ ۲۲۴

۴ " " " صفحہ ۲۱۵

۵ پیدائش خط وخطاطان صفحہ ۲۲۴

۶ تحفۂ خطاطی نمبر ۲

(۳۴۹) **محراب تبریزی** | نام، ادیب، فاضل اور خوشنویس کامل تھے قاسم شادی شاہ اور ظہیر کبیر قاضی زادہ کے معاصر مگر شان خطِ نسخ میں فائق، ان کا شاہکار ایک قرآن مجید مسجد ابراہیم استنبول میں محفوظ ہے جو ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء کا تحریر شدہ ہے اور یہی ان کا سنہ وفات ہے۔[۱]

(۳۵۰) **محمد ابراہیم** | نام، خان بہادر خطاب علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں، سانبھر میں سالٹ ڈپارٹمنٹ میں جنرل منیجر تھے، بعد تقسیم ملک پر پاکستان چلے گئے ناظم آباد میں آباد ہیں خطِ نستعلیق بہت اچھا ہے۔ اور مصوری (قلمی تصویر کشی) میں ید طولیٰ حاصل ہے اس لئے استادوں کی وصلیوں کی ہو بہو ایسی نقل کرتے ہیں کہ اصل و نقل میں تمیز مشکل ہوتی ہے۔ ان کی بہت سی نقل کردہ وصلیاں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔ نقول میں باوجود اختلافِ قط قلم ہر استاد کی خصوصیتِ خط برقرار رہتی ہے فنونِ لطیفہ میں بڑی مہارت و معلومات کے مالک ہیں اور نہایت متواضع و خوش اخلاق و منکسر المزاج

(۳۵۱) **قاری خواجہ محمد احمد** | "نادر رقم" ملاحظہ ہو حال قاضی محمد یعقوب علی۔

(۳۵۲) **محمد ابراہیم خلیل** | نام، الور وطن سید یوسف علی خوشنویس کے شاگرد اور خطِ نستعلیق کے اچھے خوشنویس تھے مطبع یوسفی واقع الور میں کتابت کرتے تھے ۱۳۲۰ھ تک زندہ تھے۔[۲]

(۳۵۳) **محمد اسلم** | نام، غالباً یہ وہی محمد اسلم ہیں جن کے والد کا نام محمد حفیظ الانصاری مصنف کتاب الموسوم بہ فرحت الناظرین ہے جو نواب شجاع الدولہ کے زمانے میں فیض آباد میں تھے۔ محمد اسلم خطِ نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔[۳]

(۳۵۴) **محمد اسمٰعیل** | نام، محمد حفیظ خاں دہلوی کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے۔[۴]

(۳۵۵) **محمد اسمٰعیل عاقل مازندرانی** | نام، تخلص اور وطن، فنِ خطاطی میں کمال تھا اسی لئے "روشن رقم" کا خطاب ملا تھا۔ نسخ و نستعلیق دونوں میں خاص فضیلت حاصل تھی اگرچہ دوسرے خطوط مثل ثلث و ریحان و رقاع بھی خوب لکھتے تھے انشا پردازی و شعر گوئی میں بھی خاص اختصاص

---

۱ پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۳ — ۳ تذکرہ خوشنویسان ص[illegible]

۲ عالم منیر مطبوعہ لاہور — ۴ ایضاً ص۱۱۱

حاصل تھا۔ یاقوت مستعصمی کے قلمی ایک قرآن مجید کے کچھ اوراق تلف ہو گئے تھے انہوں نے وہ لکھ کر اور پرانے بنا کر اس میں لگا دیئے اور بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ تو جب تک انہوں نے خود نہ بتایا۔ دونوں کے خط میں تمیز نہ ہو سکی۔ اسی طرح حرفی نامی خطاط کی قلمی کتاب کی تکمیل کی اور اس کے خط سے خط ملا دیا جس کی تمیز نہ ہو سکی۔[1]

اورنگ زیب کے عہد کے خوشنویس ہیں۔ ان کا قلمی ایک قطعہ تاریخ جس سے سنہ ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) برآمد ہوتا ہے بیاض نجما ورخاں کے صفحہ ۵۶ الف پر درج ہے۔ روشن قلم کا خطاب ان کو ۱۰۹۰ھ میں ملا۔ یہ شاہی قرآن نویس بھی تھے۔ اغلباً انہیں کو حاجی اسمٰعیل بھی کہتے ہیں بیاض مذکور دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[2]

(۲۵۶) مولوی محمد اشرف | نام، قاضی نعمت اللہ لاہوری کے فرزند و شاگرد اور لکھنؤ کے اچھے خوشنویس تھے۔[3]

(۲۵۷) محمد اشرف خواجہ سرا | نام، آقا رشید کے شاگرد اور اچھے خوشنویس تھے۔[4]

(۲۵۸) (سیپاسی) محمد اشرف | نام، یہ بھی آقا رشید کے خوشنویسی میں شاگرد تھے اور شعر و سخن میں مرزا صائب کے۔ اشرف تخلص تھا نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔[5]

(۲۵۹) محمد افضل | نام، محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد ہیں اور انہیں کی روش پر خط ثلث و نسخ لکھتے تھے استاد کے خط سے اپنا خط ملا دیا تھا۔ دہلی وطن تھا بارہویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویس تھے۔[6]

(۲۶۰) محمد افضل | نام، انہوں نے خود کو دارا شکوہی لکھا ہے۔ خط نسخ کے بہترین خوشنویس ہیں ان کی قلمی ایک عربی کی وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ جس پر سنہ کتابت ۱۰۶۲ھ درج ہے۔ (م ۱۶۵۲ء) وہ کابل میں تحریر کی گئی ہے جب کہ شاہزادہ دارا شکوہ قندھار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ یہ بخارا کے باشندہ تھے اس لئے اپنے کو بخاری کہتے تھے۔[7] یہ محمد افضل مذکور الصدر محمد افضل کے علاوہ معلوم ہوتے ہیں

---

[1] کلمات الشعراء ص۲۱

[2] ف۔ م۔ ذ۔ م ص۱۳

[3] تحقیقات ماہر

[4] تذکرہ خوشنویسان ص۹۵

[5] تذکرہ خوشنویسان ص۵۵

[6] تذکرہ خوشنویسان ص۱۱۶

[7] فہرست مخطوطات دہلی میوزیم۔ بزبان انگریزی۔ مرتبہ خان صاحب مولوی ظفر حسن جس کا پورا نام یہ ہے:۔

MEMOIRS OF THE ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA NO29

SPECIMENS OF CALLIGRAPHY IN DELHI MUSEUM OF ARCHAEOLOGY

اسی لئے جداگانہ ذکر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۶۱) محمد افضل الحسینی | نام اور "جواہر رقم" خطاب، ہدایت اللہ کی طرز کے عمدہ خوشنویس تھے۔ کہتے ہیں کہ نواب قمرالدین المخاطب بہ اعتمادالدولہ جو محمد شاہ بادشاہ کا وزیر تھا کی سرکار میں ملازم تھے۔ شان و صفائی خط بہت بلند تھی ۱۱۵۰ھ میں انتقال ہوا[1]۔ ان کی ایک وصلی کا نمونہ نمبر ۴۹ پر ملاحظہ کیجئے

(۳۶۲) محمد افضل القریشی | نام، آقا رشید کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے[2]۔ ان کی وصلی کا عکس باب چہارم میں نمبر ۳ پہ دیا جاتا ہے۔

(۳۶۳) محمد افضل لاہوری نامی قادری | نام، محمد شاہ بادشاہ کے عہد کے عمدہ خوشنویس تھے آقا عبدالرشید کے خط سے اپنا خط ملا دیا تھا اس لئے ان کو آقائے ثانی کہا جاتا تھا۔ بارہویں صدی ہجری کے مشہور و ممتاز خوشنویس نستعلیق تھے[3]۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۳۶۴) محمد امام الدین | ملاحظہ ہوں حالات ہمارا جہ سرکشن پرشاد شاد۔

(۳۶۵) سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش | نام و عرف۔ اس عرف کی وجہ یہ ہے کہ ان کو جو کمال خوشنویسی میں حاصل تھا وہی پنجہ کشی میں بھی تھا ہندوستان میں بادشاہت کا خاتمہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر پر ہوا اور خوشنویسی کا آخری تاجدار میر پنجہ کش کو خیال کیا جاتا ہے شمالی ہند میں جو شہرت و مقبولیت ان کے خط کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں۔

میر پنجہ کش، سید صاحب میر کے صاحبزادے اور سید صحیح النسب تھے۔ مہذب و با اخلاق اور خصائل پسندیدہ و شمائل حمیدہ سے آراستہ تھے" نیک دل، خوش وضع، زندہ دل یار باش و دوست نواز ہستی تھے خوشنویسی و پنجہ کشی کے علاوہ، "کشتی" بانک بنوٹ، مصوری، نقاشی، لوح نویسی، جدول کشی، صحافی، طاقچہ بندی اور سنگ تراشی میں بھی پوری مہارت تھی۔

مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی اپنی تصنیف تذکرۂ خوشنویسان میں ان کی بابت لکھتے ہیں کہ۔

(ترجمہ) جنرل براؤن کے شروع زمانہ حکومت میں اس سید زادے سے میری ملاقات ہوئی تھی اس وقت یہ لالو نامی ارمنی کے گھر پہ آغا میرزا وغیرہ بچوں کو تعلیم دیا کرتا تھا خط کی روش قدما کی روش پہ تھی مجھ سے اس کا اتحاد

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ
[2] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ
[3] تذکرۂ خوشنویسان صفحہ

بڑھا اور باہم آمد و رفت ہوئی تو میں نے اس کو جوہر قابل پا کر صلاح دی کہ آقا عبدالرشید کی طرز پر مشق کرے۔ اُس زمانے میں کوئی شخص آقا کا خط دکھانا تک گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے آقا کی وصلیاں اُس کو دیکر مشق کرائی اور نقل کرنے تک کی اجازت دیدی چونکہ سیدزادہ نہایت طباع و ذہین اور صاحبِ ذوق و جفاکش تھا اس لئے تھوڑے ہی دنوں میں ایسا لکھنے لگا کہ دونوں کے خط میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا۔ میں نے اُس کی رہنمائی و امداد میں کوئی کسر نہ چھوڑی یہاں تک کہ اُستادِ کامل ہوگیا سیدزادے نے بہت سے قطعات لکھ کر اُن پر آقا رشید کا نام لکھ دیا اور خریداروں نے آقا کی اصل وصلی سمجھ کر بے تامل خرید لیں وہ شاہجہاں آباد میں آباد ہے اور کئی برس سے بماہ محرم آقا عبدالرشید کا عرس کرتا ہے، مجھے اُس سے اور اُس کو مجھ سے محبت اور تعلق قلبی ہے اُس کی مجلس میں لوگ کثرت سے آتے ہیں اور فیض پاتے ہیں[1]۔

غدر کے خونی ہنگامہ میں جب کہ میر صاحب کی عمر نوّے[2] برس کے لگ بھگ تھی کسی سپاہی نے گولی مار کر اُن کو شہید کردیا، میر صاحب کے صاحبزادے "میر قطب عالم" اور اُن کی اولاد ۱۹۱۴ء تک تو دہلی میں آباد تھی پھر کچھ پتہ نہیں۔

میر صاحب نے اپنے کمال کا اظہار صفحۂ قرطاس کے علاوہ اپنے مکان کی کڑیوں پر "یا فتاح" اور "بسم اللہ" لکھکر بھی کیا تھا۔ ۱۹۵۰ء میں ان کے مکان بمیں دہلی میں گیا تاکہ اگر یہ یادگار باقی ہو تو دیکھوں مگر اس مکان کی شکل ہی بدل گئی۔ کتبہ کیا کڑیاں تک نہیں ہیں۔

کہتے ہیں کہ میر صاحب کے پاس جب کوئی سائل جاتا تو بجائے نقد یا جنس کے کوئی حرف لکھ کر دیدیتے تھے جو بازار میں فوراً بک جاتا تھا، نیز جب کوئی شاگرد ہوتا تو اُس سے کوئی وصلی لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیتا اور جب اُس کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے تو وہ تحریر دکھاتے کہ کتنی ترقی کی۔

میر صاحب کی وصلی کا نمونہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ کیجئے اور دوسرا نمبر ۴۵ پر باب چہارم میں۔

(۳۶۴) **محمد امین مشہدی** | نام و نسب وطن، عہد اورنگ زیب کے نہایت عمدہ خوشنویس تھے ان کا قلمی و مصنفہ ایک قطعۂ تاریخ بیاض بختاور خاں[3] کے صفحہ ۲۰۷ الف پر مندرج ہے۔

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان ص[illegible]

[2] بختاور خاں عہد اورنگ زیب کا امیر تھا [illegible] ایک ہزاری منصب پر فائز تھا۔ پھر خواجہ سراؤں کا سپرنٹنڈنٹ ہوگیا تھا [illegible] ربیع الاول [illegible] فروری ۱۶۸۵ء کو اس کا انتقال ہوا اورنگ زیب [illegible]

(۳۶۷) مولانا محمد اوبہی | نام، اوبہ مضافات ہرات میں ایک قریہ ہے وہاں کے باشندہ تھے۔ خط عربی و تعلیق کے علاوہ نستعلیق میں بھی کمال حاصل تھا، مولانا جعفر تبریزی اور مولانا اظہر کے بعد انہیں کو متقدمین میں استادِ اعلیٰ شمار کیا جاتا ہے۔[۱]

(۳۶۸) ملا میر محمد باقر | نام، محمد باقر طغرا نویس مشہور، شاہجہان و عالمگیر کے درباری خوشنویس تھے۔ عالمگیر ان کے خط کو بہت پسند کرتا تھا۔ اندازِ تحریر نہایت دلکش تھا۔ رقعات عالمگیر میں بھی ان کا ذکر ہے۔ شاہزادہ والاجاہ کے استادِ خوشنویسی تھے۔[۲] شاہی خطاطوں میں ملازم تھے۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[۳]

(۳۶۹) محمد باقر | نام، حافظِ قرآن تھے اور مطبع نظامی کانپور کے مشہور خوشنویس۔ "پنجۂ نگارین" کے یہی کاتب ہیں جس کو مطبع مذکور نے شائع کیا ہے۔

(۳۷۰) میر محمد باقر ذوالکمالین | نام و خطاب۔ میر علی ہروی مشہور خوشنویس کے والد بزرگوار تھے اور علومِ عقلی و نقلی کے متبحر عالم، علامہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف "شرح اشارات" پر اعتراضات کر کے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور جنازے کے ساتھ گیا۔ بختاور خاں کی یادگار مراۃ العالم نامی کتاب بھی ہے جو تاریخ ہے اور ایک سرائے بھی جو دہلی میں ہے اور اُس کے نام سے مشہور ہے۔

بختاور خاں نے اپنی زندگی میں ایک بیاض مرتب کی تھی جس میں اپنے زمانے کے مشہور خوشنویسوں کی اصل وصلیاں اور اُن کے نوشتے خط جمع کئے تھے۔ اُس میں ایک قطعہ بھی درج ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] میں اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ مگر بعض نمونے خطاطی [illegible] تا [illegible] کے بھی اس میں ملتے ہیں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ترتیب سے ایک سال قبل کچھ کتبات جمع کر لئے گئے تھے جو بعد میں شامل کئے گئے اور آئندہ اندراج ہوتے رہے۔ متعدد صفحات اس کے سادہ بھی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ مجموعہ نہایت نفیس قابلِ دید ہے۔ بعض اوراق پر طلائی جدولیں ہیں بعض پر سنہری افشاں۔

صفحہ ۱۷ تا ۱۸ پر امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کی تاریخیں ہیں جو اُس کے بعد بھی [illegible] تک جاری رہیں۔

قطعہ تاریخ:- این طرز بیاض ہیں سواد اعظم | مجموعۂ واردات اہلِ عالم
دیں نیز عجب کہ گفت بختاور خاں | تاریخ بیاضِ خود سواد اعظم

کاتبہ محمد امین المشہدی - سواد اعظم [illegible] مادہ تاریخ ہے۔

[۱] اختتامیہ ابوالفضل دفتر سوم۔ [۲] تذکرہ خوشنویسان [illegible] [۳] ف۔م۔د۔م [illegible]

انہیں دلائل عقلی سے ثابت کیا ہے۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ہرات سے ہندوستان آئے۔ لاہور پہنچنے پر وہاں کے راجہ جیپال نے ان کے خط کی شہرت سن کر نوازشاتِ حکمرانہ سے نوازا اور اپنے لئے مرقع تیار کرنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے نہایت نفیس و نظر نواز مرقع تیار کر کے پیش کیا تو راجہ بیحد خوش ہوا۔ اور چار ہزار اشرفیاں انعام دیں مگر ان کی بلند ہمتی و عالی حوصلگی نے اس کو انعام حقیر سمجھ کر لینے سے انکار کر دیا۔ اسّی برس کی عمر میں نویں صدی ہجری میں ہندوستان ہی میں وفات پائی۔ متعدد خطوط کے کامل خوشنویس تھے اور نستعلیق کے بہترین استاد۔[1]

(۳۷۱) محمد باقر زریں قلم | نام و خطاب۔ مولوی ظفر حسن مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزم کا کہنا ہے کہ ہم اس نام کے صرف دو اشخاص کو جانتے ہیں۔ ایک اورنگ زیب کے شاہی خوشنویس محمد باقر کو۔ اور دوسرے ساکن لکھنؤ کو جو میر محمد حسین عطا خاں "مرصع رقم" کے والد تھے جو طغرا نویس مشہور ہیں۔ مگر ان دونوں کو زریں قلم کا خطاب نہ تھا۔[2] بہرحال اس خوشنویس کی اسی نام و خطاب کے ساتھ ایک نستعلیق وصلی بخط جلی دہلی میوزم میں محفوظ ہے۔ اور نہایت اچھی صنعتِ دامندار کی وصلی ہے۔ جس کو بہت خوشنویسوں نے لکھا ہے۔ (رشدال جان جہاں الخ)

(۳۷۲) محمد باقر کاشانی | نام و وطن باقر تخلص۔ فنِ خطاطی میں مقر کاشی کے اور شعر و سخن میں محتشم کاشی کے شاگرد تھے۔ اول نواب فرہاد خاں رئیس ایران کے کتب خانہ کے مہتمم رہے، پھر بعد حج و زیارت ہندوستان آ کر ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ کامل خوشنویس اور صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ مآثر رحیمی، مجمع النفائس اور عرفاتِ عاشقین میں ان کی خوشنویسی کا ذکر ہے سنہ ۱۰۳۲ھ میں وفات پائی۔[3]

(۳۷۳) سید محمد باقر جونپوری | ملاحظہ ہو حال شیخ ممتاز حسین جونپوری۔

(۳۷۴) امیر محمد بدر الدین | نام اور تبریز وطن۔ مختلف علوم و فنون سے آراستہ۔ ثلث و نسخ اور تعلیق کے بے مثل خوشنویس تھے امیر تیمور نے ان کے کمالات سُن کر بلا لیا اور نوازشاتِ شاہانہ سے مالا مال کر دیا۔ امارت و عزت عطا کی اور سفیر بنا کر خدیوِ مصر کے پاس بھیجا۔

امیر تیمور کے حکم سے انہوں نے ایک خط بھی شاہ مصر کو لکھا تھا جو ستّر گز لمبا تھا اور اس میں ایک ہزار نو سو سطریں تھیں جن میں امیر مذکور کی شوکت و حشمت کا اظہار کیا تھا امیر نے اس کے صلہ میں کثیر انعام عطا کیا۔ ملا میر علی تبریزی کے شاگرد تھے جو اپنے بیٹے عبداللہ کے خط پر ان کے خط کو ترجیح دیتے تھے۔ سنہری وصلیاں بہت عمدہ

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص۱۲۵۔ [2] ن۔م۔د۔م ص۱۵۔ [3] مآثر رحیمی۔

تیار کرتے تھے امیر تیمور کی جانب سے تقریباً سو فرمان اور کئی سو رقعے انہوں نے لکھے ایک جنگ تیموری کا حال بھی نظم کیا تھا جس سے ان کی قادر الکلامی اور زورِ طبع کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔ ۸۴۹ھ میں بمقام تبریز انتقال ہوا۔

آں زماں کز گرد میداں چشم گردوں گشت کور	واں زماں کز بانگ پہاں گوش گیتی گشت کر
آسماں بر دوش افگند از شفق خونیں کفن	آفتاب انداخت بر آب از فلک زریں سپر[1]

(۳۷۵) ابو عبداللہ محمد بن اسد بن علی بن ... نام، بغداد کے مشہور بزاز تھے یہ فخر انہیں ... ہے کہ ابن بواب جیسا خطاط ان کا شاگرد ہے۔

(۳۷۶) شیخ الاسلام امام محمد بخاری رح | پورا نام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بزدبہ ہے، شیخ الاسلام عہدہ اور امام المحدثین لقب ہے۔ بخاری شریف کے مؤلف، ایرانی الاصل تھے ۱۹۴ھ میں بمقام بخارا پیدا ہوئے، علم حدیث میں امام محدثین ہیں۔ حافظہ بقدر قوی تھا کہ تین لاکھ صحیح و غیر صحیح احادیث یاد تھیں ... خوشنویس تھے اور دونوں ہاتھ سے لکھتے تھے ۲۵۶ھ میں قریۂ خرتنگ میں جو سمرقند سے دو کوس ہے وصال ہوا[2]۔

(۳۷۷) محمد بہار الدین | نام، عہد آصف الدولہ کے خط شکستہ کے خوشنویس تھے[3]۔

(۳۷۸) شیخ محمد پناہ | نام، وطن سندھ، جامع کمالات خوشنویسی عین جوانی میں انتقال ہوا[4]۔

(۳۷۹) محمد تقی | نام، محمد حفیظ خاں دہلوی کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے[5]۔

(۳۸۰) محمد تقی الحسنی خطیب | نام، خط نسخ و ثلث اور ریحان احمد تبریزی کی وضع پر بہت اچھا لکھتے تھے شان خط بلند و دیدہ زیب تھی متقی و منکسر المزاج اور خلیق ہستی تھے نیز علم و ہنر سے آراستہ

(۳۸۱) محمد جان | نام، بن میاں محمد عاشوری۔ شاہ عالم ثانی کے ملازم تھے اور اخلاق حسنہ سے آراستہ پیراستہ

---

[1] زاد التواریخ جلد اول۔ [2] اورینٹل میگزین لاہور، فروری ۱۹۳۲ء

[3] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۱۵ [4] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۹۱۔

[5] تحقیقات ماہر۔ [6] ایضاً صفحہ ۱۹۱

کے شاگرد رشید تھے اور اپنی ایک طرز خاص کے موجد۔ بہادر شاہ بادشاہ کی سرکار سے جب کہ وہ ولیعہد تھے بحیثیت خوشنویس متعلق رہے۔[1]

(۳۸۲) محمد جابر — نام، اپنے کو الحاج اور قریشی لکھتے ہیں ان کی قلمی ایک خوبصورت وصلی تحریر شدہ ۱۹۵۰ء جس میں مختلف خطوط کے نمونے ہیں نمبر ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ وصلی نمائش سنہ مذکور منعقدہ بمقام حیدرآباد دکن میں رکھی گئی تھی اور رسالہ السٹریٹیڈ ویکلی تاریخی ۵ ارفروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ مزید حالات معلوم نہ ہوسکے۔

(۳۸۳) محمد جعفر کفایت خاں — محمد جعفر نام اور کفایت خاں خطاب شاہی، ابن محمد مقیم خاں نبیرۂ میرزا محمد حسین خوشنویس "کفایت خاں" شہنشاہ شاہجہاں نے خطاب عطا کیا تھا پچیس سال تک تن خالصہ کے دیوان وافسر اعلیٰ صیغہ ریونیو رہے عالمگیر کا عہد بھی دیکھا محاسب ایسے زبردست تھے کہ کوئی حسابی ان کے کام میں نقص نہیں نکال سکتا تھا، تعلیق وشکستہ کے بے نظیر خوشنویس تھے، خط شکستہ کی ایک خاص طرز ایجاد کی تھی جو بیحد دلکش و نظر افروز تھی بہت لوگوں نے ان سے فیض پایا اور تمام شاگرد ان کی مخصوص روش کے متبع رہے۔[2] بقول مصنف تذکرۂ خوشنویسان ۱۰۹۵ھ ۱۶۸۴ء میں اور بقول صاحب تذکرۃ الامرا ۱۰۶۰ھ ۱۶۴۹ء میں انتقال ہوا۔

(۳۸۴) شیخ محمد حسن جونپوری — ملاحظہ ہو حال شیخ ممتاز حسین جونپوری۔

(۳۸۵) محمد حسین کشمیری "زرین قلم" — نام اور خطاب جو شہنشاہ اکبر نے عطا کیا تھا۔ نستعلیق کے خوشنویسان ہندوستان میں ان کا بہت بلند مرتبہ ہے۔ تمام ہندوستانی خطاط استادان فن ان کو استادِ وقت تسلیم کرتے ہیں۔[3] ابوالفضل علامی نے ان کو "جادو رقم" کہا ہے۔ وہ آئین اکبری کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھتا ہے۔

"مولانا محمد حسین کشمیری خطاب "زرین قلم" مشہور آفاق۔ شاگرد مولانا عبدالعزیز و بہتر از استاد می نوشت و کاراگاہان دیرابپایۂ ملا میر علی پنداشتند۔"

اکبر کے حکم سے انہوں نے آئین اکبری کا پورا نسخہ نہایت نفیس تحریر کیا تھا جس میں مشہور مصوروں نے تصویریں بنائی

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص۲۰۳ — [2] تذکرہ خوشنویسان ص۲۰۰

[3] ایضاً ص۱۰۱

تھیں اور جس پر تین لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا یہ نسخہ اوجین میں کسی جگہ سے دس ہزار روپیہ میں فروخت ہوکر لندن میوزیم میں چلا گیا[1] ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کا قلمی ایک نسخہ ہفت بند کاشی لٹن لائبریری شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں محفوظ ہے جو مطلا ہے اور بہترین گل کاری سے آراستہ۔ اوسط قلم سے بخط نستعلیق ایسا لکھا ہے کہ حقیقتاً دیکھنے والا مسحور ہو جاتا ہے۔ انکی وصلی کا نمونہ عکس نمبر ۴۴ پر ملاحظہ ہو۔

(۳۸۶) حکیم محمد حسین | نام، خطِ نسخ کے بہترین خوشنویس بروش احمد تبریزی تھے۔

(۳۸۷) حکیم میر محمد حسین | نام، متواضع وخلیق، خلیفہ سلطان سے اصلاح لی اور رفتہ رفتہ کثرتِ مشق کے باعث درجۂ کمال کو پہنچے۔ آقا رشید کی طرز پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے اور آقا کی وصلیوں کا بڑا ذخیرہ ان کے پاس موجود تھا۔ نسخ میں قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے۔ اکثر سیپارے اور پنجسورے لکھتے تھے، موسیقی وشاعری میں بھی دسترس تھی۔ ستار خوب بجاتے تھے۔

مولانا فخر علیہ الرحمۃ کے معتقد خاص تھے اور آخری زمانۂ حیات میں تارک الدنیا ہوگئے بارہویں صدی ہجری کے بہترین خوشنویسانِ نسخ ونستعلیق میں ان کا شمار ہے[2]

(۳۸۸) میرزا محمد حسین | نام، "مشکین قلم" خطاب اصفہانی الاصل۔ نسخ ونستعلیق کے بہترین خوشنویس وقت تھے، ان کے نقوشِ قلم شام ومصر کے کتب خانوں کی زینت ہیں ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا[3]

(۳۸۹) محمد حسین بن کلن | نام، علم وہنر سے آراستہ اپنے والد کے شاگرد وجانشین۔ والد کے خط سے اپنا خط بالکل ملا دیا تھا۔ لکھنؤ میں مرشد زادہ سلیمان شکوہ کی سرکار میں میرمنشی تھے[4]

(۳۹۰) ملا محمد حسین تبریزی | نام، تبریز وطن علم وہنر میں بلند پایہ۔ علما وفضلا سے ان کی مجلس بھری رہتی تھی۔ نغزگو شاعر بھی تھے، ان کا خط اس قدر بے نظیر تھا کہ دیکھنے والا مسحور ہو جاتا تھا۔ ان کے لئے اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ میر عماد الحسنی قزوینی اور علی رضا عباسی کے استاد ہیں۔ آذربائیجان خراسان اور ہندوستان میں ان کے خط کی بڑی شہرت تھی۔ میر سید احمد مشہدی سے اصلاح لی تھی اور ذاتی کوشش سے خط کو معراجِ کمال پر پہنچایا تھا۔ ان کا شمار خوشنویسی کے اربعۂ عناصر میں ہے۔ طالبانِ خوشنویسی دور دراز

---

[1] تحقیقات ۱ ج
[2] تذکرہ خوشنویسان ص ۹۹
[3] پیدائش خط وخطاطان ص ۲۵۶
[4] تذکرہ خوشنویسان ص ۷۸

مقامات سے ان سے فیض حاصل کرنے کو آتے تھے اور یہ اپنا پورا وقت ان کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرتے تھے انہوں نے میر عماد الحسن کے لئے یہ مثنوی کہی اور خود لکھ کر مشق کے لئے ان کو دی:۔

ببین وارثے مرد را یادگار — قلم باشد این نکتہ را گوش دار
جہاں از قلم یافت نام و نشاں — قلم گر نبودے نبودے جہاں
کسے کو نہ گشت از قلم بہرہ مند — ز دانش بہ نزد خرد ارجمند
قلم را چہ داند ہر بوالہوس — قلم زن شناسد قلم را و بس

علی رضا عباسی کو یہ قطعہ عطا ہوا:۔

قلم را بہ رتبت فزوں داں ز تیغ — بود گرچہ کم رو بہ نیروئے تن
قلم کار فرما اگر بایدت — کہ گردی سرافراز بہر انجمن
نہ بینی کہ از بہرِ نظمِ جہاں — شود بندہ اش خسروانِ زمن
فرا پیش یک مرد صاحب قلم — نیایند صد پہلواں تیغ زن

(۳۹۱) **محمد حفیظ الدین** — نام، ابن وزیر الدین، موضع بھڑکول ضلع الور وطن۔ ہجرت کرکے پاکستان چلے گئے کاپی نویس اچھے ہیں۔ خط میں نوک پلک اچھی ہے۔ کراچی میں آباد ہیں۔

(۳۹۲) **محمد حفیظ خاں** — نام، فن خوشنویسی کے مشہور با فیض استاد کامل بلکہ معلم استاد گر ثلث و نسخ و نستعلیق و شکستہ و تعلیق سب میں پورا کمال اور بڑی قدرت تھی۔ شاہی خوشنویسانِ دہلی میں ملازم تھے۔ مگر آخر عمر میں ملازمت ترک کرکے درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ توکل و قناعت پر تکیہ تھا۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے بعض یہ ہیں جو استادانِ عصر سمجھے جاتے تھے۔

نستعلیق میں۔ میر ابوالحسن عرف میر کلن، قادر بخش، محمد اسمٰعیل، محمد تقی اور مولانا غلام محمد ہفت قلمی۔
شکستہ میں۔ لچھمن سنگھ، لچھمی نراین، سکھ رام، محبوب رائے اور کشن سنگھ۔ وغیرہ

ان کی تاریخ وفات مولانا غلام محمد نے یہ کہی تھی:۔

چوں محمد حفیظ خاں استاد — ترک ایں خاکدانِ فانی گفت
سالِ تاریخ فوتِ او در تیم — وائے آقا رشید ثانی گفت

۱۱۹۲ھ (مطابق ۱۷۷۸ء)

لے پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۲۶ — لے ا۔ ب۔ م۔ د۔ م صفحہ ۔ — لے تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۱۱۱

(۳۹۳) مولوی محمد خلیل | نام' آغا رشید کی طرز پر نستعلیق کے مشاق خوشنویس تھے۔[1]

(۳۹۴) سلطان محمد خنداں | نام سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید تھے اور اپنی خاص طرز نستعلیق کے کامل استاد فن اور کثیر التلامذہ[2]

(۳۹۵) مولانا محمد درویش سمرقندی | نام' ان کو درویش عبدی بھی بعض نے لکھا ہے۔ میر عماد کے شاگرد تھے خدمت اُستاد اور کثرت مشق کے باعث درجۂ استادی پر فائز ہوئے۔

درویشانہ وضع تھی' اسی حالت میں استنبول پہنچے تو سلطان مراد خاں کے امرا نے بڑی تعظیم و توقیر کی اور رحمد پاشا وزیر اعظم ترکی کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انھوں نے اُس کی خواہش پر شاہنامہ نہایت نفیس لکھ کر پیش کیا اور انعام پایا۔[3] ان کی وصلی کا نمونہ نمبر ۳۴۳ پر ملاحظہ ہو۔ جو کشمیر میں ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء کی تحریر کردہ ہے۔ مبصرین خط نے ان کے خط کو مولانا عبدالحی کے خط سے بہتر مانا ہے۔

(۳۹۶) محمد رشید اللہ خاں | نام' رام پور وطن مولوی کریم اللہ خاں کے چھوٹے بیٹے اور رام پور کے خط تعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔[4]

(۳۹۷) مولوی محمد رشید | نام' اودھ کے مشہور خوشنویس فتح پور کے باشندے تھے' نسخ و نستعلیق کے کامل استا اور خط غبار دیگر اور وغیرہ کے ماہر تھے چنے کی دال پر قل ہو اللہ مع بسم اللہ لکھ دیتے تھے جو پڑھنے میں آتی تھی۔[5]

(۳۹۸) محمد رضا امامی | نام' اصفہان وطن امام خطاطان دپیشوائے خوشنویسان تھے۔ شاہ عباس اول کے زمانے کے بہترین خوشنویس تھے۔ قوت کتابت و زور قلم خوب تھا۔ متعدد مساجد شاہی کے کتبے ان کے لکھے ہوئے تھے' مولانا حسن بنائی کے شاگرد تھے' مگر زور قلم اور خوبی خط میں استاد سے کم نہ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور طویل عمر پاکر ۱۰۷۵ھ میں انتقال ہوا۔[6]

(۳۹۹) محمد زاہد | عہد عالمگیر کے مشاق خوشنویس و مصور تھے۔[7]

---

1. تذکرۂ خوشنویسان ص ۴۹
2. انشائے ابوالفضل دفتر سوم۔
3. پیدائش خط و خطاطان ص [illegible]
4. تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۳۰
5. [illegible]
6. پیدائش خط و خطاطان ص [illegible]
7. تذکرۂ خوشنویسان ص ۵۹

(۴۰۰) **محمد سبحان** | نام۔ مزید حالات نامعلوم۔ ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے[1]

(۴۰۱) **محمد سعید انصاری** | نام۔ عہد اورنگ کے خوشنویس شکستہ تھے ان کی تحریر کا نمونہ جو کافی نفیس ہے بیاض بختاور خاں موجودہ دہلی میوزیم کے صفحہ ۱۱ الف پر درج ہے[2]

(۴۰۲) **میرزا محمد سلیمان شکوہ** | اس نام کے صرف دو مغلیہ شاہزادے گذرے ہیں ایک دارا شکوہ کا بڑا بیٹا اور دوسرا شاہ عالم ثانی کا فرزند جس کا ۱۸۳۸ء میں انتقال ہوا۔ غالباً یہ وصلی جو دہلی میوزیم میں ہے موخر الذکر کی ہے۔ اور اس نے اپنے استاد کی وصلی کی نقل کی ہے[3]

(۴۰۳) **محمد سمسانی شیرازی** | چونکہ ان کے والد تل فروخت کیا کرتے تھے اس لئے سمسانی مشہور ہوئے ابن مقلہ کے شاگرد اور خطوط عربی کے استاد کامل تھے۔ چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی کے قریب انتقال ہوا[4]

(۴۰۴) **محمد شریف** | نام۔ ابن خواجہ عبدالصمد شیریں رقم صاحب دانش و علم و ہنر تھے اپنے والد سے فن خوشنویسی حاصل کرکے درجہ کمال کو پہنچایا۔ اکبری امرا میں تھے مگر کسی وجہ سے اکبر سے ناراض ہوکر جہانگیر سے جا ملے کچھ عرصہ گوشہ نشین رہے اور جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو حاضر ہوکر امیر الامرا کا خطاب پایا۔ فن خوشنویسی میں کمال کے علاوہ فن کے زبردست ماہر و مصور بھی تھے[5]

(۴۰۵) **محمد شریف** | نام۔ میر حیدر حسن ذکی کے شاگرد۔ پانچ برس بھوپال اور پھر مطبع سرکاری جے پور میں کاپی نویس تھے خط نستعلیق کے کامل خوشنویس تھے۔

(۴۰۶) **محمد صادق** | اس نام کے تین باکمال خوشنویس گذرے ہیں:-

(۱) عہد عالمگیر کے خوشنویس تعلیق و نستعلیق ان کا نمونہ خط القلم خفی بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۵۲ کی پشت پر محفوظ ہے جو دہلی میوزیم میں ہے[6]

(۲) باشندہ دہلی استاد نستعلیق ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۹ء میں فوت ہوئے۔

(۳) عرف مرید خاں۔ ان کا ذکر ذیلی حرف آگے آئیگا[7]

---

[1] ت۔م۔د۔م۔ ص۱۶۰ — [4] پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۵

[2] ت۔م۔د۔م۔ ص۱۶۱ — [5] منتخب التواریخ جلد سوم ص۲۱۰

[3] ت۔م۔د۔م۔ ص۱۶۰ — [6] تحقیقات اہر۔ [7] ت۔م۔د۔م۔ ص۱۶۲

(۲۰۷) **محمد صالح** | نام، ابنِ میر عبداللہ مشکیں قلم۔ خود ان کو بھی "مشکیں قلم" کا خطاب تھا۔ خوشنویس، سحر نگار اور شاعرِ شیریں گفتار تھے۔ فارسی میں کشفی اور ہندی میں سبحان تخلص کرتے تھے۔ شان خطابت بلند و دیدہ زیب تھی۔ عہدِ شاہجہانی میں منصبِ ہزاری پر فائز تھے نیز شاہی کتب خانے کے مہتمم بھی رہے۔ صاحبِ تصنیف تھے۔ مجموعۂ راز، اعجازِ مصطفوی اور مناقبِ مرتضوی ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء میں انتقال ہوا۔[1]

(۲۰۸) **سید محمد طاہر** | نام، پسر سید علی خوشنویس سندھ۔ مثل اپنے باپ کے عمدہ خوشنویس تھے۔[2]

(۲۰۹) **محمد عابد** | نام، شاہ اعزازالدین کے شاگرد اور مولانا غلام محمد کے معاصر و یار تھے۔ اچھے خوشنویس اور بڑے خوش گپ شخص تھے۔[3]

(۲۱۰) **محمد عارف، یاقوت خاں** | نام و خطاب۔ محمد شاہ و عالم بادشاہ کے دربار سے ملا تھا۔ ثلث و نسخ کے بہت بلند مرتبہ خوشنویس تھے اور ایک طرزِ خاص خطِ عربی کے موجد جس نے ہندوستان میں بہت رواج اور بڑی قبولیت حاصل کی۔ ان کے قلمی ایک قرآن مجید کا عکس اب سے کچھ عرصہ قبل بھوپال سے شائع ہوا تھا۔ ان کے شاگرد بھی کثرت سے ہوئے اور متبع بھی۔ بارھویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔[4] اصل وطن ہرات تھا۔ شاہزادگانِ عالمگیر کے استاد تھے۔ ان کا قلمی ایک قرآن شریف تحریر شدہ [illegible]ھ دہلی میوزیم میں بھی محفوظ ہے۔

(۲۱۱) **محمد عاقل** | نام۔ [illegible]ھ کی تحریر شدہ ایک وصلی بخطِ جلی نستعلیق ان کی قلمی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[5]

(۲۱۲) **محمد عالم** | نام، پسر شیخ محمد پناہ خوشنویس سندھ۔ اپنے باپ کے ہم خط تھے۔[6]

(۲۱۳) **محمد عباس** | نام، لکھنؤ وطن۔ حافظ نوراللہ کے شاگرد اور نستعلیق کے مسلم الثبوت استاد تھے۔[7]

(۲۱۴) **محمد عبدالقادر** | نام، نارنول وطن۔ جے پور میں کاپی نویسی کرتے تھے اور اچھے خوشنویس تھے۔[8]

---

۱ تذکرۂ خوشنویساں ص۱۰۱ — ۲ تذکرۂ خوشنویساں ص[illegible] — ۳ نمونۂ ہنرمندانِ اردو ص۲۳
۴ اورینٹل کالج میگزین لاہور، فروری [illegible] — ۵ ت۔م۔و۔م ص[illegible] — ۶ تذکرۂ شعرائے [illegible]
۷ تذکرۂ خوشنویساں ص۱۳۲ — ۸ اورینٹل کالج میگزین لاہور، فروری [illegible]

(۲۱۵) محمد عبداللہ شریف | نام، میسور وطن، مطبع صفدری لشکر محلہ میسور کے مالک ہیں۔ غفار شکیل صاحب نے ان کے حالات اور نمونۂ خط بھیجا ہے اور ان کو "افضل رقم" اور ان کے والد ماجد کو "فرحت رقم" تحریر کیا ہے جن کا نام محمد نذیر حسین درج کیا ہے۔ مگر یہ کچھ نہیں لکھا کہ یہ لقب ہیں یا خطاب۔ خطاب ہیں تو کہاں سے ملے ہیں۔ نمونے عربی خط کے بہت اچھے، دیدہ زیب اور خوشنما ہیں۔

(۲۱۶) محمد عسکری | نام، محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد اور عالی خوشنویس تھے[1]

(۲۱۷) میر محمد عطا حسین خان | نام، "مرصع رقم" خطاب تحسین تخلص محمد باقر خاں شوق طغرا نویس کے فرزند، وطن اٹاوہ۔ پہلے جنرل اسمتھ کے میر منشی تھے۔ اسی زمانے میں قصہ چہار درویش کو رنگین و دقیق اردو میں منتقل کرنا شروع کیا پھر نواب شجاع الدولہ کے دربار سے تعلق ہو گیا تو [illegible] ۱۲ھ میں مکمل کر کے "نو طرز مرصع" نام رکھا۔ لفظ مرصع سے اپنے لقب یا خطاب کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں۔ اپنے زمانے کے مشہور خوشنویس تھے۔ نسخ و نستعلیق اور شفیعہ بہت اچھا لکھتے تھے[2] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ ان کو محمد حسین عطا خاں بھی لکھا ملتا ہے۔

(۲۱۸) حافظ محمد علی | نام، آقا عبدالرشید کی روش پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، شاہی خوشنویسوں میں ملازم تھے اور شاہزادہ جوان بخت ابن جلال الدین شاہ عالم ثانی کو [illegible] صدی عیسوی کے عمدہ خوشنویس تھے[3] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ ایک وصلی کا نمونہ نمبر ۴۵ پر ملاحظہ کیجیے۔

(۲۱۹) شیخ محمد علی | نام، عہد عالمگیر کے خوشنویس تھے وطن سندہ تھا[4]

(۲۲۰) میرزا محمد علی | نام، میرزا خیر اللہ فرماں نویس کے صاحبزادے اور معیار آقا عبدالرشید کی طرز پر نستعلیق بہت خوب لکھتے تھے واستاد تھے۔ لکھنؤ میں عماد الملک کی سرکار میں ملازم تھے۔

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان ص ۱۳۶

[2] داستان تاریخ اردو ص [illegible]

[3] تذکرہ خوشنویسان [illegible]

[4] اورینٹل میگزین لا [illegible]

مولانا غلام محمد ہفت قلمی لکھتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے شاگرد قاضی نعمت اللہ کے ساتھ ان کے یہاں گیا دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت فرشتہ سیرت جلوہ افروز ہے۔ نہایت خلق و گرمجوشی سے ملے۔ اپنے دہلوی دوست احباب کا حال پوچھتے رہے پھر اپنے کتبات دکھائے طلا کا رپند نامہ اور گلستاں جو وزیر علی خاں کے لئے تیار کی تھی مطالعہ کرائی عجب شان خط اور رونق تھی گویا تمام قوت دست اور صنعت کتابت ان پر خرچ کر دی تھی ترکیب و کرسی دائرے اور کشش ایک سے ایک بہتر تھے اس زمانے میں وزیر علی خاں کے استاد خوشنویسی تھے۔ مہرکنی میں بھی کمال تھا بارہویں صدی ہجری کے اعلیٰ استاد و خطاط تھے۔ ان کے کئی شاگرد ممتاز استاد خوشنویسی ہوئے ہیں[1]

(۴۲۱) مرزا محمد علی | نام صدر محاسبی (حیدرآباد دکن) میں ملازم تھے اور اپنے وقت کے مشہور خوشنویس و خطاط انھوں نے "تذکرہ خوشنویسان" بھی تالیف کیا ہے۔ جو اردو نثر میں ہے۔ یہ کتاب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کے جشن چہل سالہ پر لکھی گئی۔ اس کی سائز ۹-۶ مسطر ۹ سطرہ اور ضخامت ۴۱ صفحات ہیں تاریخ خاتمہ مولف نے آخر کتاب میں ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ درج کی ہے (مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۰۶ء)

اس میں نسخ و نستعلیق کے خوشنویسوں کا حال قلمبند ہوا ہے۔ آغاز میں حروف کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ خوشنویسوں کا حال عہد عباسی سے شروع کیا ہے۔ سب سے پہلے ابوالحسن علی المشہور بہ ابن بواب" کا ذکر ہے۔ آخر میں حیدرآباد کے خوشنویسوں کا ذکر کرتے ہوئے امیر یار جنگ کے شاگردوں کے حال پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

اس کے بعد خوشخطی کی شناخت اور اچھے خط کی پہچان کے متعلق بھی وضاحت کی گئی ہے[2]

(۴۲۲) محمد علی آقا مرزا | نام ابن میرزا حسین علی بعہد ناصر الدین شاہ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء تک تہران میں زندہ تھے۔ ساتوں خط نہایت نفیس و بہتر لکھتے تھے[3]

(۴۲۳) محمد علی | نام ہدایت اللہ زریں قلم کے فرزند و شاگرد اور ان کے خط کے دوش بدوش ان کا خط تھا[4] مگر مولوی ظفر حسن مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم بزبان انگریزی ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ ان کو بھی "زریں رقم" (نہ کہ زریں قلم) کہا گیا ہے اور "زریں رقم" صرف ہدایت اللہ تھے۔ جن کا انتقال ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء میں ہو گیا جس وصلی پر ان (محمد علی) کا نام مع ولدیت درج ہے۔ ابن زریں رقم وہ ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء کی تحریر شدہ ہے پس یا تو ہدایت اللہ کے سوا کوئی اور شخص بھی "زریں رقم" گذرا ہے۔ جس کے یہ فرزند ہیں۔ اور ہمیں اس کا علم نہیں یا پھر ہدایت اللہ کا ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء

---

[1] تذکرہ خوشنویسان ص۹۵ [3] پیدائش خط و خطاطان ص۲۴۰ [4] تذکرہ خوشنویسان ص۱۱۲

[2] منقول از فہرست کتب خانہ سالار جنگ مرحوم حیدرآباد دکن ص۴۳۲ (اردو قلمی کتابوں کی فہرست)

میں انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ بعد تک کافی عرصہ زندہ رہے۔ بہرحال انکی چہ وصلی محفوظ ہے وہ بہت نفیس بخط جلی نستعلیق ہے۔[1]

(۴۲۴) محمد عمر | نام۔ موضع نانگل ضلع میرٹھ کے باشندہ ہیں۔ عمر قریب ۴۰ سال۔ متقی و پرہیزگار اور معاشرے کے نہایت صاف ہیں اور وعدے کے سچے۔ حالانکہ فی زمانہ یہی وصف بیشتر کاپی نویسوں میں معدوم ہیں۔ کاپی نویسی ذریعہ معاش ہے عربی خط تو بہت ہی اچھا ہے مگر نستعلیق بھی معیاری لکھتے ہیں اور بخلاف عام کاتبان صحیح نویس ہیں۔ خط طغرا میں بھی کمال حاصل ہے۔ ان کے ایک مکتوب کا عکس نمبر ۲۰۴ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴۲۵) صاحبزادہ محمد علی خاں | نام۔ چھٹن صاحب عرف ابن محمد کاظم علی خاں ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء کے قریب پیدا ہوئے وطن رام پور تھا۔ عربی و فارسی کے عالم تھے اور خط نسخ کے باکمال خوشنویس۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں رام پور ہی میں انتقال ہوا۔[2]

(۴۲۶) محمد فاضل | نام۔ حالات نامعلوم۔ ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[3]

(۴۲۷) شیخ محمد فاضل | نام۔ ابن شیخ محمد۔ عہد شاہجہاں کے مشہور خوشنویس کتبہ نویسی بخط ثلث کے استاد۔ وطن سندہ۔[4]

(۴۲۸) محمد فضیل الرحمن | تاریخی نام ہے حضرت مولانا شاہ محمد ولی الرحمن جالی کے فرزند دوم ہیں۔ نسخ میں مولوی افتخار علی خاں سے استفادہ کیا اور نستعلیق منشی رام چندر سے یکساں دونوں خط پاکیزہ و نفیس ہیں اپنے وطن سرساوہ ضلع سہارنپور میں قیام ہے۔

(۴۲۹) محمد قاسم شادی شاہ | نام۔ فاضل گراں مایہ اور شاعر و خوشنویس بلند پایہ شہرت آفاق کے مالک تھے۔ میر علی ہروی خوشنویس کے معاصر تھے اور دونوں میں چشمک تھی چنانچہ ان پر چوٹ کرتے ہیں کیونکہ میر صاحب بہرے تھے۔

گراں کاتب کہ دارد دعوئے خط	ہوائے خود پسندی بردہ ہوشش
ازاں رو خط او اصلے ندارد	کہ تعلیمے نہ شنیدہ گوشش

میر صاحب کے اشعار ان کی نسبت یہ ہیں:۔

اگر نا قبول شادی شاہ	لیکن بعدا مقبول و مرغوب است

[1] [illegible]
[2] [illegible]
[3] [illegible]
[4] [illegible]

خطے بے نقل او نباشد خوب		اگر آں نقل می کند خوب است[1]	

ابوالفضل علامی لکھتا ہے کہ دیگر خطوط کے علاوہ خط نستعلیق میں بڑا کمال تھا اور اپنی ایک خاص روش رکھتے تھے جس کو ایک کثیر جماعت پسند کرتی تھی اور ان کے تلامذہ انہی کی پیروی کرتے تھے[2] ۱۰۰۴ھ تک زندہ تھے۔

(۴۳۲) میرزا محمد قباد | نام، دہلی وطن علم و ہنر سے آراستہ خط شکستہ درایت خاں کی روش پر ایسا لکھتے تھے کہ دونوں کے خط میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ شاعر بھی تھے۔ چنگیز نامہ کی چند حکایتیں نظم کی تھیں[3]

(۴۳۳) مولانا محمد کاتبی | نام و تخلص خط عربی کے بڑے مرتبہ کے خوشنویس تھے، اور مضافات تبریز کے باشندہ قدیم تھے نیشاپور میں خوشنویسی سیکھ کر وہیں رہ پڑے تھے۔ آخر عمر میں ترکوں سے ناراض ہو کر استرآباد چلے گئے اور وہیں ۸۳۸ھ میں انتقال ہوا[4]

(۴۳۴) میر محمد کاشی | نام، شاہجہان کے درباری خوشنویس شکستہ تھے[5]

(۴۳۵) میرزا محمد کاظم | نام ابن جواہر رقم خاں۔ سید علی کی طرز پر لکھتے تھے۔ اغلباً یہی وہ محمد کاظم ہیں جو تہران کے باشندے اور عہد شاہجہان کے خوشنویس تھے[6]

(۴۳۶) سید محمد محسن امامی | نام اصفہان وطن۔ مرزا ابوتراب اصفہانی شاگرد میر عماد کے شاگرد تھے کثرت مشق کے باعث استاد کے خط کی برابر خط تھا۔ شاہ سلیمان صفوی (عہد حکومت ۱۰۷۷ھ تا ۱۱۰۵ھ) کے خوشنویس و استاد تھے۔ اور شاہ سلطان حسن کے معاصر[7]

(۴۳۷) محمد مراد شیریں قلم | نام، یہ خطاط سحر نگار و کاتب عماد طراز کشمیر کا باشندہ تھا گر اس کو خوشنویسی کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا خفی و جلی دونوں کی یکساں شان تھی روش خط میں ملا میر علی کا تتبع تھا اور شان خط خواجہ سلطان علی مشہدی کے برابر تھی تیرھویں صدی ہجری کا مشہور استاد نستعلیق ہے اس کی وصلی کی نقل کا عکس باب چہارم میں نمبر ۹۵ پر ملاحظہ کیجئے۔

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص۲۳۳
[2] انشائے ابوالفضل دفتر سوم
[3] تذکرہ خوشنویسان ص۱۰۹
[4] تذکرہ دولت شاہ ص۲۰۲
[5] تحقیقات امرتسری
[6] پیدائش خط و خطاطان ص۲۳۴
[7] تذکرہ خوشنویسان ص۸۲

(۴۳۶) **محمد مظفر الدین** | ملاحظہ ہوں حالات مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد۔

(۴۳۷) **شیخ محمد معین** | نام شیخ عبدالواسع کے بیٹے اور سندھ کے خوشنویس نستعلیق۔[۱]

(۴۳۸) **محمد مقیم** | نام میر عماد کی طرز کے اعلیٰ خوشنویس تھے۔ دہلی میں کالی مسجد میں رہتے تھے۔ کثیر التلامذہ تھے اور کئی شاگرد باکمال استاد ہوئے اٹھارویں صدی عیسوی کے خوشنویس ہیں[۲] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[۳]

(۴۳۹) **میر محمد موسیٰ** | نام سرہند کے رہنے والے میر عماد کی طرز کی عمدہ خوشنویس تھے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں زمرۂ خوشنویسان شاہی ملازم تھے۔ لالہ سدا سکھ رائے دیوان خالصہ انہیں کے شاگرد تھے[۴] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[۵]

(۴۴۰) **محمد موسیٰ** | نام ابو کفایت خاں اپنے باپ ہی کے شاگرد تھے اور انہیں کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے کشش و دوائر میں کچھ ترمیم بھی انہوں نے کی ہے۔[۶]

(۴۴۱) **محمد مومن** | نام خلف عبداللہ مروارید کرمانی سا عالم و ہنر اور حسن خط میں شہرۂ آفاق تھے۔ شاہ اسمٰعیل اول نے ان کے خط کی شہرت سن کر بلا لیا اور اپنے کتاب خانہ کا خطاط مقرر کیا میں انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا دیوان نہایت نفیس و پاکیزہ بخط نسخ لکھا تھا جو استنبول کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ میں انتقال ہوا۔[۷]

(۴۴۲) **میر محمد مومن** | نام ابن میر عبداللہ مشکین قلم۔ برادر محمد صالح خوشنویس شاعر بھی اچھے تھے مومن تخلص تھا موسیقی کے بھی ماہر تھے خطاطی با کمال تو تھے ہی اپنے والد کے شاگرد تھے اور نفیس کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے میں انتقال ہوا۔[۸]

(۴۴۳) **محمد میرزا** | ملاحظہ ہو حال شیخ ممتاز حسین جونپوری۔

---

۱ اورینٹل میگزین بابت ماہ فروری
۲ تذکرہ خوشنویسان ص
۳ ایضاً ص
۴ تذکرہ خوشنویسان ص ۱۰۱
۵ پیدائش خط و خطاطان ص ۲۲
۶ تذکرہ خوشنویسان ص ۱۰۱
۷ ن۔ م۔ د۔ م ص
۸ ن۔ م۔ د۔ م ص

(۲۴۴) سید محمد میر سوز | دہلی کے مشہور شاعر ۱۱۹۱ھ میں لباس فقیری اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے۔ نواب آصف الدولہ ان کے شاگرد تھے۔ خط نستعلیق و شفیعہ خوب لکھتے تھے۔ بہتر سال کی عمر میں ۱۲۱۳ھ میں بمقام لکھنؤ انتقال ہوا۔[۱]

(۲۴۵) محمد نبی خاں | نام، مجوز تخلص ابن محمد سردار خاں۔ وطن و مولد رام پور۔ عربی و فارسی کے عالم تھے اور فن سخن میں مرزا داغ کے شاگرد۔ خط نستعلیق کا فن مولوی اسلام اللہ اور میر عوض علی سے سیکھا۔ خفی و جلی بہترین لکھتے تھے۔ پیرانہ سالی میں وہ قوت خط تھی کہ نوجوانوں کو بھی میسر نہیں۔ مذہبی امور میں سرگرم کارکن تھے۔ بھوپال میں وکالت کرتے تھے۔ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء تک زندہ تھے۔[۲]

(۲۴۶) محمد نصیر الدین | نام، لکھنؤ میں عہد آصف الدولہ کے خوشنویس تھے۔[۳]

(۲۴۷) محمد نعیم اصفہانی | نام و نسبت وطن عہد اورنگ زیب کے خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کے خط خفی کا نمونہ "بیاض بختاور خان" کے صفحہ ۲۴۴ الف پر درج ہے جو کہ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔[۴] خط شکستہ بھی بہت اچھا لکھا ہے جس کا نمونہ بیاض مذکور کے صفحہ ۵۰ الف پر درج ہے۔

(۲۴۸) سلطان محمد نور | نام، مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید اور نستعلیق کے شہرۂ آفاق خوشنویس تھے ایک خاص طرز خط تھی کثیر جماعت نے ان سے استفادہ کیا خط طغریٰ و تعلیق بھی اچھا لکھتے تھے۔[۵] ان کا قلمی دیوان حافظ ایران کے کتب خانۂ شاہی میں محفوظ ہے۔[۶]

(۲۴۹) مولانا شاہ محمد ولی الرحمٰن جمالی | نام، ولی تخلص۔ سرساوہ ضلع سہارنپور وطن حضرت شاہ محمد خلیل الرحمٰن جمالی کے خلف الصدق و سجادہ نشین اولاد چہار قطب ہانسوی خط عربی و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس و مبصر ہیں۔[۷]

(۲۵۰) محمد ولی جان | نام، "نصرت رقم" لقب یا خطاب۔ ان کی مکتوبہ ایک وصلی لٹن لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

---

۱ آب حیات ص ۱۹۳
۲ تذکرہ کاملان رام پور ص ۴۰۰
۳ تحقیقات ماہر
۴ د۔م۔د۔م۔ ص ...
۵ دائرہ افضل جلد سوم
۶ فہرست کتاب خانہ مجلس شورائے ملی
۷ تذکرہ شعرائے جے پور
۸

جمادی الثانی ۱۱۹۵ھ کی تحریر شدہ ہے شانِ خط نہایت بلند و نفیس ہے۔[1]

(۴۵۱) **محمد ہمایوں** | نام، خاندانِ مغلیہ کے کوئی شاہزادہ تھے۔ ان کی ایک بہترین مطلا وصلی بخطِ نسخ دہلی میوزیم میں موجود ہے۔ گزشتہ نصف صدی تک زندہ تھے۔[2]

(۴۵۲) **محمد یحییٰ** | نام، لکھنو وطن۔ خطِ نسخ کے استاد اور میر ہادی علی و میر بندہ علی "مرتعش رقم" کے ہم عصر تھے۔ طباعت کے لئے پہلا قرآن مجید انہیں نے لکھنو میں لکھا تھا۔

(۴۵۳) **الحاج قاضی محمد یعقوب علی** | نام "مبارک رقم" خطاب۔ ابن شیخ علی۔ وطن حیدر آباد (دکن) خطِ نسخ و نستعلیق کے استادِ کامل اور بلند مقام خوشنویس ہیں۔ عربی و فارسی کے اچھے تعلیم یافتہ اور خلیق و مخلص ہستی ہیں۔ حیدر آباد میں قیام ہے۔ اور اس فنِ شریف کے لئے اپنے کو وقف کئے ہوئے ہیں۔ متعدد بار مختلف نمائشوں اور اداروں سے انعامات اور اسناد درجہ اول حاصل کر چکے ہیں۔ حکومتِ نظام میں ملازم تھے اب وظیفہ خوار ہیں۔ جناب مولوی حشمت علی "قادر رقم" سے یہ فن حاصل کیا اور کثرتِ مشق و شوق دلی سے کمال کو پہنچے۔ حیدر آباد میں آپ کے کتبات۔ بہت سی عمارات کی زینت ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے جن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) قاری کرنل بسم اللہ بیگ "مصحف رقم"۔ (۲) قاری خواجہ محمد احمد "نادر رقم" (۳) سعیدہ جہاں بیگم "سعید رقم" (۴) امۃ اللطیف۔ (۵) امۃ العزیز ساجدہ۔ (۶) امۃ المتین ثریا۔[3]

(۴۵۴) **محمد یعقوب** | نام۔ دہلی وطن۔ میر پنجہ کش کے شاگرد ہیں۔ خطِ نستعلیق کی شان ہو بہو استاد سے مشابہ ہے۔ ان کی قلمی ایک وصلی نہایت نفیس منشی رام چند جواہر رقم جے پوری کے پاس محفوظ ہے۔ مزید حال معلوم نہ ہو سکا۔

(۴۵۵) **محمد یوسف کابلی** | نام، بادشاہ اکبر کے کاتبِ خاص اور اچھے خوشنویس تھے۔[4]

(۴۵۶) **منشی محمد یوسف** | نام، خلف محمد دین خوشنویس مرحوم۔ ساکن دہلی مقیم و متوطن حال کراچی۔ ان کے ہاں تقریباً تین سو سال سے یہ فنِ لطیف و شریف پرورش پا رہا ہے منشی محمد یوسف

---

[1] فہرست مخطوطات نمائش علی گڑھ ص۲۱
[2] ن۔م۔ د۔م۔ ص۔
[3] روزنامہ سیاست تاریخی ۸ مئی ۱۹۴۲ء حیدر آباد دکن۔
[4] تحقیقاتِ ماہر

طاہر نہ صرف عظیم خطاط بلکہ موجودہ خطِ نستعلیق کے موجد بھی ہیں۔ انہوں نے اس خط میں نئے شعبوں اور [illegible] کا اجتہاد کیا ہے۔ ان کو نستعلیق، نسخ اور انگریزی خطاطی میں کمال حاصل ہے[1]۔ ان کی وصلی کا نمونہ نیوزیم پر [illegible]

(۴۵۷) **شیخ محمد یوسف** | نام، ابن شیخ عبدالواسع خوشنویس، متوطن سندھ۔ اپنے باپ کے برابر خطِ نستعلیق لکھتے تھے[2]۔

(۴۵۸) **شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب** | ہندوستان کے مشہور و معروف شہنشاہ، عہدِ حکومت [illegible]، خطِ نسخ و نستعلیق کے کامل خوشنویس واعلیٰ مصر تھے [illegible] شاہی کتابتِ قرآن مجید کرتے تھے۔ سید علی خاں حسینی تبریزی "جواہر رقم" کے شاگرد تھے۔ ان کا قلمی ایک نسخہ کلام مجید سلطان ٹیپو کے علمی خزانہ کا گوہر نایاب تھا جو اعلیٰ خوشخطی کے علاوہ بہترین جلدبندی کا بھی نمونہ تھا۔ جس کی آرائش پر تیس ہزار روپیہ صرف ہوا تھا۔ وہ اب انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے۔ کہتے ہیں کہ عالمگیر شہزادگی کے زمانہ سے آخری عمر تک صبح کو ۵ بجے سے ۱۰ بجے تک اور سہ پہر کو ۴ بجے سے ۶ بجے شام تک قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے[3]۔

(۴۵۹) **ملا محمد شیرازی** | نام، بقول ابوالفضل علامی چھ خطوں خصوصاً خطِ نستعلیق کے کامل استاد تھے اور آفاق گیر شہرت کے مالک تھے[4]۔

(۴۶۰) **مرزا محمود بیگ** | نام، مرزا عباد اللہ بیگ زمرد رقم کی اولاد میں سے اچھے خوشنویس تھے اور ملتان کے تھے۔

(۴۶۱) **میر مدد علی** | نام، الور وطن، فارسی کے فارغ التحصیل تھے، معلمی پیشہ تھا، خطِ نستعلیق آغا مرزا سے حاصل کیا تھا اور کثرتِ مشق سے استاد کے خط سے اپنا خط ملا دیا تھا۔ الور میں ایک کثیر جماعت نے ان سے فیض اٹھایا۔ انداز ۱۹۰۰ء میں بمقام الور انتقال ہوا۔

(۴۶۲) **مخدوم الیاس** | نام، پسر مخدوم یوسف۔ سندھ کے بہترین خوشنویس تھے[5]۔

(۴۶۳) **مولوی حکیم مرتضیٰ** | نام، مرتضیٰ تخلص، وطن [illegible] علوم عربی و فارسی اور طب میں کامل تھے [illegible]

[1] ماخوذ از نوادر [illegible] [2] [illegible] [3] [illegible] [4] آئینِ اکبری [illegible] [5] [illegible]

سے خطِ نستعلیق سیکھا اور فنِ شعر میں داغ و عروج وامیر سے استفادہ کیا۔ نواب سید حامد علی خاں کے اُستاد تھے۔ متعدد کتب کے مصنف اور خطِ نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ جولائی ۱۹۲۰ء میں بمقام رام پور انتقال ہوا۔[۱]

(۳۶۰) نواب مرید خاں — اصل نام محمد صادق طباطبائی ہے مگر نواب مرید خاں اور زیادہ تر مرید خاں مشہور ہیں۔ نسباً سید، محمد شاہ بادشاہ دہلی کے امرا میں شامل تھے۔ تعلیق و خوشنویسی شکستہ تھے۔ اکبر علی و درایت خاں کے شاگرد، نسخ و تعلیق و ثلث و ریحان بھی اچھا لکھتے تھے مگر شکستہ میں بڑا کمال تھا اور اس کے استاد تھے۔ طلاکاری بھی خوب کرتے تھے۔ بارہویں صدی ہجری کے خوشنویس ہیں۔[۲] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۳۶۱) مسعود — نام، متقی و پرہیزگار، قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد، نواب ضابطہ خاں علیہ الرحمۃ کی سرکار میں ملازم تھے۔ اس لئے روہیلوں کی خوشنودی کے لئے روشِ خطِ لاہوری اختیار کرلی تھی۔ نستعلیق و شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔[۳]

۳۶۲ مظفر خاں — اصل نام مظفر علی تھا۔ اور امیر الامرا کے عہدہ پر فائز تھے۔ متعدد خطوط کے خوشنویس تھے۔ نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں قلعہ ٹانڈہ میں قتل ہوئے۔[۴]

(۳۶۳) نواب مظہر خاں — نام ابنِ نواب روشن الدولہ جن کا نام ظفر خاں تھا اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے امیر تھے جنہوں نے ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۱ء میں سنہری مسجد دہلی اور ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۵ء میں مسجد روشن الدولہ بنوائی اور ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء میں انتقال ہوا۔

نواب مظہر خاں نواب مرید خاں کی روش پر خطِ شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے کئی طلاکار کتابیں اپنی قلمی یادگار چھوڑیں۔[۵]

۳۶۴ معروف شیرازی — نام، مختلف علوم و فنون سے آراستہ، اور فضل و کمال میں شہرت یافتہ تھے درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اول سلطان احمد جلائر کے بغداد میں کاتب رہے پھر میرزا اسکندر کے پاس شیراز جاکر ملازم ہوگئے اور قرار پایا کہ پانچسو بیت روزانہ لکھا کریں گے۔[۶] یہ عرصہ تک سلسلہ رہا۔ ایک

۱۔ تذکرہ کاملان رام پور ص۳۰۷ ۔۔۔ ۲۔ تذکرہ خوشنویسان ص۸۰
۳۔ تذکرہ خوشنویسان ص۱۰۱ ۔۔۔ ۴۔ تذکرہ خوشنویسان ص۱۰۵
۵۔ تذکرہ خوشنویسان ص۱۲۵ ۔۔۔ ۶۔ تذکرہ خوشنویسان ص۱۰۳

بار ہوا کچھ نہ لکھا۔ شاہزادہ نے جواب طلب کیا اور حکم دیا کہ یا تو پندرہ سو بیت لکھو ورنہ تنخواہ وضع کر لی جائیگی۔ کہنے لگے میں ایک دن سے کم میں لکھ دوں گا۔ لہٰذا اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ قلم بنائیں اور خود لکھنا شروع کیا اور دن چھپنے سے پہلے پندرہ سو بیت بہت خوشخط لکھ کر پیش کر دیں شاہزادہ بہت خوش ہوا۔ یہ حال شاہرخ مرزا کو معلوم ہونے پر اُس نے ہرات بلا کر کتب خانۂ شاہی پر مامور کر دیا۔ اور عزت و حشمت سے زندگی بسر کرنے لگے اسی زمانے میں بایسنغر مرزا نے اپنے لئے خمسۂ نظامی لکھنے کی فرمائش کی اور اعلیٰ درجہ کا کاغذ بھیجکر ایک سال کی مہلت دی مگر انہوں نے کچھ نہ لکھا۔ بایسنغر مرزا برابر تاکید کرتا رہا اور یہ مدت تک ٹالتے رہے آخر کار مجبور ہو گیا تو اُس نے گرفتار کرا کے بلا لیا اور جلادوں کے سپرد کر دیا جنہوں نے اس قدر سختی کی کہ انہیں صدمات سے ۸۳۲ھ میں بمقام ہرات فوت ہو گئے[1]

(۴۶۹) **میرزا معزالدین فطرت** | نام و تخلص۔ عہد اورنگ زیب کے خوشنویس خط شکستہ تھے نمونۂ خط بیاض بختاور خاں موجودہ دہلی میوزیم کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہے[2]

(۴۷۰) **ملک معزالدین محمد غوری** | نام۔ سلطنت غزنی کے حکمراں اور خوشنویس قوی دست و با علم و ہنر ۵۹۹ھ تا ۶۰۲ھ تک بادشاہ رہے[3] اور متعدد قلمی یادگاریں چھوڑیں۔

(۴۷۱) **مقبول نبی خاں** | نام۔ پیر نعیم اللہ لقین مرزا محمد علی کے شاگرد نستعلیق خفی بہت عمدہ لکھتے تھے متقی و حلیم الطبع خوش تحریر تھے[4]

(۴۷۲) **مقصود علی** | نام۔ شہنشاہ شاہجہاں کے درباری خوشنویس تھے[5]

(۴۷۳) **ملک قاسم** | نام۔ شیراز وطن۔ خوشخطی میں کمال حاصل تھا۔ شاہ شجاع دوسرے بادشاہ آل مظفر کی نوازشات سے بہرہ اندوز ہوئے خوشخطی کے علاوہ نقاشی، رسامی اور طلاکاری میں بھی کمال حاصل تھا اور استاد چابکدست خوشنویس تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا۔ جس کا بارہا امتحان کیا گیا۔ ایک بار سن کر تیس شعر تک یاد ہو جاتے تھے ۷۸۴ھ میں انتقال ہوا[6]

(۴۷۴) **شیخ ممتاز حسین جون پوری** | نام اور نسبت وطن۔ آجکل لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب

---

[1] پیدائش خط و خطاطان ص۲۳۵
[2] ت۔ م۔ د۔ م ص۱۷
[3] تذکرہ خوشنویسان ص۲۰
[4] تذکرہ خوشنویسان ص۹۰
[5] " " ص۹۱
[6] " " ص۲۲۴

فن خوشنویسی کے متعلق بنام "تعلیم خط و املا" طبع کی ہے جس کے صلہ میں ان کو گورنمنٹ یو پی سے انعام بھی ملا ہے
اپنی اسی تصنیف میں انہوں نے اپنا حسب ذیل حال درج کیا ہے :-

"فن خوشنویسی میں ہر قسم کے خط کو اسی خاص خط کے کامل خوشنویس سے تکملۂ فن کے لئے میں نے سیکھا چنانچہ نستعلیق کو شیخ محمد حسن صاحب و شیخ نادر حسین صاحب جونپوری سے سیکھنے کے بعد اپنے وطن کے کامل خوشنویس مولوی سید محمد باقر صاحب جونپوری سے اور عربی یا خط نسخ کو قطعات الجواہر جیسی کتاب کے لکھنے والے خوشنویس جناب محمد مرزا صاحب مرحوم کے شاگرد رشید شیخ حشمت علی صاحب مرحوم جونپوری سے حاصل کیا۔ پھر خط شکستہ و شفیعہ و دیگر خطوط اپنے ہم وطن اور عزیز کامل خوشنویس شیخ بادر علی صاحب مرحوم سے سیکھے۔ اس کے بعد متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں تاریخ خطاطی پر پڑھ ڈالیں۔ اور بے شمار استادان فن سے دقتوں تبادلۂ خیالات اور مکتابات سے جو فائدہ ہوا۔ ان سب کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ جو اپنی قسم کی شاید پہلی کتاب ہو۔"

(۴۸۸) نواب ملکہ جہاں | نام۔ نواب محمد علی شاہ کی ملکہ تھیں خط نسخ میں کمال حاصل تھا۔ لکھنؤ وطن تھا ایک قرآن مجید اور دو دو ڈھائی سو صفحوں کی حضرت سیدۃ النساء کی سوانح عمری ان کا قلمی شاہکار ہے۔[1]

(۴۸۹) منصور بن سلطان مظفر | نام۔ ایران کا ذی شوکت و حشمت اور شجاع ترین بادشاہ۔ جس نے ۷۹۰ھ سے ۷۹۵ھ تک سلطنت کی مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل تھا اور اہل علم و فن کا قدر دان وہ دلدادہ۔ خطوط ہفتگانہ بہت خوب لکھتا تھا۔[2] حافظ شیرازی کے اس کی مدح میں متعدد اشعار ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید	نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

(۴۹۰) مولائی صاحب آقائے ثانی | نام و خطاب۔ وجہ خطاب یہ کہ آقا عبد الرشید کے خط کی ایسی نقل کرتے تھے کہ اصل و نقل میں امتیاز مشکل تھا۔ مرشد زادہ مرزا اعظم بخت کی استادی پر مامور تھے نستعلیق کے بہترین استاد تھے۔[3]

---

[1] جوہر و ہنرمندان اودھ ص ۲۹
[2] تذکرہ خوشنویسان ص ۲۰
[3] تذکرہ خوشنویسان ص ۴۳

(۷۹۸) موہن راج | نام، ان کی ایک وصلی پنجاب یونیورسٹی میں نستعلیق میں موجود ہے۔[1]

(۷۹۹) سید مہدی | نام، سید علی خوشنویس نستعلیق متوطن سندھ کے ہمعصر تھے اور انہیں کے برابر خوشنویس تھے۔[2]

(۸۰۰) مہدی فکاسی شیرازی | نام، دیگر علوم و فنون میں کامل ہونے کے علاوہ خطِ نسخ بہترین لکھتے تھے۔ قسطنطنیہ وطن تھا سلطان سلیم خان عثمانی کے کتب خانہ میں بزمرۂ خوشنویسان ملازم تھے۔ جہاں ان کی قلمی یادگاریں محفوظ ہیں۔[3]

(۸۰۱) راجہ مہیش داس | نام، خلف راجہ سوہن لال بہادر معتمد جنگ جو سلطنتِ مغلیہ کے وزیر اور خطِ شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے یہ فن پنڈت شنکر ناتھ تلمیذ مولوی حیات علی سے انہوں نے حاصل کیا تھا۔ بعد غدر جے پور آکر آباد ہوئے اور یہاں بہت لوگوں نے ان سے فیض اٹھایا ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو جے پور ہی میں انتقال ہوا۔[4] ان کے ورثا اب تک جے پور کے محلہ موتی کٹرہ میں آباد ہیں۔

(۸۰۲) میاں محمدی | نام، قاضی عصمت اللہ خاں کے رشتہ دار و شاگرد ہیں۔ انہیں کی روش پر لکھتے تھے ہاتھ میں بڑی قوت تھی۔ بعد وفات قاضی صاحب لکھنؤ جا کر نواب حسن رضا کے بچوں کے معلم خط مقرر ہوئے تیرہویں صدی ہجری کے عمدہ خوشنویس تھے۔[5]

(۸۰۳) میران شاہ گورگان | نام جلال الدین گرعرف سے معروف ہیں امیر تیمور کے فرزند اور خطوطِ ہفتگانہ کے عمدہ خوشنویس و مبصر تھے۔[6]

(۸۰۴) میر حاجی | نام آقا عبدالرشید کے متبنیٰ و شاگرد، کثرتِ مشق سے اپنے خط میں آقا کے خط کی شان پیدا کر لی تھی۔[7]

(۸۰۵) میر حسن تبریزی | نام، سہوی تخلص، تبریز وطن خطاطی میں شہرۂ آفاق تھے۔ کچھ دن کاشان میں رہے اور پھر ہندوستان آئے شاہانِ وقت سے انعام پائے ۱۱۰۶ھ میں انتقال ہوا۔[8]

---

[1] ت۔م۔ د۔م ص۱۳

[2] ضمیمہ نگارین لاہور فروری ۱۹۶۵ء

[3] پیدائش خط و خطاطان ص۲۳۱

[4] شہ پارۂ نستعلیق ص۔

[5] تذکرہ خوشنویسان ص۱۲۰

[6] 〃 〃 ص۲۳

[7] تذکرہ خوشنویسان ص۵۵

[8] پیدائش خط و خطاطان ص۱۵۸

(۴۸۶) آقا میر حسین | نام، ان کی قلمی نہایت نفیس مطلا و مذہب مکمل کاری شدہ ایک کتاب ادعیہ بخط نسخ دہلی میوزیم کی زینت ہے۔ جو سنہ ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۳ء کی تحریر کردہ ہے[۵۱]

(۴۸۷) میر خونی شیرازی | عرف ہے۔ اور میر خواند کے بیٹوں خواجہ سلطان علی تبریزی کی خدمت میں حاضر ہو کر خط نستعلیق میں کمال پیدا کیا۔ بائیس سال کی مسلسل کوشش کے بعد درجۂ استادی حاصل کیا۔ نستعلیق میں کمال تھا۔ استنبول حاضر ہو کر سلیمان خاں شاہ ترکی کی خدمت میں باریاب ہوئے اور بحکم بادشاہ شاہنامۂ فردوسی وغیرہ لکھ کر پیش کیا۔ وہیں انتقال ہوا[۵۲]

(۴۸۸) میرزا ارجمند | نام وطن دہلی۔ لائق و ہوشمند۔ شاعری و مصوری میں بڑی شہرت تھی۔ خط شفیعہ چہ طرز کا لکھتے تھے۔ نواب عمادالدولہ کے میر منشی تھے۔ آخر عمر میں میرزا فتح علی خاں کے ساتھ رہتے تھے جو لبنت خاں کے بھتیجے تھے اور ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء میں فوت ہوگئے[۵۳]

(۴۸۹) میرزا ایرج | نام، ابن نواب عبدالرحیم خانخانان خط نسخ و نستعلیق میں ید طولیٰ تھا۔ اکثر مطلا قطعات تیار کرتے تھے۔ علم و فضل اور فنون و ہنر میں ممتاز تھے۔ ان کا قلمی شاہکار مطلا ہفت بند کاشی ہے۔[۵۴] ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء میں انتقال ہوا۔

(۴۹۰) میرزا داراب | نام، ابن نواب عبدالرحیم خانخانان۔ با علم و ہنر اور خوشنویسی میں اپنے بھائی میرزا ایرج کے ہمسر۔ نستعلیق کے متعدد مطلا قطعات یادگار چھوڑے ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا[۵۵]

(۴۹۱) میرزا عزیز کوکلتاش | انکہ خاں کے بیٹے اور اکبر کے رضاعی بھائی تھے نہایت مدبر و شجاع باعلم و ہنر اور خوشنویسی و مصوری میں باکمال پنج ہزاری منصب تھا۔ اور خان اعظم خطاب ملا۔ اکبر ان کا بڑا لحاظ کرتا تھا جب بھی دونوں میں کوئی اختلاف ہوتا تو اکبر کہتا کہ مجھ میں اور عزیز میں دودھ کی نہر درمیان ہے کیا کروں۔ جملہ مورخین اور شہنشاہ جہانگیر نے ان کے علم و ہنر کی تعریف و توصیف کی ہے۔ شاعر بھی تھے اور اہل علم و فن کے قدردان و سرپرست بھی[۵۶]

(۴۹۲) خواجہ میر شریف | نام، سید علی خوشنویس کے شاگرد اور استادِ وقت تھے۔ وطن سندہ تھا[۵۷]

---

[۵۱] ت۔م۔د۔م۔ ص۲ [۵۴] تذکرہ خوشنویسان ص۸۳ [۵۷] منتخب التواریخ ۱۲

[۵۲] تذکرہ خوشنویسان ص۱۱ [۵۵] " ص۸۳ [۵۸] اورینٹل میگزین بابت فروری ۱۹۲۵ء

[۵۳] " ص۱۱ [۵۶] تحقیقات ماہر۔

(۲۹۲) میر علی الکاتب | نام، نسباً سید، ہرات وطن محمود المتخلص بہ رفیقی کے فرزند۔ مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید۔ عربی و فارسی کے عالم اور شاعر نازک خیال مجنون تخلص کرتے تھے کچھ عرصہ بخارا میں رہے چنانچہ کہتے ہیں:-

عمرے از مشق دو تا بود قدم ہمچوں چنگ تا کہ خط من بیچارہ بدیں قانوں شد
طالب من ہمہ شاہانِ جہاں اند و مرا در بخارا جگر از بہر معیشت خوں شد
سوخت از غصہ درونم چہ کنم چوں سازم کہ مرا نیست ازیں شہر رہ بیروں شد
خوشنویسانِ جہاں ساغرِ عشرت نوشند ساغرِ عیش مرا بیں کہ سراسر خوں شد
حسن خط بہر خلاصی ز جنوں می جستم[1] وہ کہ خط سلسلۂ پائے من مجنوں شد

آخر بخارا سے نکلے اور مختلف ممالک و امصار کی سیر کی۔ خواجہ میر علی تبریزی کی روش پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے جو بیحد مقبول تھی۔ لہذا جہاں پہنچے ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور قدر و منزلت کی گئی۔

انہیں نے شاہزادہ سلطان مظفر کے لئے خطوط سبعہ کے قواعد نظم کئے تھے، اُن میں اپنی شاعری کے متعلق کہتے ہیں

شاعرِ نازک سخن و ساحرم در فن خط نیز ب ما ہرم
فیض مسیحا ز دمم می چکد آب حیات از قلمم می چکد

دو قطعات اور ملاحظہ ہوں:-

چشم صاد و زلف دال و قد الف طرہ لام است و دہان میم مراد
کلک استاد ازل زیں پنج حرف صد الم بر روئے جان ما کشاد

دیگر

چند در وادیٔ خط میکنی اے دل تگ و پوے بشنو ایں نکتہ و چوں من بنشیں فارغ بال
پنج چیز ست کہ تا جمع نگردد باہم ہست خطاط شدن نزد خرد امر محال
قوتِ دست و وقوفے ز خط و دقتِ طبع طاقتِ محنت و اسباب کتابت بکمال
گر ازیں پنج قصور ست یکے را حقا نہ دہد فائدہ گر سعی نمائی صد سال

صاحبِ تذکرہ خوشنویساں" کا قول ہے کہ میر صاحب ایک عطار کی دوکان پر بیٹھے تھے کہ کسی شخص نے مفردات

[1] مجالس المومنین میں یہ مصرع یوں ہے:- ایں بلا بر سرم از حسن خط آمد امروز۔

لکھ دینے کی درخواست کی انہوں نے قلم بنا کر اس قدر جلد لکھا کہ پہلا حرف خشک نہ ہوا تھا کہ آخری حرف لکھ چکے۔ مگر ابوالفضل علامی یہ روایت میر علی ہروی سے منسوب کرتا ہے۔ اور ان کو مولانا زین الدین نیشاپوری کا شاگرد اور مولانا خواجہ سلطان علی مشہدی کا تتبع کرتا ہے[1]۔

میر صاحب اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ اگرچہ میرا خط خواجہ سلطان علی مشہدی کے خط سے بڑھ کر ہے مگر اس میں جو نمکینی ہے وہ میرے خط میں نہیں ہے۔

۹۵۱ھ میں انتقال ہوا۔ وطن اور دوران کے وہاں کے والد کے تخلص کی بنا پر ان کو بھی مولانا مجنوں ہراتی ابن رفیقی خیال کیا گیا ہے۔ اور دونوں کی تصانیف بھی خلط ملط کر کے ایک ہی شخص کے دو نام بعض مصنفین نے قرار دے دیے ہیں مگر دونوں کے زمانے میں سو برس سے زیادہ کا فرق ملتا ہے۔ ملاحظہ ہوں حالات مولانا مجنوں ہراتی۔ لہذا ہم نے دونوں کا ذکر احتیاطاً علیحدہ علیحدہ کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان کی وصلی کا نمونہ عکس نمبر ۴۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴۹۴) ملا میر علی بخاری — نام و نسبت وطن "دوست شاہی" لقب۔ اپنے عہد کے بہترین خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کی وصلی کا نمونہ نمبر ۴۴ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴۹۵) ملا میر علی تبریزی — ان کے حالات باب اول میں بذیل موجد نستعلیق ملاحظہ فرمائیے۔

(۴۹۶) میر علی خراسانی — نام۔ یہ بھی خواجہ میر علی تبریزی کے معاصر خوشنویس بلند پایہ تھے مگر گمنام و غیر مقبول رہے۔

(۴۹۷) ملا میر علی شیرازی — نام و نسبت وطن۔ خواجہ میر علی تبریزی کے معاصر اور عمدہ خوشنویس تھے مگر شہرت و قبولیت میں ان کو نہ پہنچے۔

(۴۹۸) میر علی ہروی — نام۔ ابن میر محمد باقر زود الکمالین۔ جن کا حال اوپر درج کیا گیا ہے۔ نیا پیدا اور وطن ہرات۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے تعلیم خط حاصل کی اور ذاتی محنت و مشق سے خط نستعلیق میں کمال حاصل کیا حتیٰ کہ استاد فن مانے گئے۔ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء میں بمقام ہرات انتقال ہوا[2]۔ چونکہ تقریباً ایک ہی زمانے میں میر علی نامی کئی خوشنویس گذرے ہیں اس لئے واقعات و حالات اس قدر خلط ملط ہو گئے ہیں کہ ان کی تنقیح مشکل ہے۔ ہم نے اختلافی و ضعیف روایات کو چھوڑ دیا ہے۔ بعض نے انہیں کو میر علی الکاتب کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] انشائے ابوالفضل دفتر سوم صفحہ ۹۰۔
[2] تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۴۹
[3] پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۳۰

(۴۹۹) **میرکی شیرازی** | نام، میر سید احمد مشہدی کے شاگرد اور میر کار دان خوشنویسان۔ وطن سے بیت اللہ شریف گئے تو اپنا قلمی قرآن شریف ساتھ لے گئے اور بعد ادائے حج اس کو کہ معظمہ میں مذہب کر کے سلطان سلیمان خاں کی خدمت میں استنبول بھیجدیا۔ بادشاہ نے بیحد پسند کیا اور خلعت و انعام بشکل نقد روانہ کیا۔ یہ قرآن مجید سلطان بایزید کے مقبرہ پر محفوظ ہے اور زیارت کنندگان کو محو حیرت کرتا ہے[۱]

(۵۰۰) **خواجہ میر محمد بزرگ رضوی** | نام، سندھ کے بہترین خوشنویس تھے[۲]

(۵۰۱) **سید میر محمد** | نام، از شاگردان سید علی خوشنویس شدہ، خط ثلث و توقیع میں خاص کمال تھا۔ نسخ بھی خوب لکھتے تھے مدت تک حجاز و یمن کی طرف رہے پھر ٹھٹھہ آ گئے۔ اور پھر مدینہ منورہ چلے گئے[۳]

(۵۰۲) **میر گدائی** | نام، دہلی وطن قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد اور نسخ کے مشاق خوشنویس تھے[۴]

(۵۰۳) **میر معز کاشی** | نام، خط نستعلیق کے شہرۂ آفاق استاد تھے۔ اور محمد حسین تبریزی و شاہ محمود نیشاپوری کے معاصر تھے[۵]

(۵۰۴) **میر معصوم قندھاری** | نام، عہد اکبری کے مشہور خطاط ہیں۔ فتح پور سیکری کی عمارتوں کے اکثر کتبے انہیں کے قلمی ہیں قلعہ آگرہ کے بھی کئی کتبے ان کے قلمی ہیں[۶]

(۵۰۵) **میر مہدی** | نام، میر مقصود کے فرزند حقیقی و صالح لچھمی نرائن پنڈت کے شاگرد۔ عمدہ خوشنویس اور خفی و جلی طغرا نویسی کے کامل استاد نواب حسام الدین حیدر خاں کی سرکار میں محرری و خطاطی پر ملازم تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے خوشنویس ہیں[۷]

(۵۰۶) **سید نادر علی** | نام "نادر رقم" خطاب۔ ان کے بزرگ قندھار سے ہندوستان آئے تھے اس لئے قندھاری مشہور ہوئے نستعلیق و تعلیق کے اچھے خوشنویس تھے۔ ان کے استاد کو "معجز رقم قندھاری"

۱۔ پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۲۳
۲۔ اورینٹل میگزین لاہور۔ فروری ۱۹۳۵ء
۳۔ اورینٹل میگزین لاہور ماہ فروری ۱۹۳۵ء
۴۔ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۳۱
۵۔ انشائے ابوالفضل دفتر سوم
۶۔ تذکرہ خوشنویسان صفحہ ۱۳۰
۷۔ تحقیقات ماہر

کیا گیا ہے۔ مگر ان کا کوئی حال معلوم نہ ہوا۔ نادر رقم کا وطن رام پور تھا اور تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویس ہیں۔[1]

(۵۰۷) **ناصر الدین مستطیب** | نام، یاقوت مستعصمی کے باکمال شاگرد تھے۔[2]

(۵۰۸) **ناظم حسین** | نام، نبا سید رضوی مطبع نظامی واقع کانپور کے بہت اچھے خوشنویس کاتب تھے "ارژنگ چین" نامی رسالہ مصنفہ منشی دیبی پرشاد بدایونی انہیں کا کتابت کردہ ہے۔

(۵۰۹) **حاجی نامدار** | نام، خط نستعلیق کے مشاق خوشنویس تھے آقا رشید کی طرز پر بہت خوب لکھتے تھے فرخ سیر بادشاہ (عہد حکومت ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء تا ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء) کے زمانے میں شاہزادوں کے استاذ خوشنویسی تھے۔[3]

(۵۱۰) **خواجہ نامی** | نام، آقا رشید کے شاگرد تھے خط نستعلیق میں بڑی رونق تھی اور معاصرین میں ممتاز خوشنویس تھے۔[4]

(۵۱۱) **میر نثار علی** | نام، میرزا محمد علی ابن میرزا خیر اللہ خوشنویس کے شاگرد اور مرتبۂ استادی پر فائز تھے۔[5]

(۵۱۲) **نجم الدین** | نام، شاہ اعز الدین کے شاگرد اور مشاق خوشنویس نستعلیق تھے خط میں بڑی رونق تھی۔[6]

(۵۱۳) **نجیب بیک** | نام، نسخ و نستعلیق کے کامل استاد تھے ملک فواد اول شاہ مصر ان کے خط کا قدردان تھا ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء تک زندہ تھے خط میں بڑی رونق تھی۔[7]

(۵۱۴) **مولوی نذیر الدین قریشی** | نام، جلیسر ضلع ایٹہ (یوپی) وطن۔ علوم مشرقیہ سے بقدر ضرورت بخوبی واقف تھے۔ خوشنویسی سے پورا شغف تھا۔ اپنی ذاتی کوشش اور شبانہ روز کی محنت سے اس فن میں کمال حاصل کیا۔ اسی شوق کے زیر اثر پہلے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مطبع احمدی علیگڑھ میں بعد ازاں مطبع قاسمی دار العلوم دیوبند میں نمایاں خدمات انجام دیں ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس میں آ گئے طلباء کے افادہ کے لئے کئی کتابیں اور رسالے خود تصنیف و کتابت کرکے شائع کئے۔ اس کے بعد اپنا ذاتی پریس جاری کیا جو اب تک مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ کے نام سے جاری ہے اور ان کے صاحبزادے ظہیر الدین قریشی

---

[1] سوانح عمری سید اصغر علی آبرو۔
[2] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۵۰
[3] تذکرہ خوشنویسان ص ۶۴
[4] تذکرہ خوشنویسان ص ۶۵
[5] پیدائش خط و خطاطان ص ۲۰۲
[6] تحقیقات ماہر
[7] تذکرہ خوشنویسان ص ۱۹

ایم اے (علیگ) اس کی حسن الرجوہ جاری رہے ہیں۔ نومبر ۱۹۵۷ء میں پچپن سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ خط نسخ و نستعلیق میں پوری مہارت تھی اور خط میں خاص شان پائی جاتی ہے۔

(۵۱۵) ضیاء الدین | نام، وطن جے پور۔ منشی احسان علی ناروتی کے شاگرد۔ اور حضرت مسکین شاہ صاحب بخاری کی اولاد میں تھے خطِ نستعلیق کے عمدہ خوشنویس و مشاق۔ جے پور میں بزمرہ اہلکاران عدالت ملازم تھے تقریباً ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا۔

(۵۱۶) خواجہ نصیر الدین طوسی | نام ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۲ھ میں وفات پائی عالم، حکیم و فاضل یگانہ اور متعدد علوم و فنون کے ماہر تھے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا اور کئی خط بہت عمدہ لکھتے تھے۔ ہلاکو خاں کے مختار رہے۔ چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں:

سالِ عرب چو ششصد و پنجاہ و چار شد	روز دو شنبہ اولِ ذوالقعدہ بامداد
خورشاہ پادشاہ سماعیلیان ز تخت	برخاست پیش تخت ہلاکو بایستاد[۱]

(۵۱۷) نظام الملک ابو علی الحسن | نظام الملک سے متعارف۔ ابو علی الحسن نام ۴۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ وزیر اعظم کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ حسن بن صباح و عمر خیام کے معاصر و خواجہ تاش اور زبردست عالم و فاضل ہونے کے علاوہ عربی و فارسی خطوط کے بہترین خوشنویس بھی تھے۔ خط رقاع تو بہت ہی نفیس تھا۔[۲]

(۵۱۸) امیر نظام الدین اصفہانی | نام ابن عبدالحی منشی اصفہانی۔ میر عماد کے زبردست متبع۔ مشہد جا کر محمود خان شیبانی کی نوازشات سے متمتع ہوئے اور مدرسہ امیر علی شیر میں مدرس ہوگئے پھر بحکم بادشاہ استرآباد جا کر متعلمین کو تعلیم خط دیتے رہے گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں انتقال ہوا۔[۳]

(۵۱۹) مولوی نظیر حسن سخا | نام و تخلص دہلی کے باشندے۔ جے پور، بمبئی، اجمیر وغیرہ متعدد مقامات پر رہے۔ عربی و فارسی کے عالم اور عمدہ شاعر و خوشنویس نستعلیق تھے۔ آثار رحیمہ کے متبع تھے۔ ۱۰ فروری ۱۸۶۲ء تاریخ ولادت اور ۲۰ فروری ۱۹۳۳ء تاریخ وفات۔[۴]

(۵۲۰) نعمت اللہ | نام مرزا محمد علی ابن مرزا خیر اللہ فرماں نویس کے شاگرد اور نستعلیق کے استاد تھے۔[۵]

۱؎ تذکرہ خوشنویسان ص ۳۱۶ ۳؎ پیدائش خط و خطاطان ص ۱۲۷ ۵؎ تحقیقات چہارم
۲؎ حبیب السیر جلد دوم جزو چہارم ص ۹۰ ۴؎ تذکرہ شعرائے جے پور۔

(۵۲۱) سید نعمت اللہ | نام، وطن نشدہ خوشنویس بے بدل تھے۔[1]

(۵۲۲) قاضی نعمت اللہ لاہوری | نام، محمد افضل لاہوری کے بھتیجے عہد آصف الدولہ میں نواب زادوں کے اتالیق تھے، خطاطی میں درجہ استادی حاصل تھا۔[2]

(۵۲۳) نعمت اللہ | نام، آقا رشید کے شاگرد اور حافظ نور اللہ کے خواجہ تاش ولایت سے وارد ہندوستان ہوئے تھے۔[3]

(۵۲۴) راجہ نند رام پنڈت | نام خط شکستہ کے ذی استعداد خوشنویس بطرز نواب ابوالبرکات خاں تھے۔ خط نہایت نفیس و بارونق تھا نواب حسن رضا کی سرکار میں میر منشی کے عہدہ پر مامور تھے۔[4]

(۵۲۵) ملا نورالدین ظہوری | نام و تخلص "ساقی نامہ ظہوری" کے مشہور تر مصنف دیگر علوم و فنون میں کامل و متبحر ہونے کے علاوہ خط شکستہ کے بھی عمدہ خطاط تھے "روضۃ الصفا" کے متعدد نسخے انہوں نے لکھے اور معقول قیمت پر فروخت کئے سنہ وفات ۱۰۲۵ھ۔[5]

(۵۲۶) نورالدین محمد | نام، اشرف خاں کے شاگرد اور خط شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے خط کا نمونہ بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۱۴۰ الف پر محفوظ ہے جو ۱۰۹۴ھ کا تحریر شدہ ہے۔[6]

(۵۲۷) شیخ نور اللہ | نام، عبدالرحیم فرمان نویس کے فرزند، نہایت مشاق و قوی دست خوشنویس نستعلیق تھے آقا عبدالرشید کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے، معاصرین میں باکمال و پیشوائے خوشنویسان مانے جاتے تھے۔ خط میں بیحد متانت و شیرینی ہے۔[8] ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۵۲۸) حافظ نور اللہ | نام، ان کا حال مصنف تذکرہ خوشنویسان نے حسب ذیل درج کیا ہے:۔

"حافظ نور اللہ مرد صاحب کمالے گذشتہ، بر دیہ آقا عبدالرشید این بزرگوار کہ نوشتہ است کے

---

[1] اورینٹل میگزین لاہور۔ فروری ۱۹۳۵ء

[2] تحقیقات نادر

[3] ہنر و ہنرمندان اودھ

[4] تذکرہ خوشنویسان ص۱۱۶

[5] ماثر رحیمی ورق نمبر ۵۰

[6] ق۔م۔د۔م ص۱۷

[7] تذکرہ خوشنویسان ص۲۳

نوشته فقیر بود بہنگامیکه غلام قادر در لکھنو در عہد نواب آصف الدوله بہادر (عہد حکومت ۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ) از ملاقات این بزرگ مسرور شده، اول یک مرتبه بموجب ترغیب فیض علی میر بلوای طالب حق بکاشانه اش رسیدم بگرم جوشی تمام در پیش آمدند چند ابجد شنیدم بلا تکلف دیدم حافظ مردے بود متواضع و خلیق و خاکسار حق پسند و انصاف آشنا از عجب و تکبر جدا بوده و اسباب بارے خیلے اخلاط تواضع بتقدیم رسانیدند آخرش از نوشته وقطعه و مشق بمطالعه فقیر در آوردند دو دانه عمر ہفت بند کاشی بموجب فرمائش آصف الدوله بہادر نقل آن تا اکنون فرستاده دیدم گویم که چه جادو رنگی دران کار برده باغ و بہارے بود دیده ہرگز دل آن دیدن او سیر نمی شد تا دیر بمشاہده او سیر آن گذشت. بے مذاق این بزرگ با وجود کمال ہرگز غرور و فخاشت و نہایت شیرین زبانی و خوش کلامی و اخلاق بے نظیر است تا وے تذکرهٔ شاہجہان آباد در میان ما فلان خوالی حفیظ خان و میر کلن و حکیم محمد حسین وغیره بیرسان می شنیدند تو فرمودند که شنیده ام که نوشته آقا در شہر ہمراه آورده اید دیدهٔ این مشتاق را نیز از دیدن آن نورانی سازید گفتم بسیار خوب بود رخصت شدم بار دیگر بموجب استدعائے حافظ جیو مع نیز حکیم لقمان و دستخط خاص آقا عبد الرشید بدولت خانهٔ آن والا صفات رفتم حافظ صاحب از دیدن خفی و جلی وغیره خیلے محظوظ شدند تا دو پہر روز بمطالعهٔ خط آقا صرف شد از دولت خانه خود ہم نوشته چند سندے آورده بملاحظهٔ فقیر در آوردند در آن وقت دو شاگردان حافظ صاحب لاله سرب سکه و میاں وجیه الدین موجود بودند[1]

بقول مصنف تحقیقاتِ ماہر حافظ صاحب دفتر انشا کے افسر تھے اور اُن کی وصلیاں اُن کی حیات میں ایک ایک اشرفی کو فروخت ہوتی تھیں اور بقول مولانا شرر وصلیاں موتیوں کے مول بکتی تھیں اور ایک روپیہ فی حرف بک جاتا تھا۔

ان کے شاگردوں میں لالہ سرب سکھ دیوانہ، میاں وجیہ الدین، محمد عباس بہادر جان کے صاحبزادے حافظ ابراہیم بہت مشہور و نادر خوشنویس ہوئے۔ نواب آصف الدولہ کی فرمائش پر تحفۃ العجم بخط نستعلیق لکھا تھا جو لائبریری ارشد آباد میں محفوظ ہے۔

ایک بار نواب سعادت علی خاں نے فرمائش کی کہ میرے لئے گلستاں لکھ دیجیے۔ حافظ صاحب فرمائش سے ناراض

۱؎ تذکرہ خوشنویساں ص۳۳

بیٹھے تھے۔ مگر حکم حاکم، عرض کیا کہ اتنی کوٹھی کا قد (یعنی اتنی بڑی) سو قلم تراشنے کا چاقو اور خدا جانے کتنے ہزار قلم کے نیزے منگوا دیجیے لکھ دوں گا۔ نواب نے حیرت سے پوچھا اس قدر سامان! عرض کیا کہ جی ہاں میں تو اتنا ہی سامان خرچ کرتا ہوں۔ نواب نے انتظام کر دیا۔ مگر سات باب لکھے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ آٹھواں باب ان کے صاحبزادے حافظ ابراہیم نے پورا کر کے پیش کیا۔[1] حافظ صاحب خطِ نستعلیق میں شیخ نور اللہ کے شاگرد تھے۔ ان کی وصلی کا نمونہ نمبر ۵ پر ملاحظہ کیجیے۔

(۵۲۹) سید نور اللہ حسینی | نام، حیدر آباد وطن۔ ان کی قلمی ایک وصلی بخط طغرا کا عکس دیا جا چکا ہے۔ ۱۹۵۸ء کی نمائش حیدر آباد میں رکھی گئی تھی اور یہ عکس انگریزی رسالہ "السٹریٹیڈ ویکلی" مورخہ ۱۵ر فروری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ ایک گھوڑے کی تصویر ہے جو "نادعلی" کے الفاظ سے بنائی گئی ہے۔ اور وصلی کے دونوں کونوں پر اوپر نیچے یہ شعر درج ہے۔ بخط طغرا۔

گریں نقشے ست کز ما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مزید حالات خوشنویس معلوم نہ ہو سکے۔

(۵۳۰) میرزا نورائی اصفہانی | ان کا حال مصنف "پیدائش خط و خطاطان" نے حسب ذیل تحریر کیا ہے:۔

"میرزا نورا خلف صدر الدین محمد اصفہانی از اجلۂ شاگردان میر عماد بود و با استعداد علوم و فضائل در میان ہنرمندان سربلند و بجہت حسن خط در نزد ارکان دولت صفویہ ارجمندی داشت خاصہ بعد از شہادت میر عماد و فقدان ابجوبہ دوران صاحبان ذوق سلیم دستہ خوشنویسان می گشتند خاصہ خط نستعلیق۔ بدین جہت نستعلیق نویسان مقام و منزلت شان بالا گرفت و میرزا نورا بواسطۂ شباہت خطش بخط میر عماد نزد عباس بزرگ مقرب گردید و مقدم کتاب شاہنامہ فردوسی را بحسن خط خویش خطوط نظارت نمود کہ شاہ عباس او را بہ نوازش شاہانہ مفتخر نمود و انعام لائق داشت و در آن وقت بسیار نسخہ از خط میر عماد بود نزد میرزا قطعات و مرقعات می نگاشت و امضاء میر عماد کرد و بعد از چندے این شیوہ نکوہیدہ را ترک نمود۔ و تمام نوشتہ ہائے خود را اصفہانی ... سال سواری نمود و ... در مسجد ... اصفہان ... بر سر ... می نگاشت۔

---

[1] گزشتہ لکھنؤ ص ۱۱۱

گویند عاقبت کار او را غربت انجامید، بیرون و سایر خوشنویسان آتش رقابت و ہم چشمی زبانہ زدن گرفت۔ شاہ عباس از او روئے مرحمت برگردانید کہ ناچار بہ ہندوستان رفت و در عمر ہفتاد سالگی در سنہ ہزار و کسری درگذشت: صاحب "خط و خطاطان" می آورد کہ آخر عمر اشتغال بہ کیمیاگری می کرد کہ می گذشت تاریخ وفات او سنہ ۱۰۰۰ھ بقول او صحیح نیست و باید بیشتر باشد زیرا کہ شہادت استادیاد میر عماد در سنہ ہزار و بست و چہار واقع شدہ ۱؎

(۵۲۱) ملکہ نور جہاں

مشہور ملکہ جہانگیر، جو شاعرہ بھی تھی اور اعلیٰ درجہ کی نفاست پسند بھی۔ خط نستعلیق بھی نہایت نفیس لکھتی تھی۔ ۲؎

(۵۲۲) شاہ میر وارث علی

نام۔ دہلی وطن۔ متقدمین کی وضع پر بہت اچھا لکھتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور خوشنویس تھے۔ متقی و پرہیزگار، ہمہ وقت تسبیح بدست و ورد برلب، خط گلزار و شکستہ بہت ہی اچھا تھا۔ محلہ کھاری باؤلی دہلی میں قیام تھا۔ ہر ماہ کی ۱۲ کو محفل رقص و سرود بھی کرتے تھے۔ مریدین و مخلصین شریک ہوتے اور حالی و وجد کی بزم گرم ہوتی۔ ۱۲۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ ۳؎

(۵۲۳) میاں وجیہ الدین

نام۔ حافظ نور اللہ کے شاگرد اور خط نستعلیق کے مشہور خوشنویس تھے۔ ۴؎

(۵۲۴) مولانا ولی النبی مجددی

نام، ابن مولوی حبیب النبی وطن رام پور ۲۹ رجب ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ بعد حفظ قرآن مجید علمائے رام پور و کلکتہ سے تکمیل علم کی اور دہلی جا کر شاہ احمد سعید کے مرید ہوئے۔ بحکم مرشد رام پور رہتے اور مشغول ریاضت و مجاہدہ ہو گئے۔ برسوں یہ عمل رہا کہ دن میں روزہ اور شب بھر عبادت۔ ذریعہ معاش کچھ نہ تھا۔ خط نسخ نہایت پاکیزہ تھا۔ اس سے سیپارے اور دلائل الخیرات لکھتے رہتے تھے۔ اس کا جو کچھ ہدیہ مل جاتا اسی سے گزر کرتے۔ نواب کلب علی خاں نے انہیں حاکم مرافعہ کرنا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ لہذا پچیس روپیہ ماہوار ریاست سے بلا معاوضہ خدمت مقرر ہوئے وہ سب احباب پر خرچ کر دیتے تھے۔ گھر میں کھانا کھانے کے لئے ایک جگہ جا بیٹھے اگر کھانا آگیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے اٹھ آئے۔ فن طب میں بھی کافی مہارت تھی مگر مطب کبھی نہ کیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ م ۲۹ جولائی ۱۹۱۴ء کو مقام رام پور انتقال ہوا۔ ۵؎

۱؎ پیدائش خط و خطاطان ص ۲۳۰ ۳؎ تذکرہ خوشنویسان ص ۱۴۰ ۵؎ تذکرہ کاملان رام پور ص ۴۴۱

۲؎ تحقیقات ۱/۳ ۴؎ ایضاً

(۵۲۵) **ولی محمد** | نام و مزید حالات معلوم نہ ہو سکے ان کی ایک عمدہ وصلی تحریر شدہ سنہ ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء ہمارے پاس محفوظ ہے۔ بخط نستعلیق جلی۔

(۵۲۶) **حاجی حافظ منشی ہادی علی** | نام اصل وطن بنارس بزرگ دہلی رہتے تھے مگر یہ لکھنؤ گئے حافظ ابراہیم کے خطِ نستعلیق میں شاگرد ہوئے نسخ کسی خوشنویس کالپی سے حاصل کیا اور بوجہ کمالِ خط فخر لکھنؤ کہلائے۔ طغرا نویسی میں بھی کمال تھا نسخ بروش یاقوت مستعصمی ایسا لکھتے تھے کہ اصل و نقل میں تمیز مشکل تھی پیچیدہ حلوا سوہن بنانے میں بھی کمال تھا۔ اس کی ٹکیوں پر عجیب عجیب طغرے بناتے تھے۔[۱] آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، شاہ تراب علی قلندر کاکوروی کے لئے ایک چھت کپڑے کی بنوائی تھی اور اس پر بجائے منا صل آیت الکرسی نقدان نظر کی حالت میں اس طرح لکھی کہ حافظ عزیز حسین کپڑے پر ان کا ہاتھ رکھ کر جہاں جو لفظ لکھوانا چاہتے بتا دیتے اور یہ لکھ دیتے۔ درمیان میں سورۂ اخلاص بھی اسی طرح لکھی۔ وہ چھت کاکوری میں موجود بتائی جاتی ہے۔[۲]

(۵۲۷) **مولوی ہاشم خاں** | نام، رام پور وطن، باعلم شخص، میاں عظیم اللہ کے شاگرد تھے خط نسخ بہت خوب لکھتے تھے نظم و نثر پر پوری قدرت تھی۔ شعر بھی اچھا کہتے تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۹ محرم ۱۲۷۲ھ م ۱۱ نومبر ۱۸۵۵ء کو انتقال ہوا۔[۳]

(۵۲۸) **مولانا ہجرانی** | نام نامعلوم۔ مولانا ہجرانی عرف ہجر قصبہ کے باشندہ تھے اور نستعلیق کے استاد مسلم الثبوت۔

(۵۲۹) **ہدایت اللہ زریں رقم** | نام، کہتے ہیں کہ اول محمد حسین کشمیری کی طرز پر مشق کرتے تھے پھر سید علی خاں جواہر رقم کے تتبع ہوئے دن رات کی مشق سے کمال کو پہنچے اور رفتہ رفتہ عالمگیر کے کتب خانہ کے داروغہ ہو گئے۔ بادشاہ کے حکم سے دیوانِ حافظ کے کئی نسخے بخطِ خفی تیار کئے۔ شاہزادہ کام بخش وغیرہ کے استاد خوشنویسی تھے۔ حق یہ ہے کہ ان جیسا خط بہت کم لوگوں کا ہوا ہے۔ عجب شانِ خط تھی آنکھیں نورانی ہوتی تھیں۔ جواہر رقم سے بھی بلند تر شانِ خط ہے۔ عجب و غرور با نخوت و تکبر سے بہت دور تھے اور بھی کئی شاہزادوں کے استادِ خوشنویسی تھے۔ ۱۱۳۰ھ میں بمقام احمد نگر انتقال ہوا۔[۴] ان کی ایک وصلی تحریر شدہ

۱۔ گذشتہ لکھنؤ ص ۲۲۱
۲۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری ص ۲۲
۳۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۵۱
۴۔ تذکرہ خوشنویسان ص ۳۰

۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء دہلی میوزیم میں بھی محفوظ ہے[1]۔ اور ایک وصلی کا عکس باب چہارم میں نمبر ۹۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔

(۵۴۰) خواجہ ہمام الدین | نام: خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد اور اتابک ابوبکر بن سعد زنگی کے مداح اور شیخ سعدی شیرازی کے معاصر اور اپنے زمانے کے اچھے خوشنویس تھے۔ ۷۱۳ھ/۱۳۱۳ء میں وفات پائی۔ مزار تبریز میں ہے[2]۔

(۵۴۱) منشی ہیرا لال مونس | نام و تخلص۔ ابن منشی رام جیون لال نیتا بہار گو قصبہ کوکتا ہم وطن، خوش باش جے پور ہیں۔ مولانا رشید الدین فاروقی نارنولی سے علم فارسی کی تکمیل کی اور کچھ عربی بھی پڑھی۔ نستعلیق میں منشی بہاری لال تلمیذ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے اور خط شکستہ میں راجہ مہیس داس کے۔ نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ نقاشی، جدول کشی، علاقہ بندی میں بھی کمال تھا۔ خط گلزار وغیرہ بھی بہت اچھا لکھتے تھے۔ متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔ طرز ہائے نستعلیق ان کی تصنیف خطاطی کا عمدہ نمونہ ہے۔ جے پور میں ملازم رہ کر پنشن لی۔ بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ غالباً ۱۹۲۱ء میں جے پور میں انتقال ہوا[3]۔ ان کی وصلیاں جے پور میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس بھی ہیں۔ شانِ خط بہت بلند ہے۔ ملاحظہ ہو نمونہ وصلی عکس نمبر ۱۴۲۔

(۵۴۲) امین الدولہ ابوذر یاقوت بن عبداللہ ملکی موصلی | نام، خط عربی کے عمدہ و مستند خوشنویس تھے۔ ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء میں انتقال ہوا[4]۔

(۵۴۳) یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی | نام، خط عربی کے مشہور و اعلیٰ خوشنویس۔ ۶۲۶ھ/۱۲۲۹ء میں انتقال ہوا[5]۔

(۵۴۴) یاقوت مستعصمی | عرف ہے اور اسی سے پہچانے جاتے ہیں، حالانکہ اصلی نام جمال الدین ہے، قبلۃ الکتّاب لقب، بنی عباس کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے غلام تھے مگر اپنے کمالات کے باعث دربارِ خلافت میں بڑی عزت و وقعت تھی۔ کہتے ہیں کہ ان کے مقرب و معزز ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز خلیفہ نے ان کو کسی ضرورت سے بلایا۔ یہ کتابت میں مشغول تھے اور چاہتے تھے کہ صفحہ پورا کر کے اٹھیں۔ خلیفہ کو ضروری کام تھا اس نے پھر تاکید کی مگر یہ لکھتے رہے۔ آخر خلیفہ جھلا کر خود ان کے پاس پہنچا اور جبھی آ ہی

---

۱ ت۔م۔د۔م ص۱۳ — ۴ تذکرہ خوشنویسان
۲ تذکرہ خوشنویسان ص۹۵ — ۵ ایضاً
۳ تذکرہ شعرائے جے پور۔

یا برنجی دوات سے پر کھو رہے تھے وہ اُٹھا کر ان کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔ مگر یہ ایسے محو کتابت تھے کہ کچھ محسوس نہ ہوا بلکہ جو خون بہا اُس میں قلم تر کرکے اُس سطر کو پورا کیا جو زیر کتابت تھی۔ خلیفہ یہ حالت دیکھکر متحیر ہوا اور واپس چلا گیا اسی وقت سے ان کا نصیب کھل گیا۔

یاقوت نے فن خوشنویسی زینب خوشنویسہ اور عبدالمؤمن اصفہانی سے سیکھا اور ابن بواب کے خط سے استفادہ کیا ترکی تذکرہ نویسوں نے جس تفصیل سے بذیل خوشنویسیاں ان کا ذکر کیا ہے اورکسی نے اس قدر توجہ نہ کی۔

یاقوت کا انتقال [illegible] میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور ایک سو اسی برس کی عمر بتائی گئی ہے۔ اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے۔ غلباً متعدد یاقوت نامی خوشنویسوں کے زمانے کو یاقوت مستعصمی کا زمانہ حیات قرار دیدیا ہے۔ اس طرح کہ یاقوت بن عبداللہ ملکی کا سنہ وفات [illegible] ہے اور یاقوت رومی کا [illegible] اور یاقوت مستعصمی کا [illegible] بہرحال یاقوت مستعصمی نے طویل عمر ضرور پائی۔ مصنفین تذکرہ جات نے اپنے قول کی تائید میں ان کے کتبات کو پیش کیا ہے مثلاً:-

یاقوت کا قلمی ایک قرآن مجید کتب خانہ استنبول میں موجود ہے جو [illegible] کا تحریر شدہ ہے دوسرا [illegible] کا تحریر شدہ جو سلطان سلیم بادشاہ ترکی کے مقبرہ پر موجود ہے تیسرا [illegible] کا مکتوبہ مصر کے کتب خانہ میں نیز [illegible] سے پہلے کے بھی کئی قرآن مجیدان کے تحریر کردہ ہیں۔ ایک وصلی [illegible] کی تحریر شدہ دہلی میوزیم[1] میں بھی ہے۔ جو یاقوت کی قلمی بتائی جاتی ہے مگر اس سے صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ اس کا سنہ انتقال مذکورہ بالا ہے۔ اور یہ کہ [illegible] میں ہلاکو نے اہل بغداد کو ہلاک کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یاقوت کے نام کی جعلی وصلیاں بھی بکثرت ہیں۔

کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر میں ایک ہزار قرآن مجید لکھے جن میں سے متعدد نسخے مختلف مقامات پر محفوظ ہیں۔ مگر یہ قول خالی از مبالغہ نہیں معلوم ہوتا۔

یاقوت کے معاصرین میں بہت سے باکمال اصحاب کے نام آتے جن میں سے تین یہ ہیں:-

(۱) یکتائے علم ادب و لغت و طب وغیرہ وغیرہ	حکیم افضل خواجہ نصیرالدین طوسی۔
(۲) مدبر یگانہ	شمس الدین وزیر۔
(۳) خوشنویس یگانہ و یکتائے علم موسیقی۔	عبدالمؤمن استاد یاقوت

یاقوت کی شہرت بغداد سے گذر کر ایران، ترکستان، عراق عرب اور ہندوستان تک پہنچ گئی تھی۔ ان کے

---

[1] لغات م ۔ وسم صگ

کتابت بشوق تمام طلب کئے جاتے تھے اور بڑے بڑے انعام ان کو بھیجے جاتے تھے۔

خلیفہ مستعصم کو ابن بواب کے خط سے بہت محبت تھی۔ اور اُس کو شناخت کرنے میں کمال تھا۔ یاقوت کو غلام تھا اس لئے اُس کے خط کی وہ وقعت خلیفہ کی نظر میں نہ تھی جو ابن بواب کے خط کی تھی لہذا ایک بار یاقوت نے دو قطعات ابن بواب کی روش پر لکھ کر بلا اندراج نام کاتب خلیفہ کی خدمت میں پیش کئے اُس نے انکو ابن بواب کے تحریر کردہ بتا کر تعریف کی تو یاقوت نے خود کے قلمی ثابت کئے اور گرانقدر انعام و اکرام پایا۔

۶۵۶ھ میں جب ہلاکو نے بغداد کو برباد کیا۔ خون کی ندیاں بہا دیں اور خلافت بنی عباس کا خاتمہ کر دیا تو یاقوت بغداد سے بھاگ کر ایک ویران شکستہ مسجد میں جا چھپا قلم دیا ہی ساتھ تھی مگر کاغذ نہ تھا۔ دنیا کو اپنی جان کی فکر تھی اور یاقوت کو اپنی دھن کی۔ لہذا اپنی دستار منارِ مسجد سے باندھ کر اُس پر لکھنا شروع کر دیا۔ کمال یہ دکھایا کہ دو بالشت (۱۰ انچ) موٹے حروف لکھنے شروع کئے اور اس شان سے کہ کاغذ کے ٹکڑے میں کوئی فرق نہ معلوم ہو۔ یاقوت اس کتابت میں مشغول تھا کہ اس کے ایک شاگرد نے کہ جو وہیں کہیں چھپا ہوا تھا آکر کہا کہ بغداد میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں کشتوں کے پشتے لگ گئے آپ یہاں سے جلد تر بھاگئے اور جان بچائیے۔ تو یاقوت نے جواب دیا کہ "خاموش! میں نے ایسا لکھا ہے کہ تمام دنیا بھی کی قیمت نہیں ہو سکتی۔ بغداد و یاقوت کس شمار میں ہیں۔

یاقوت شاعر بھی تھا اور ادیب بھی اس کے اشعار جا بجا پائے جاتے ہیں۔

بربادیٔ بغداد سے پہلے یاقوت کے حسب ذیل شاگرد مرتبۂ استادی کو پہنچ گئے تھے اور ان میں سے بعض صاحب خط و موجد طرز بھی ہوئے ہیں:-

(۱) مبارک شاہ قطب زریں قلم (۲) ناصر الدین متطبب (۳) مولانا یوسف خراسانی یا مشہدی (۴) ارغون کاملی۔
(۵) میر حیدر کندہ نویس۔ یا سید حیدر۔ (۶) شیخ احمد سہروردی۔

یاقوت کے شاگردوں کی پوری فہرست بہت طویل ہے اور پھر بھی اُس کو مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے بخوف طوالت نظر انداز کی جاتی ہے۔

(۲) میر یحییٰ اصفہانی	پورا نام میر یحییٰ محی الدین اصفہانی ہے۔ میر عماد کے شاگرد تھے اور خوشنویسی پیشہ ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار شاہ عباس نے میر عماد سے کہا کہ اپنے شاگردوں میں سے کسی

۱ ـ پیدائش خط و خطاطان ص[illegible]

کو کتابت کے لئے تجویز کیے تو انھوں نے انہیں پیش کیا۔ بادشاہ نے ان سے کوئی کتاب لکھوائی اور انعام عطا کیا۔ ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء میں انتقال ہوا۔[۱]

(۵۴۶) یحییٰ صوفی | نام۔ خطِ ثلث کے بہترین کاتب۔ ابوالفضل علامی نے ان کو یاقوت مستعصمی کا شاگرد اور خوشنویسی میں عالمگیر شہرت کا مالک کہا ہے اور پورا نام سید یحییٰ درج کیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری مطابق تیرہویں صدی عیسوی تک زندہ تھے۔[۲]

(۵۴۷) یحییٰ سیبک نیشاپوری | نام۔ شاہرخ مرزا گورگان کے مقرب۔ خوشنویس، چابک دست اور شاعر نکتہ رس۔ کہیں سیبک تخلص کیا ہے اور کہیں فتاحی۔ عالم جید اور فاضل اجل تھے "شبستانِ خیال" اور "لطائفِ لامعی" ان کی تصانیف ہیں۔ ان کا قلم عجب معجز طراز تھا کہ دیکھنے والا مفتون و ششدر ہو جاتا تھا۔ ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء میں انتقال ہوا۔[۳]

(۵۴۸) یوسف ابراہیم شاہی | یوسف نام مگر یہ اپنی تحریروں میں خود کو ابراہیم شاہی لکھتے ہیں۔ عبداللطیف، عبدالرشید اور عبدالحلیم خوشنویسانِ بیجاپور کے معاصر ہیں۔ مرقع عادلشاہی میں ان کے خط کے نمونے بھی محفوظ ہیں۔ عربی رسم خط میں دکنی زبان خوب لکھتے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے دورِ حکومت کے لئے ملاحظہ ہو حال عبدالرشید خوشنویس۔[۴]

(۵۴۹) مولانا یوسف خراسانی | نام۔ یاقوت مستعصمی کے شاگرد اور اپنے زمانے کے خوشنویسی بخط نسخ کے استاد تھے۔[۵]

(۵۵۰) یوسف علی الوری | نام و نسبت سکونت۔ اصل وطن قصبہ بادل تھا۔ میر مدد علی خوشنویس کے شاگرد و فرزند اور مشاق نستعلیق نویس تھے اور "مطبع یوسفی" ان کا پریس بھی تھا۔ بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں انتقال ہوا۔

---

[۱] پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۶ [۲] پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۶ [۳] پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۶
[۴] پیدائش خط و خطاطان ص۲۲۶ [۵] "نورس" زبان انگریزی۔

یادداشت

جن خوشنویسوں کے نام و حالات بعد میں معلوم ہوئے ہیں وہ ضمیمہ میں درج کئے جا رہے ہیں۔

گوشوارہ خطاب والقاب خوشنویسان

خطاب یا لقب	نمبر	نام	صفحہ	خطاب یا لقب	نمبر	نام	صفحہ
آغا	1	عبدالرشید دیلمی	151	جواہر رقم	9	سید علی خاں	139
آقائے ثانی	2	مولائی صاحب	196		10	محمد افضل الحسینی	175
استاذ الاساتذہ	3	مولانا اظہر	111		11	سید اصغر علی آبرو	111
اعجاز رقم	4	مرزا عباد اللہ بیگ مرد رقم	146	خطاط خاں	12	کمال خان رستمی	170
	5	منشی شمس الدین	142	رئیس الخطاطین	13	مرزا ابو تراب اصفہانی	105
اعجاز رقم	6	سید اعجاز رقم خان	111	روشن رقم	14	محمد جمیل ، فاضل مازندرانی	173
امانت خاں	7	عبدالحق شیرازی	148	زریں رقم	15	ہدایت اللہ	208
بادشاہِ قلم	8	میر خلیل اللہ شاہ	126	زریں قلم	16	محمد باقر	177

خطاب یا لقب	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	خطاب یا لقب	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
زریں قلم	17	محمد حسین کاشمیری	180	مرصع رقم	32	بدر الدین علی خاں	116
زمرد رقم	18	مرزا عباد اللہ بیگ اعجاز رقم	146		33	میر عطا حسین خاں	160
سعید رقم	19	سعید جہاں بیگم	136		34	میر جلال الدین حیدر	121
شکریں قلم	20	خواجہ میر عبداللہ	157	مستعجل رقم	35	خدا یار	126
شیریں قلم	21	عباد اللہ	147	مشکیں قلم	36	میر عبداللہ	157
	22	عبدالصمد	154		37	میر محمد صالح	185
شیریں قلم	23	محمد مراد	189		38	میرزا محمد حسین	181
صنعت رقم	24	محمد ولی جان	191	مصحف رقم	39	قاری کرنل نسیم اللہ بیگ	116
عنبریں قلم	25	عبدالرحیم	149	معجز رقم	40	سید اعجاز رقم خاں	111
قادر رقم	26	مولوی حشمت علی	125	نادر رقم	41	سید نادر علی قندھاری	201
قبلۃ الکتاب	27	ابن بواب	102		42	قاری خواجہ محمد احمد	173
	28	مانی رقم خاں	171	نازک رقم	43	سید عبداللہ حسینی	157
مبارک رقم	29	الحاج قاضی محمد یعقوب علی	192	یاقوت رقم	44	عبدالباقی حداد	147
کاتب الملک	30	سلطان بایزید دوری ۱۳۶	137	یاقوت رقم خاں	45	محمود عارف [illegible]	186
مرتعش رقم	31	میر بندہ علی	117	جواہر رقم	46	منشی رام چندر	142

باب سوم

سامانِ خوشنویسی اور فنی معلومات و نکاتِ خطاطی

خوشنویس ہونے کیلئے مشورے

خوشنویس ہونے کے لئے مختلف خوشنویس شعرا نے متعدد مشورے دیے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب کی صلاح ہے:-

گر تو می خواہی کہ خطت خوب گردد اے عزیز | می نویس و می نویس و می نویس و می نویس

اس سے مراد باقاعدہ کثرتِ مشق لی جانی چاہیے۔ ورنہ وہ ہر محرر و اہلکار خوشنویس ہوتا جو اردو عدالتی زبان ہونے کے زمانہ میں دن رات لکھتا رہتا تھا۔

دوسرے صاحب کا مشورہ یہ ہے کہ:-

حرف تراش و حرف نویس | تا بہ کہ زمانہ شود خوش نویس

یہ ایک نظریہ ہے اور بالکل صحیح ہے۔ اسی طرح حسب ذیل قول بھی صحیح ہے۔ مگر یہ سب محتاجِ ہدایت و صحبت ہے

گر در سیر تو ز حسن تحریر ہواست | تحریر اساتذہ ترا راہ نماست
ہر نقش کہ از خامۂ استاد بود | در صنعتِ حسنِ خط ہماں طرز بجاست

دیگر

خواہی کہ تو خوشنویس باشی بزماں | از جہد بکن پیروی استاداں
معیار نوشت ہست استاداں پیشہ | ہر طرز نکو کہ شاں خامہ براں

البتہ میر علی الکاتب نے حسبِ ذیل قطعہ میں خوشنویس ہونے کے لئے جن امور کی ضرورت ہے اُس کو واضح کر دیا ہے:۔

اے کہ در شیوۂ خطاسعی نمائی شب و روز	بشنو ایں نکتہ و چوں من بشو فارغ بال
پنج چیز ست کہ تا جمع نگردد باہم	ہست خطاط شدن نزدِ خرد امر محال
قوتِ دست و وقوفِ خط و استادِ شفیق	طاقتِ محنت و اسبابِ کتابت بکمال
گر ازیں پنج یکے راست نگردد بمثل	ندہد فائدہ گر سعی نمائی صد سال

یعنی جو شخص خوشنویس بننے کا خواہشمند و ساعی ہو۔ وہ یہ نکتہ سُن لے اور میری طرح فارغ البال ہو جائے۔

جب تک حسبِ ذیل پانچ چیز جمع نہ ہوں گی خوشنویس ہونا ممکن نہیں:۔

(۱) ہاتھ میں قوت (۲) قواعدِ خطاطی و خوشنویسی سے واقفیت (۳) مہربان استاد (۴) محنت کی طاقت اور (۵) مکمل اسبابِ کتابت کی موجودگی۔

حقیقتاً یہی پانچوں خوشنویسی کے عناصرِ خمسہ ہیں جن کی کسی قدر تشریح حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) قوتِ دست | اگرچہ یہ وہبی شے ہے تاہم کثرتِ مشق سے پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض خوشنویسوں کے خط میں محض اس سبب سے رونق نہیں پائی جاتی کہ ہاتھ میں قوت نہیں ہوتی حالانکہ جملہ حروف باقاعدہ اور صحیح ہوتے ہیں۔ کاپی نویسوں میں بھی ایسے لوگوں کی کاپیاں یا تو پتھر اور پلیٹ پر صحیح و سالم جمتی ہی نہیں یا بہت جلد چھپائی کے وقت عبارت اُڑ جاتی ہے۔

یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ پنجہ کش خوشنویس نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے خلاف میر پنجہ کش کے علاوہ اور بھی متعدد مثالیں ہمیں ملتی ہیں مثلاً سید حشمت علی شاہ جمالی اور کئی دیگر اصحاب مشقِ خط کے ساتھ پنجہ بھی کرتے تھے اور دونوں فن کے استاد مانے جاتے تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پنجہ کشی سے جو قوت ہاتھ میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ خوشنویس کو کافی مدد پہنچاتی ہے۔

(۲) وقوفِ خط | جس طرح ہر فن کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے اصول و قواعد سے طالبِ فن واقف ہو اسی طرح اس فن کے قواعد سے بھی طالبِ فن کا واقف ہونا ضروری ہے۔ ورنہ فاش غلطیاں ہونگی بالخصوص جوڑا در پیوند غلط ہونیکے سبب سے خط ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔ خواہ ناواقفِ فن کی نظر میں کتنا ہی خوشنما و دیدہ زیب ہو۔

مفردات کے متعلق ہم دو نظمیں اوراقِ آئندہ پر درج کرتے ہیں۔ فارسی نظم باباشاہ اصفہانی کی ہے اور اردو کی منشی دیبی پرشاد سحرؔ مصنف "نظم پروین" کی۔ اور آئندہ صفحات پر ہر حرف کا نمونہ اور اُس کے متعلق ضروری

معلومات نثر میں بھی درج کرتے ہیں۔ نیز غلط و صحیح جوڑ اور پیوند کی بھی ضروری تشریح کی جاتی ہے۔

(۳) **اُستادِ شفیق** | جس طرح پڑھنا بلا تعلیم استاد نہیں آسکتا اسی طرح لکھنا بھی نہیں آسکتا۔ یہ بات اُستاد ہی بتا سکتا ہے کہ کہاں اور کیا غلطی کی ہے۔ اور اُس کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ کہاں قلم کو ترچھا کیا جائے کہاں پورا لگایا جائے۔ اور کس جگہ کس ترکیب سے نوک سے کام لیا جائے۔ اور کہاں کہاں قلم کو کتنا دبایا جائے وغیرہ خاص کر انگلیوں کو کس طرح گردش دی جائے کہ قلم صحیح کام کرے۔ اساتذۂ فن اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتے تھے کہ اُن سے اصلاح لیتے وقت یہ بات بغور دیکھیں کہ اُن کے ہاتھ نے قلم کو کس طرح اور کس ترکیب سے گردش دی ہے۔ غرض کہ علمی طور پر قواعد فن کوئی کتنا ہی واقف و باخبر ہو عملاً پورا نہیں اُتر سکتا تاوقتیکہ باقاعدہ تعلیم نہ حاصل کرے۔ بقول مرزا مائل دہلوی:-

ع شاگرد جو نہیں ہے وہ اُستاد بھی نہیں

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سرکاری مدرسوں میں انگریزی کے ساتھ اردو کی تعلیم پانے والے طلبہ میں سے فی ہزار ایک بھی خوشنویس نہیں ہوتا بالعموم بھدے اور کچے خط۔ یا ایسے کہ بقول کسے "لکھے موسیٰ پڑھے خدا" اس لئے کہ اسکولوں میں خوشخطی پر مطلق زور نہیں دیا جاتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خود ٹیچروں کے خط صاف نہیں ہوتے۔

شاعر نے استاد کے ساتھ شفیق کی قید اور لگا دی ہے جو گہری اور پختہ تجربہ کی بات ہے۔ خاص کر اس زمانے میں تو اور بھی اہمیت رکھتی ہے اس لئے کہ اب خوشنویسی صرف کاپی نویسی کا پیشہ اختیار کرنے کے لئے سیکھی جاتی ہے لہٰذا بلا اجرت کوئی کاتب اپنا وقت خرچ کر کے خسارۂ آمدنی کیوں برداشت کرے!

(۴) **طاقتِ محنت** | یہ اُس وقت کی بات ہے۔ جب کاغذ کمیاب تھا اور دستی تیار ہوتا تھا۔ اس لئے وصلیاں بنانے کی ضرورت پیش آتی تھی اور یہ بھی ایک فن تھا۔ بعض شہروں میں بنی بنائی سادہ و رنگین وصلیاں اسی طرح بکتی تھیں جس طرح آجکل کاپی کا کاغذ فروخت ہوتا ہے۔ تاہم طلبہ کو زیادہ تر وصلیاں خود بنانا پڑتی تھیں جو کئی کئی بار دھوئی جا کر اور دوبارہ پھیرا جا کر ان کو گھوٹنا بھی پڑتا تھا۔ یہ سخت محنت۔ مشق خط کی محنت کے علاوہ کرنا پڑتی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کالی اور کبھی روشنائیاں بھی خود تیار کرتے تھے۔ خوشنویسی کے لئے یہ بات بھی لازمی تھی کہ اول تختی پر مشق کی جائے۔ یہ مشق بھی ایسی کرائی جاتی تھی کہ تختی سیاہ ہو جاتی تھی۔ اور ساتھ ہی ہر روز اصلاح کے لئے تختی یا وصلی تیار کرنا ہوتا تھا شروع میں جلی خط کی کافی مشق کرنا ضروری امر تھا۔ جب اُس میں پختگی پیدا ہو جاتی تھی تب خفی کا نمبر آتا تھا۔ جس کا اصول یہ تھا۔

صبح مشقِ خفی و شام جلی بشنو ایں نکتہ از امیر علی

غرض کہ طاقتِ محنت بھی طالب علم کے لئے لازمی و ضروری ہے آرام طلب شخص یہ فن حاصل نہیں کر سکتا مشقِ خط بھی محنت سے

نظم فارسی

رب یسر   بسم اللہ الرحمن الرحیم   وتمم بالخیر

الف

از واضع اصل نسخ تعلیق	بشنو سخنی ز روئے تحقیق
بالائے الف سہ نقطہ باید	اما بہماں قلم کہ آید
از بہر حرکات ہمزہ پیدا	لیکن بطریق رمز و ایما
زانگونہ کہ اوفتد نگونسار	گردد بہماں صفت نمودرا

ب

یک نقطہ بس است گردن یا	ز نقطہ درازئے تن با
حرف ب و سہ را ہمیں مثال است	حکم ہمہ را یک احتمال است

ج

استاد ہنروران سر جیم	یک نقطہ نمودہ اند تعلیم
جیم ار خواہی دہی نگونی	پیوند خون دا ژ گونی
باید تن جیم را توان ساخت	کش ہیئت بیضہ الواں ساخت
یک نقطہ بجا سر جیم	در پنج نقاط پیکر جیم

د		
یک نقطه برا اگر کنی فصل		دالیست بنزد واضع الاصل
ر		
را نیز دو نقطه گفت دانا		یک نقطه سرست دیگری پا
س		
دندانهٔ اول سر سین دندانه دوییش گر شاید اما تن سین بشکل نونست		یک نقطه نموده اند تعیین یک ذره گشاده تر نماید بر قول کسی که زد نونست
ش		
اما تن شین ز نقطه نه هفت زه وارش اگر کشی خطا رفت		بر لوح ازل قلم چنین رفت باشد شکلش کمان نداف
ص		
باید سر صاد را چنان ساخت		گر قوی صاد نگون توان ساخت
ط		
نزدیک خردوران استاد اما الفش دو نقطه باید دامان شے از قلم بلند از		طا یک الف است یک سر صاد وان صاد گشاده تر نماید یک نقطه اش از الف جدا ساز

ع	
ای تازه نهال باغ کونین	چون مردم دیده قرة العین
باید بر عین اینچنان ساخت	کانرا سر صاد هم توان ساخت
در حلقهٔ عین و حلقهٔ جیم	یک نوع نموده اند تعلیم
ف	
هرجا که بود نوشته فائے	یک نقطه مدور است بالائے
ق	
قافست بقول ذو فنونے	یک نقطه مدور است نونے
ک	
کافست بقول نیک رائے	پیوند الف بحرف بائے
سرکش بچه ماند ای یگانه	تیرے زده بر سر نشانه
ل	
لام است الف بنون مرکب	گردیده بدین صفت مرکب
م	
استاد هنروران سر میم	یک نقطه نموده اند تعلیم
مقدار دو نقطه گردن او	زیبا الف است دامن او
ن	
نون نصف قطعه ست بنواز من	دو گردن و در تن و دو دامن

برپایش اگر نهی سر جیم — آید بظهور پیکر جیم

و

واو است بقول نیک رای — یک نقطه مدور است برای

ﻫ

ها را نقطه بنه ز آغاز — وز نوک قلم مدورش ساز

لا

لا را اسلفی بنه ز آغاز — یک نقطه سوی یسار کش باز
آنگه الفی دگر برابر — بر دامن او نهی سراسر
زان گونه بیاض هر دو باید — کان هم اسلفی دگر نماید
گویند مؤلفان عالم — لا را سه الف برآید هم

ی

باید سر یا سه نقطه کردن — یک نقطه دگر بپای گردن
گردن بطریقه نماید — کاندام دو دال حاصل آید
یک دال نگون دگر براست — وین طرفه سخن سخنور آراست

باید سر گردنش چنان ساخت
کان را سر سرنگون توان ساخت

تمت رساله پیوند و قواعد حروف مفید مطالب
خوشنویسان بتاریخ ۱۲ شهر محرم ۱۲۶۶ هجری
اللهم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم

نظم اردو

ا

لکھ تین قط کا تو الف کو — لیکن وہ تمام یک قلم ہو
گر قلب کریں الف کو اے یار — ہو راست مثال ہی نمودار
اور اُس میں کنایۃً ہوں اے جاں — کچھ کچھ حرکاتِ ہمزہ پنہاں
پر بعض نے یوں لکھا ہے کر ٹھیک — مُبدا رسے منتہا ہو باریک

ب

اک قط کی مثال بے کا لکھ سر — نُو نقطے کا جسم اے ہنر ور
پر لکھتے ہیں اس کو کوئی کوئی — گیارہ یا پانچ سات کا بھی
اک نقطہ اگر لگا کے باپر — کھینچیں خطِ مستقیم تا سر
ہو وسط میں فرق ڈیڑھ قط کا — یا سر سے ہو ایک نقطہ نیچا
ہمشکل حروف جتنے ہیں اور — لکھنے کا سبھوں کے ایک ہی طور

ج

سر جیم کا دو نقطہ ہے پُرفن — اور تین نقط کی اس کی گردن
مقدارِ تن اب بتاؤں اُس کی — دو نقطہ نزولی دو صعودی
ہو سطح ہو تین نقطہ اے یار — اب اتنی ہی اس میں در تکرار
خط سر سے اگر ملا کھڑا ہو — ہووے وہ مماس دائرے کو

دائرہ

ہے دائرہ اسے عزیز دو قسم	دونوں کے تو سن لے مجھ سے اب اسم
اول تو ہے بیضوی مری جاں	اور دوسرا آفتابی پہچان

د

ہے دال کی اصل اے خردمند	اک نقطے سے حرف اے کا پیوند
افتادہ مگر ہو اس کی صورت	اس کا بھی لحاظ ہے، ضرورت
اک خط سے ملا دیں گر سراپا	ہو وسط میں فرق ایک قط کا
لکھ دال کی شکل کو تو یوں یار	شکل سرِ پا ہو جوں نمودار

ر

رے کو جو لکھے تو لکھ فتادہ	دو نقطے سے پر نہ ہو زیادہ

ذ اور ز

رے دال کی شکل ذال و رے ہی	استادہ گر ہو اسے لکھو سپے

س

دندانۂ سین ایک قط ہو	لکھ اس سے زیادہ دوسرے کو
اتنے کی سی شکل اس کی ہووے	اک دائرہ اس میں پھر ملا دے

ش

لکھے جو تو شین کی کشش یار	ہے گیارہ نقاط اس کی مقدار
کھینچیں خط مستقیم تو صاف	دکھلا دے شکلِ قوسِ نداف

یہ لکھتے ہیں بعض یوں خردمند / اک مرکز و نصف سے ہی پیوند
سر ہووے کشش کا اس طرح کا / شکلِ سرِ پا ہو جس سے پیدا

ص

یوں صاد کا سر لکھو اے ہنرور / بنجا دے نگون بھی صاد کا سر
اور اُس کے بیچ کی سفیدی / ہو شکل پہ تخمِ خربزہ کی

ط

لکھنا منظور طو کا گر ہو / لکھ دے سرِ صاد پر الف کو
دو نقطے کا ہو الف وہ اے جاں / اک نقطے کا چھوڑ اُس کا داماں

ع

سرِ عین کا لکھتے ہیں سب اُستاد / یوں جس سے کہ بن سکے سرِ صاد
سب نقطے کی اُس کی ہو لکھی اصل / پھر دائرہ جیم کا تو کر وصل

ف

فے لکھنا جو چاہے صاف لکھ دے / اک نقطہ مدور اور اک سے

ق

سن قاعدہ قاف کا بتاؤں / اک نقطہ مدور اور اک نوں

ک

اب کاف کی مجھ سے سن لے تو اصل / کر دے تو الف میں ایک سے وصل

مرکز

مرکز ہو تو کاف پر لگا یوں   ہو تیر لگا نشانہ پر جوں
اور پانچ نقطہ کا اس کا ہو طول   پر چار سے کم نہیں ہے مقبول

کاف بشکل دوم

اور شکل دگر کا کاف کی یار   دو نقطہ ہے بعد الف کے مقدار
پر خم تو رکھ اُس میں اس طرح کا   ہو شکل وہی نگوں بھی پیدا

ل

سُن لام کا مجھ سے قاعدہ اب   ہے دائرہ با الف مرکب

م

اک نقطہ کا لکھ تو میم کا سر   گردن لکھ اُس کی دو نقطہ پھر
پھر ایک نقطہ ملا دے اُس سے   اک اور لطیفہ مجھ سے سن لے
گردن میں خم اس طرح کا ہو رہے   اک لام نگوں بن آئے اُس سے

ن

شش نقطہ ہی حرف نوں کی تعداد   تفصیل بھی اس کی سُن کے رکھ یاد
دو نقطہ کا سر ہو دو کی گردن   اور دو ہی نقطہ کا اس کا دامن
گر اُس سے ملا دیں جیم کا سر   ہو جیم کا ظاہر اس سے پیکر

و

اب واو کا ذکر مجھ سے سن لے   اک نقطہ دو را اور اک سر ہے

ہ	
سن قاعدہ تو لکھے اگر ہے	اک نقطہ لگا دے گول کر دے
ھ	
اور ہے کی ہو ایک شکل دیگر	لکھتے ہیں جو خوشنویس اکثر
مفرد وہ نہیں وہ ہے مرکب	اشکال ہیں ہا کی مختلف سب
لا	
یوں لام الف لکھ لے خردمند	اک نقطے سے دو الف ہوں پیوند
ہو بیچ میں اک الف پدیدار	اتنی ہو سفیدی دونوں میں یار
ی	
سر نقطہ ہے یا کے سر کی تعداد	اک نقطہ ہو گردن اسکی رکھ یاد
گردن کو لکھو اس کی اس طرح سے	دو دال عیاں ہوں جس طرح سے
یوں یا کو تو لکھ اگر ہے دانا	ہو یائے نگوں بھی اس سے پیدا
ے	
اور یائے دراز اسے ہنرور	اک یے سے ہی وصل پائے بے سر
پیدا اس سے بھی بے چرا و بے چوں	بن سکتی ہو شکل یائے واژوں

ھ اسباب کتابت بکمال | یہ الفاظ بہت ہی وسیع معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ اسباب یعنی جمع سبب لیا جاتا ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بکمال ہوں۔ جن میں سے فی زمانہ بجز کاپی نویس کا پیشہ اختیار کرنے کے اور کوئی وجہ فن خوشنویسی میں کمال حاصل کرنے کی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یعنی سامان سمجھا جائے تو اس کا بھی تقریباً فقدان ہے۔ اس لئے کہ سامان میں تین چیزیں لازمی ہیں اور متعدد اشیاء ضروری۔ جن کی مختصراً تشریح حسب ذیل ہے۔

اشیائے لازمی برائے خوشنویسی

(۱) قلم | بہترین قلم واسطی نیزہ ہوتا تھا جو اس زمانے میں ناپائی کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اس کی چاروں صفت میں سے شروع ہوتی ہیں:۔

(۱) سُرخ۔ باہر سے۔ (۲) سفید۔ اندر سے۔ (۳) سخت۔ (۴) سنگین۔ یعنی وزنی۔

کاپی نویس نبوں سے لکھتے ہیں جو ہر قط کے ملتے ہیں۔ دفتروں اور عدالتوں وغیرہ میں اگر دیکھا جائے ہی تو قلم کہاں۔ شاذ و نادر کسی قدامت پسند ہستی یا خوشنویس کے پاس نظر آ جاتا ہے۔ یا بعض لوگ جو قدیم عادت بید مشک کی سنے کا قلم استعمال کرتے ہیں یا بازار میں جو سفید رنگ کے کچے نیزے ملتے ہیں ان سے کام چلاتے ہیں تو اول الذکر نہایت خمیدہ اور بہت سخت ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جلد گھس جاتا ہے اور صحیح قط قائم نہیں رہتا۔ موخرالذکر یا بالکل نرم ہوتا ہے یا نہایت سخت۔ ان دونوں میں نہ لوچ ہوتا ہے۔ نہ ہمواری اور نہ پختگی نیز موخرالذکر یا زیادہ موٹے ہیں یا بہت پتلے اور پھر زیادہ بل دار اگرچہ بل واسطی قلم میں بھی ہوتا ہے مگر وہ فوری معلوم کر لیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔

واسطی قلم کے بل معلوم کرنے اور تراشنے کا طریقہ | کسی تختی یا مسطح تختے پر نیزے کو لڑھکایا جائے جس بل وہ ٹھہر جائے وہی اُس کا بل ہے۔ اُسی بل اُس کو تراشا جائے تاکہ شگاف صحیح رہے۔ ورنہ آخر وقت تک غلط شگاف تکلیف دیگا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نیزے کے نچلے حصہ میں جو اُس کی آنکھ ہوتی ہے۔ بالکل اُس کی سیدھ میں اوپر کا حصہ تراشا جائے شگاف صحیح لگے گا اور آخر تک بدستور قائم رہے گا۔

شگاف لگانے کا طریقہ | شگاف لگانے کا آسان اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ قلم کو تراشنے کے بعد جس قط کا لکھنا مقصود ہو اُس سے زیادہ جلی چھوڑ کر قط سے پہلے قلم کو کسی سخت و مسطح تختے پر سیدھا رکھ کر اُس کے تراشیدہ حصہ سے جس کو میدان کہتے ہیں اُس کی نوک کی طرف جہاں قط لگایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے قلم یا قلم تراش کے دستے سے دبایا جائے از خود صحیح شگاف لگ کر دو زبان ہو جائے گا پھر حسب ضرورت باریک کر کے قط لگایا جائے۔

میدان قلم کی وسعت زبانوں کے نام اور قط | قلم کا میدان انگوٹھے کے اوپر والے پورے کے برابر ہونا چاہیئے۔ یہ ایک عام ناپ ہے اور نہایت موزوں ہے۔ مگر بعض لوگ حسب ضرورت و پسند اس سے کم بھی رکھتے ہیں دوسرا طریق یہ ہے کہ قلم کا دور ڈورے سے ناپ کر اس کے برابر میدان رکھا جائے۔

قلم کو ریشے سے پاک کرکے بعد شگاف جس قدر جلی یا خفی رکھنا ہو۔ درست کرکے قط لگالیا جائے اگر جلی ہو تو قلم کی پشت پر سے بھی تھوڑا سا چھیل کر چھلکا علیحدہ کر دیا جائے تاکہ قلم سیاہی بخوبی اٹھا سکے ورنہ چھلکے کی چکنائی سیاہی کو رُکنے نہ دیگی۔ چھلکا صرف منہ کے پاس سے علیحدہ کیا جائے اس کے بعد دو ماٹھرا قط لگایا جائے۔ قط پشت قلم پر اس طرح لگے کہ پشت کی جانب سے دائیں زبان کچھ اونچی اور بائیں کچھ نیچی رہے۔ دائیں کا نام جلی اور انسی ہے۔ یہ حصہ نسبتاً ذرا عریض اور پُرکار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہی حصہ نوک پلک میں زیادہ کام آتا ہے۔ اور بائیں زبان کو اصطلاح میں خفی اور وحشی کہتے ہیں۔

قطوں کے نام | ابن بواب کے زمانہ تک قط بالکل سیدھا لگاتے تھے اور اُس کا نام جزم ہے۔ کہتے ہیں کہ یاقوت مستعصمی کو خواب میں حضرت علیؑ نے ہدایت فرمائی کہ قلم کا قط ٹھرا کر دے جس کے سبب سے اُس کا خط صاف و بارونق ہو گیا۔ ٹھرے قط کو محرف کہتے ہیں۔ مجنوں ہراتی کا اس باب میں قول ہے :-

نہ جزم و نے محرف بایدش قط ـــ ولے خیر الامور افتاد اوسط

عمدہ واسطی قلم کی شناخت اور وجہ تسمیہ | "واسطہ" ملکِ ورارالنہر میں ایک قریہ کا نام ہے۔ سب سے بہتر نیزہ وہاں پیدا ہوتا تھا اسی نسبت سے "واسطی" کہا جاتا تھا۔ اب بھی سب سے بہتر قلم وہیں کا ہوتا ہے گزشتہ تیس سال تک وہاں کا ایک ایک قلم ایران میں ایک ایک اشرفی تک فروخت ہو جاتا تھا۔ صفت یہ تھی کہ سخت اس قدر کہ ایک بار لگایا ہوا قط برسوں نہیں تو بلا مبالغہ روزانہ استعمال کرنے کی حالت میں مہینوں قائم رہتا تھا۔ اُس کے ساتھ نہایت لچیدار جس کا اندازہ استعمال اور صریرِ قلم سے ہوتا ہے۔ واسطے کے علاوہ اسی قسم کے نیزے ایران و ہندوستان کے کئی مقامات پر پیدا ہوتے تھے جو عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے اور واسطی جیسا نیزہ ہونے کے سبب سے "واسطین" قلم مشہور تھے۔

واسطی ہو یا واسطین بہترین وہ نیزہ ہے جو کم از کم ایک بالشت لمبا ہو۔ رنگ خوب سرخ ہو نہ کالا ہو نہ سفید۔ موٹائی چھنگلی انگلی کے قریب ہوتا ہو۔ تراشنے پر اندر سے بالکل سفید نکلے سیاہ یا سیاہی مائل نہ ہو۔ جس کو سوختہ کہتے ہیں زیادہ پتلا یا زیادہ موٹا نیزہ ناقص ہوتا ہے۔ کسی سخت چیز پتھر وغیرہ پر بجا کر دیکھا جائے اگر پتھر والی وہ پختہ ہونے کی آواز دے تو بہتر ہے۔ چھلکا ہموار اور چمکدار ہونا چاہیئے۔ باقی شناخت و خوبی کا تجربہ پر منحصر ہو۔

قلم کی گرفت | قلم کی صحیح گرفت بھی خوشنویس کے لئے ضروری ہے۔ جو یہ ہے کہ بیچ کی انگلی پر قلم کو رکھ کر کلمہ کی

ﻪ اورینٹل میگزین فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۰۔

انگلی اور انگوٹھے سے اس کو مضبوط پکڑا جائے اور زیادہ زور رکھنے کی غرض سے انگوٹھے کو اور بیچ کی انگلی کو خمیدہ کیا جائے۔ کلمہ کی انگلی سیدھی قلم پر چڑھی ہوئی رہے۔ چھنگلی سے صرف کاغذ کے دبانے کا کام لیا جائے اور اس کے برابر والی انگلی سے بیچ کی انگلی کو اس طرح مدد پہنچائی جائے کہ قلم کے نچلے حصہ کی روک بنی رہے اور قلم اس پر ٹھکا رہے۔ دائیں ہاتھ سے اس طرح قلم پکڑا جائے اور بائیں ہاتھ سے کاغذ یا تختی کو تھام لیا جائے۔

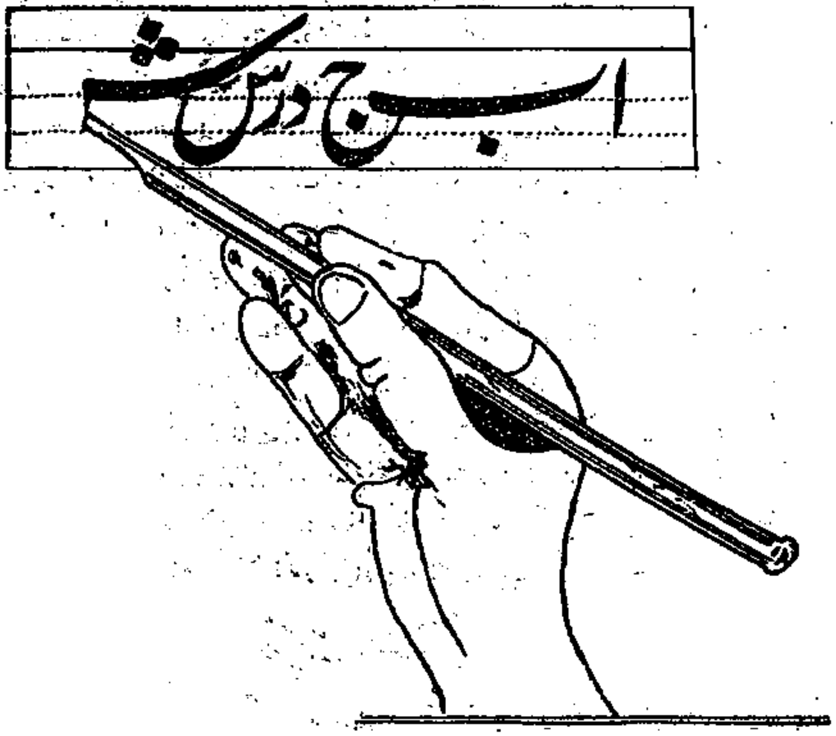

(۲) کاغذ محققین کا فیصلہ ہے کہ کاغذ کی ابتدا مصر سے ہوئی۔ پیپرا نامی درخت کی چھال اور ریشے سے کاغذ بنایا جانے لگا اسی لئے انگریزی میں اس کا نام پیپر (PAPER) ہوا۔ صنعت کاغذ سازی

کو برابر ترقی ہوتی رہی حتیٰ کہ صدہا کارخانے کاغذ بنانے کے کھل گئے۔ جن میں سمرقند اور کشمیر کا کاغذ بہت مشہور نفیس خیال کیا جاتا تھا۔ اور بھی بے شمار مقامات پر کاغذگری ہوتی تھی۔ اور اب تو مشینوں کی بدولت اقسام کاغذ کا کوئی شمار ہی نہیں اعلیٰ سے اعلیٰ اور نفیس سے نفیس تر کاغذ دستیاب ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ جیل۔ ہاتھ سے بنے ہوئے کاغذ کا۔ قلم واسطین و مداد سیاہ سے تھا وہ مشین کے کسی کاغذ سے نہیں۔ دستی کاغذ ہر سائز اور ہر دبازت کا تیار ہوتا تھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور معمولی سے معمولی۔ یہ ضرور ہے کہ صفائی و دیدہ زیبی میں مشین کا کاغذ بڑھا ہوا ہے۔ مگر پائیداری میں دستی کاغذ سے کم ہے۔ مشین کا ہر کاغذ ایک مدت کے بعد بدرنگ ہو جاتا ہے۔ مگر دستی مستقلاً قائم اللون ہوتا تھا۔ متعدد کتب خانوں اور عجائب گھروں میں اُن کاغذوں کے نمونے موجود ہیں جو خوشنویس کام میں لیتے تھے۔ پرانی کتابیں تو دستی کاغذوں پر ہیں ہی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ جو زور قلم دیسی یعنی ہاتھ سے بنے ہوئے کاغذ پر نظر آتا ہے وہ مشینی کاغذ پر نہیں ہوتا۔ کاغذ پر افشان اور رنگ سازی کی ایجاد خواجگی مومن مروارید نے کی[1]

(۳) سیاہی — مداد سیاہ سے بہتر خوشنویسی کے لئے کوئی اور روشنائی نہیں۔ جو تیز۔ چمکدار اور رواں اور زاں ہوتی تھی۔ دوسرے اور بھی رنگوں کی روشنائیاں خوشنویس استعمال کرتے تھے مثلاً کتھئی۔ شنگرفی۔ فیروزی۔ اور زمردی وغیرہ جو سب ہاتھ سے تیار کی جاتی تھیں۔ اُن کے بنانے کی ترکیب اور نسخے "ارژنگ چین" میں مفصلاً درج ہیں جن کا اعادہ بخوف طوالت یہاں فضول ہے۔ اب بھی ایسی روشنائیاں تیار کر لی جاتی ہیں جو اس قدر پختہ ہوتی ہیں کہ ۲۴ گھنٹہ تک نہیں دھلتیں حتیٰ کہ کاغذ گل کر تلف ہو جاتا ہے مگر سیاہی جس قدر کاغذ پر جم جاتی ہے وہ ہفتہ دو ہفتہ بھی پانی میں پڑے رہنے کے باوجود نہیں گلتا۔ فی زمانہ ولایتی اور ہندوستانی ساخت کی متعدد قسم کی روشنائیاں بازار میں ملتی ہیں مگر ہیں سب بزاروٗ پختہ سیاہ روشنائی مذکورہ کو تیار کرنے کا نسخہ یہ ہے۔

نسخہ پختہ روشنائی

لاکھ پیپل مصفیٰ یعنی بیچڑی	سہاگہ	لود افغانی	سجی سیاہ ۔ لاکھ کو خوب باریک پیس کر ڈھائی سیر
۔ ثار	وثار	۳	ا تولہ

[1] آئین اکبری صفحہ ۔ مطبوعہ مطبع آئیل دہلی ۶۱۲

میٹھے پانی میں ملا کر چولھے پر چڑھادیں اور نرم آنچ پر جوش دیں۔ جوش دیتے وقت۔ سہاگہ جو پہلے پیس کر رکھ لیا جائے چٹکی چٹکی ڈالتے رہیں۔ جب پانی تقریباً اس طرح پانچ گھنٹے جوش کھالے تو اُس کی ایک بوند کاغذ پر ڈال کر دیکھیں کہ وہ پھوٹتا تو نہیں ہے۔ اگر پھوٹے تو اور جوش دیں اور نہ پھوٹے تو اُتار کر باقی دوائیں جو پسی ہوئی تیار ہوں چٹکی چٹکی ڈال کر حل کریں اور دوبارہ آگ پر رکھ کر ایک ہلکی آنچ دے کر اُتار لیں یہ لاکھ کا رس تیار ہو گیا۔ اب اس میں تلی کے تیل کے کاجل کی پوٹلی ڈال کر اس قدر گھوٹیں کہ خاطر خواہ سیاہ ہو جائے پس روشنائی تیار ہے۔ پوٹلی میں کاجل اس لئے باندھا جاتا ہے کہ ویسے ڈالدینے سے حل کرنا مشکل ہوگا۔ پوٹلی کافی ڈھیلی ہو۔ واضح ہو کہ جب اس کو پتلا کرنا ہو تو گرم پانی یا عرق بادیان ڈالنا چاہیئے۔

یہ سیاہی راقم الحروف کی آزمودہ ہے۔ اور نسخہ عطیہ مفتی حکیم احمد حسن خاں صاحب ٹونکی ہے۔

دوات | روشنائی کی دوات خواہ شیشے کی ہو یا کسی دھات کی مگر ایسی ہو جس میں سیاہی کافی آجائے اور بخوبی گھلی رہے تاکہ اُس کا قوام قایم رہے دوات ڈھکنے دار ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ حشرات الارض بھی خراب کر دینگے اور خشک بھی جلد ہو جائے گی۔

سیاہی کو رواں اور تیز کرنے کی ترکیب | سیاہی اگر رواں نہ ہو تو ذرا سا نمک یا لیمو کا عرق ملا دیا جائے۔ اور اگر گاڑھا کرنا مقصود ہو تو ذرا سی شکر آمیز کر دی جائے۔ اجزائے سیاہی اچھی طرح حل نہ ہونے یا ٹھیک طور پر گھل نہ جانے کے باعث ہمیشہ سیاہی میں نقص پیدا ہوتا ہے۔ اس خرابی کو دور کر دیا جائے تو ٹھیک کام دے گی۔

سُوت | مدادِ سیاہ ہو یا کوئی اور جیسی روشنائی دوات میں سوت ہونا بھی ضروری ہے جو موٹے اور مضبوط ایسے کپڑے کا ہو جس کا دھاگہ زیادہ نہ نکلے۔ اور صرف اس قدر ہو کہ قلم سیاہی میں ڈوب کر سُوف سے صاف ہوتا رہے۔

اشیائے ضروری برائے خوشنویسی

(۱) قلم تراش چاقو۔ نہایت تیز اور صاف ہونا چاہیئے۔
(۲) قطازن۔ سب سے بہتر ہاتھی دانت کا ہوتا ہے۔
(۳) پنسل۔ حسب ضرورت و پسند۔
(۴) ربر۔ نہایت نرم قسم کا ہو۔
(۵) پرکار۔ صحیح و صاف۔

(۶) جدول کش۔ باریک اور موٹا کام دینے والا دو زبان آہنی ہونا چاہیے۔

(۷) جدول کشید کرنے کی پٹڑی۔ ہموار و صاف ہو، عمدہ قسم کا اسکیل استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۸) مسطر۔ اگر کوئی کتاب لکھنی ہے تو مسطر لازمی شے ہے۔ وصلی یا ایک دو صفحہ کی کتابت کے لئے ضروری نہیں۔ مسطر کی سطریں طاق ہونی چاہئیں، اور درمیانی سطر پر ایک تکونہ نشان اس شکل کا بنا لیا جائے تا کہ بیچ کی سطر وسطِ صفحہ میں لانے کے لئے آسانی رہے اور صفحہ کا وسط دوہرا کر کے بلا شکن ڈالے معلوم کر لیا جائے وہیں درمیانی سطر لائی جائے۔ مسطر بناتے وقت عرض و طول اور فاصلہ بین السطور بالکل صحیح ہونا چاہیے۔

(۹) زیر مشق۔ حسب ضرورت و پسند۔

(۱۰) قلمدان۔ ایسا ہو جس میں تمام ضروری اشیاء آ جائیں۔

(۱۱) سامانِ قلمدان۔ لکھنؤ میں کچھ پیشہ ور تھے جو کتابت کا سامان تیار کر کے فروخت کرتے تھے مثلاً قینچی۔ کاغذ کاٹنے کو ہاتھی دانت کا چاقو۔ وغیرہ۔ یہ بھی دونوں چیزیں ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جاذب۔ حسب ضرورت۔

(۱۳) کلیپ۔ تار کا نکل پلیٹ کلپ زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔

(۱۴) پنسل تراش۔

(۱۵) مختلف روشنائی۔ حسب ضرورت۔

(۱۶) کزلک۔ (چھوٹا چاقو) حرفوں کو چھیلنے کے لئے۔

(۱۷) قلم پاک۔ تہ بہ تہ موٹے کپڑے کے گول ٹکڑے جن کے بیچ میں سب کو ملا کر ٹانکا لگا دیا جاتا ہے۔ تا کہ قلم کو روشنائی وغیرہ سے صاف کرنے اور بچے ہوئے ریشے چھڑانے کے لئے کارآمد ہو۔

(۱۸) قلم پوش۔ تلوار کے نیام کی طرح قلم رکھنے کا غلاف۔ خواہ چمڑے کا ہو یا کپڑے کا یا کاغذ کا۔

(۱۹) ناخن گیر اور بلیڈ۔ حرف صاف کرنے کی غرض سے مثل کزلک۔

(۲۰) مہرہ۔ کاغذ صاف کرنے کو۔

(۲۱) مسنّی۔ چاقو وغیرہ تیز کرنے کو۔

(۲۲) چھوٹا سا چمچہ سیاہی میں پانی ڈالنے کو۔

(۲۳) سوئی - ڈورا باریک -
(۲۴) عمدہ قسم کا گوند گھلا ہوا -
(۲۵) مختلف قطوں کے متعدد قلم -
(۲۶) موقلم -
(۲۷) کاغذ صاف کرنے کو باریک کپڑے کا ٹکڑہ -
(۲۸) مختلف رنگ کی پینسلیں ارل کے لئے یعنی رنگ بھرنے کے واسطے -

مفرداتِ نستعلیق

عربی کے حروفِ تہجی جن کو "حروفِ ابجد" اور "حروفِ جمل" بھی کہتے ہیں کل اٹھائیس[۲۸] ہیں جن میں لام الف اور ہمزہ بھی داخل ہیں مگر یہ دو حروف ابجد میں شامل نہیں۔ چونکہ ہمیں بہ ذیل خوشنویسی ان کی بابت بھی لکھنا ہے اس لئے انھیں بھی شمار کیا گیا ہے۔ اور "پ" "چ" "ژ" اور "گ" کا اضافہ ہوکر فارسی کے حروف تہجی بتیس[۳۲] ہوتے ہیں اور اردو میں "ٹ" "ڈ" اور "ڑ" کا اضافہ اور ہو جاتا ہے تو اس طرح تعداد حروف پینتیس[۳۵] قرار پاتی ہے۔ ان پینتیس[۳۵] حروف میں سے - پ ت ٹ ث - چ ح خ - ڈ - ژ - ض ظ اور غ حروف متشابہ ہیں۔ اگرچہ ان کے اعدادِ ابجدی مختلف ہیں۔ اور عربی حروف کے معنی بھی مگر خوشنویسوں کے نزدیک پ تا ث مطابق ب لکھی جاتی ہے۔ اور چ تا خ مطابق جیم، ڈ مطابق را اور ژ مثل ز - ض مانند ص، ظ مثل طا اور غ مطابق ع البتہ 'ذ' اور 'ز' کو حروفِ متشابہ میں شامل نہیں کرتے اسی طرح ہائے ہوز کے علاوہ ایک 'ھ' دوچشمی اور لکھتے ہیں اور یائے مدورہ (یائے معروف) کے علاوہ یائے دراز (یائے مجہول) اور داخل کتابت ہے۔ اس طرح خوشنویسوں کے یہاں کل چھبیس[۲۶] حروف کے اصولِ کتابت مقرر ہیں۔

چونکہ ہماری رائے میں اردو کا رسم الخط صرف نستعلیق ہے۔ اگرچہ وہ دوسرے رسوم خط میں بھی لکھی گئی اور لکھی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر کسی جگہ ذکر کر چکے ہیں اس لئے صحیفۂ ہذا میں نستعلیق ہی کے اصول سے بحث کریں گے البتہ ذکر جملہ حروف کا کریں گے۔ جو حسبِ ذیل ہے۔

نمونۂ حرف	تفصیلِ حرف

الف بروئے اصولِ خوشنویسان صرف تین قط کا ہونا چاہئے۔ اور مبدا سے منتہا باریک ہو۔ اور ایک دوسرے قاعدے کے مطابق ایسا ہو کہ اگر اس کو اُلٹا کریں تب بھی صحیح الف رہے۔ قدد دونوں تو اعد کے مطابق تین ہی قط کا مسلم ہے۔ اور ہر حرف کے لئے اُسی قلم کی موٹائی مانی جاتی ہے کہ جس سے وہ لکھا گیا ہے۔ مگر کاپی نویسوں کے اصولِ کتابت کی رُو سے الف پانچ قط کا ہونا چاہئے۔

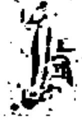

الف کی شکل میں کچھ شائبہ ہمزہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔

الف و ہمزہ | عربی میں متحرک کو ہمزہ اور ساکن کو الف کہتے ہیں۔ مگر فارسی اور اُردو میں ہر دو کو الف ہی کہا جاتا ہے۔

الف کی قسمیں | الف کی دو قسمیں ہیں:—

(۱) ممدودہ وہ الف جس پر مد ہو۔

(۲) مقصورہ جس پر مد نہ ہو۔

مد | مد کوئی حرف نہیں ہے۔ بلکہ ایک شکلِ اعراب ہے، جو یہ ہے۔

الف کے معنی | الف کے معنی ہیں سخی مرد، یا بقولِ دیگر مجرد مرد، یا زن بے شوہر۔

عدد | الف کا ایک عدد مقرر ہے۔ مد کا کوئی عدد نہیں ہے۔ اگرچہ بعض متقدمین نے مد کو بھی ایک الف مان کر الفِ ممدودہ کے دو عدد لئے ہیں۔ مگر اعداد کا تعلق ابجد سے ہے اور اُس میں کوئی مد نہیں ہے۔ اس دلیل کی بنا پر مد کا کوئی عدد نہیں ہوتا جس طرح زبر زیر اور پیش وغیرہ کا کوئی عدد نہیں ہے۔

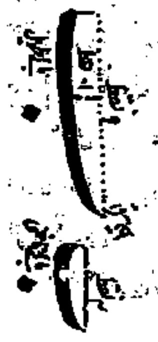

"ب": اس کا سرا ایک نقطہ کا ہونا چاہئے اور درمیان میں ۱½ نقطے کا فرق ہو، آخر کا حصہ سرے سے ایک نقطہ نیچا رہے۔ یعنی اگر ب کے منتہا پر ایک نقطہ لگا کر سیدھی لائن کھینچیں تو درمیان میں ڈیڑھ نقطے کا فرق رہے۔ بعض خوشنویسوں نے اس کو گیارہ قط کی بعض نے نو کی۔ بعض نے سات کی

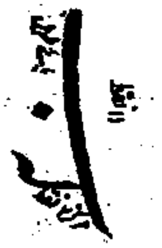

اور بعض نے صرف پانچ کی لکھی ہے اور بعض نے چار کی گر پانچ اور چار قط کی ہے
ہیں درمیانی نشیب صرف ایک ہی نقطہ کا رہے گا اور اس کا منتہا قمر کی طرح
ایک نقطہ اٹھا ہوا ہو گا گیارہ اور نو نقطے کی ب یائے طویل کہلاتی ہے اور سات
کی میانہ اور پانچ و چار کی ناخنی۔ اس کو ترچھے قلم سے شروع کرکے بتدریج پورے
قط پر تمام کرتے ہیں۔

نقطہ | ایک مربع قط کو کہتے ہیں اور قط قلم کے سرکی وہ چوڑائی ہے جس سے لکھتے
ہیں نقطہ بالکل مربع بھی لکھا جاتا ہے اور ذرا ترچھا بھی اور اوپر کو کچھ اٹھا ہوا
بھی اور آخر میں گول بھی اور عند الضرورت پون قط بھی۔ نمونہ یہ ہے مع نام۔

■ مربع
● چہار گوشہ
● مائل بطول
● ● } خمیدہ
● مدور

بے کے معنی | فارسی میں بائے موحدہ یا با کہتے ہیں اور اردو میں "بے" اس کے معنی
ہیں بہت مجامعت کرنے والا مرد۔

عدد | ب کے بلا اختلاف دو عدد لئے جاتے ہیں۔

مطابق ب

"پ" اس کی کتابت کا قاعدہ "ب" کے مطابق ہے۔ صرف دو نقطے زیادہ
ہوتے ہیں۔ عربی میں اس کا وجود نہیں فارسی میں اس کو بائے فارسی اور اردو
میں پے کہتے ہیں۔ اس کے بھی دو ہی عدد لئے جاتے ہیں۔ معنی کچھ نہیں۔

"ت" اس کی کتابت کا بھی وہی قاعدہ ہے جو "ب" کا ہے۔
فارسی والے اس کو تائے قرشت یا تائے مثناۃ یا تا۔ مُدرا زیا تائے
فوقانی کہتے ہیں اور اردو میں ت بولی جاتی ہے۔

معنی | شرمش خیز
عدد | چار سو لئے جاتے ہیں۔

مطابق ب

"ٹ" یہ ہندی حرف ہے۔ معنی کچھ نہیں۔ عدد چار سو لئے جاتے ہیں۔ کتابت
کا قاعدہ مطابق ب اور بجائے نقطہ ایک مخفی "ط" اس کے اوپر برائے شناخت
لکھی جاتی ہے۔

مطابق ب

"ث" قاعدہ کتابت مطابق ب ہے۔ فارسی میں ثائے مثلثہ اور اردو میں

نے، کہتے ہیں۔ یہ عربی الفاظ کے لئے مخصوص ہے۔

معنیٰ | نرم چیز، چشم زخم، اور شتر سوار اس کے معنی ہیں۔

عدد | پانچ سَو لئے جاتے ہیں۔

ایضاً

"ج" اس کا سر شکل نصف ہلال ہوتا ہے۔ اور جیم ایک معکوس دائرہ تین قط کا۔ سر دو قط کا۔ گردن تین قط کی۔ اور دائرہ تین قط نزولی اور تین صعودی اور تین قط کے قطر کا ہوتا ہے۔ سر اور گردن میں ایک قط کا فرق ہوتا ہے۔

دائرہ | دائرہ دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱) بیضوی۔ یہ ذرا لمبا ہوتا ہے۔ جس کے دونوں سرے ملانے سے انڈے کی شکل بنجاتی ہے۔

(۲) آفتابی دائرہ گول ہوتا ہے۔ اس کے سرے ملانے سے گول شکل آفتاب بن جاتی ہے۔

اس کو جیم اور جیم تازی بھی کہتے ہیں۔

معنیٰ | اس کے معنی مست اونٹ ہیں۔

عدد | اس کے عدد تین مقرر ہیں۔

"چ" عربی میں اس کا وجود نہیں۔ فارسی میں جیم فارسی اور اردو میں چے کہتے ہیں۔ معنی کچھ نہیں، عدد تین، قاعدۂ کتابت مثل جیم ہے۔ — مطابق جیم

"ح"۔ قاعدۂ تحریر مطابق جیم۔ عدد آٹھ، فارسی میں حائے حطی یا حائے مہملہ کہتے ہیں اور اردو میں حے۔ یا بڑی حے۔ — ایضاً

معنیٰ | دراز قامت یا زبان دراز عورت ہیں۔

"خ" عربی و فارسی میں۔ خا یا خائے معجمہ کہتے ہیں اور اردو میں خے طریق کتابت مطابق جیم ہے۔ عدد چھ سَو ہیں۔ — ایضاً

معنیٰ | گردن کے بال، اور شتر کے بال ہیں

"د" اس کے لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک نقطے میں ایک "ر" چھپاں ہو جائے

جس کی شکل گری ہوئی رہے اور درمیان میں ایک نقطے کا فصل ہو اور سری کے دائرہ کا سر بن جائے اس کو اردو اور فارسی میں دال ہی کہتے ہیں۔ عدد چار ہیں۔

معنی | موٹی عورت اور رہنما کے ہیں۔

"ڈ" طریق تحریر مثل دال۔ ہندی حرف ہے۔ معنی کچھ نہیں اور عدد چار ہیں اس کو ڈال کہتے ہیں۔

"ذ" قاعدہ تو اس کے لکھنے کا بھی مثل دال ہی کے ہے۔ مگر اس کا دہن ذرا فراخ اور یہ ذرا کھڑی ہوتی ہے۔ قد دو قط کا ہوتا ہے۔ عدد سات سو ہیں اس کو ذال اور ذال معجمہ کہتے ہیں۔ ترکی میں یہ حرف نہیں آتا۔

معنی | مرغ کی آواز یا مرغ کا تاج یا موٹی عورت ہیں۔

"ر" یہ طول میں شروع سے آخر تک تین قط کی ہوتی ہے۔ اور بعض دو ہی قط کی لکھتے ہیں۔ اس کا سر جانور کی باریک منقار کی مانند ہوا اور جسم بہ کٹی چڑیا کی مثال عدد دو سو ہیں۔ اس کو فارسی میں رائے حطی اور اردو میں رے کہتے ہیں۔

معنی | کینہ جو مرد، یا چھوٹا بچہ ہیں۔

"ڑ" ہندی حرف ہے، قاعدہ تحریر مطابق "ر" اردو میں ڑے کہتے ہیں عدد دو سو ہیں اور معنی کچھ نہیں۔

"ز" اس کی کتابت کا طریقہ بھی مثل رے کے ہے۔ مگر یہ ذرا استادہ ہوتی ہے اور اس کا سر ذرا لمبا ہوتا ہے۔ عدد سات ہیں۔

معنی | بدمزاج عورت یا کاہل عورت یا زیادہ کھانے والا مرد ہیں۔

"ژ" طریق کتابت مثل "ز" اس کو فارسی میں زائے فارسی اور اردو میں ژے کہتے ہیں۔ معنی کچھ نہیں، عدد سات ہیں۔

"س" اس کا پہلا دندانہ ایک قط یا نصف قط کا ہوتا ہے اور دوسرا ڈیڑھ کا یا ایک کا اسی طرح سر ڈیڑھ قط کا دائرہ تین قط کا مثل جیم کے قط کے۔ جیم کا سر اس کے نہایت پر لگا دیا جائے تو جیم بن جائے۔ گردن مراحی دار ہوتی ہے۔ تعداد عدد

ساٹھ ہے اس کو سین اور سین مہملہ کہتے ہیں۔

معنیٰ | موٹا اور بخیل مرد اور زیادہ کھانے والا مرد ہیں۔

"ش" کی کرسی سین کے اوپر تین قط کی ہوتی ہے۔ اول ایک مرکز تین یا چار قط کا ایسا ہو کہ جس سے "ی" کا سر بھی بنجائے، اور کل کشش گیارہ قط کی ہونی چاہیئے دائرہ سین کی طرح تین قط کا ہو اور دائرے سے کشش کا سر تین قط اونچا ہو یعنی دائرے کے اوپر اگر تین قط لگا کر سیدھی لکیر کھینچیں تو کشش کے سر سے ملجائے اور بنا رنے کی کمان کی شکل ہو جائے، نیز اوپر نیچے سیدھی لکیریں کھینچیں تو دو مستطیل شکل بنجائیں۔ اس کو شین یا شین معجمہ کہتے ہیں۔ اور عدد تین سو ہیں۔

معنیٰ | دوڑنے والا مرد، اور وہ مرد جو بہت سی جورتیں کرے۔ اور فربہ اندام مرد ہیں

"ص" اس کے لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک نقطے پر ایک خمدار خفی خط کھینچا ایسا کہ اس کے بیچ میں خربوزے کے بیج کی مانند سفیدی رہ جائے اور پھر ایک تین قط کے قطر کا دائرہ وصل کر دیں۔

ص کا باریک سرا اس طرح بنائیں کہ اس سے دوسرا سر ص کھی نکل آئے دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا مرکز اس قدر بلند و پست ہو کہ ایک قط لگا کر لکیر کھینچیں تو مربع شکل بنجائے۔ اس کو "صاد" کہتے ہیں۔ عدد نوّے ہیں۔

معنیٰ | وہ مرغ جو خاک پر لوٹتا ہو اور تلخ درخت ہیں۔

"ض" طریقہ تحریر مثل صاد اس کو "ضاد" یا ضاد معجمہ کہتے ہیں۔ عدد آٹھ سو ہیں

معنیٰ | وہ مرغ جو مرغیوں پر آواز کرتا ہو۔ اور عداوت ہیں۔

"ط" اس کے لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ دو قط کے الف یعنی دو سے سیدھی اور اُلٹی ملا دی جائیں جن کی درمیانی سفیدی خربوزے کے بیج کی مانند رہے اور جب الف کو اس سے یعنی دونوں رخ سے جدا کر لیں تو خوبصورت آنکھ کی شکل باقی رہ جائے۔ نیچے کی "بے" ایسی ہو کہ یائے معروف و یائے مجہول کا سر بنجائے

اس کو طا۔ اور طائے مہملہ فارسی میں اور طوئے اردو میں کہتے ہیں۔ عدد نو ہیں۔

معنی | حریص مرد ہیں۔

مطابق طا

"ظ" اس کا طریقِ تحریر مطابق "ط" کے ہے۔ اس کو ظائے معجمہ اور ظوئے کہتے ہیں عدد نو سَو ہیں۔

معنی | فربہ پستان عورت اور پستانِ زناں ہیں۔

"ع" عین کا سر ایسا ہو کہ جس سے صاد کا سر بن جائے اور ربابت کے عین کی ب اس کے دو سرے زیریں حصہ سے ملا دیں تو اُس کا عین بن جائے۔ باقی دائرہ مثل دائرہ جیم ہوتا ہے۔ اس کو عین اور عین مہملہ کہتے ہیں۔ عدد ستر ہیں اور ستری اس کے معنی ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:—

آنکھ، پانی کا چشمہ، آفتاب کا چشمہ، اشرفی، زرسرخ، مال، مینہ (باران) وہ ابر جو قبلہ کی طرف سے اُٹھے، بہتر، سردار، ہر عمدہ چیز، ہر شے کی ذات، حقیقی بھائی، شخص، ایک آدمی، نفس، ہر چیز کی حقیقت، اہل خانہ، قوم، جاسوس، دیدبان، پانی جاری ہونے کی جگہ، دیدار، نظر کرنا، اہل شہر، کسی چیز کو نظر لگانا، پلیتھوا، انگور، زانو، گھٹنا وغیرہ۔

"غ" مثل "ع" کے لکھا جاتا ہے۔ اس کو غین اور غین معجمہ کہتے ہیں۔ عدد ایک ہزار ہیں۔

معنی | ابر، وہ ابر جو آسمان کو چھپا لے، تشنگی، پیاس لگنا، تیرگی، سیاہی۔ مجازاً بلبلِ بلبل اس لئے کہ غین کے عدد ایک ہزار ہیں اور بلبل کو فارسی میں ہزار کہتے ہیں۔

"ف" قاعدۂ تحریر یہ ہے کہ ایک نقطے کا سر بنا کر "ب" کو اس میں ملا دیا جاتا ہے عدد اسی لئے جاتے ہیں۔ اس کو فا اور فے کہتے ہیں۔

معنی | گرداب۔

"ق" فے کے سر میں ایک تین قط کے قطر کا دائرہ وصل کرنے سے قاف بنتا ہے یا فے کا سر اور نون ملا دیا جائے۔ اس کی شکل کو سگِ خفتہ سے تشبیہ دی گئی

ہے عدد ستو ہیں۔

معنی | مالدار مرد اور نام ایک پہاڑ کا۔

"ک" اس کی تحریر کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک مرکز پانچ یا چار قط کا ہو چار سے کم کا جائز نہیں جو بعد میں لگایا جاتا ہے اول ایک تین قط کا الف زیادہ سات یا پانچ بلکہ چار قط تک کی بے میں وصل کیا جاتا ہے۔ مرکز کو الف سے اس طرح ملا یا جائے جیسے نشانہ پر تیر لگتا ہے۔ مرکز او ز الف کی نوکیں باریک ہوں۔

کاف کی دو قسم ہیں ایک حسب شرح بالا اس کو تو سرت کاف کہا جاتا ہے اور دوسری کو کاف بیانہ کہتے ہیں۔ اس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرکز والف حسب شرح بالا لکھ کر کابینت کی (سہ) ہے۔ اس طرح وصل کی جاتی ہے کہ دوسری طرف بھی اگر الف اور مرکز لگا دیا جائے تو وہی شکل بنجائے۔

اس کو کاف یا کاف عربی کہتے ہیں۔ اور اگر اس پر ایک مرکز اور لگا دیا جائے تو کاف فارسی یا گاف کہلائے گا۔ دوسرے مرکز کو ذرا چھوٹا لگایا جاتا ہے۔ خوشنویسان قدیم کاف اور گاف میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ اب بھی بعض خوشنو دوسرا مرکز بہت چھوٹا لگاتے ہیں۔ مرکز قطر ہو اس شکل کا جس کا ہر ضلع برابر ہو الف کے یعنی تین قط کا جیسا کہ نمونہ میں درج کیا گیا ہے۔ بعض بجائے مرکز خط نسخ کا کاف بھی بقلم خفی لکھ دیتے ہیں۔ عدد دونوں کے بیس ہی ہیں۔

معنی | کاف مرد خشمناک اور چالاک ہیں، گاف کے کوئی معنی نہیں۔

"ل" ایک الف ہیں ایک تین قط کا دائرہ وصل کرنے سے لام بن جاتا ہے اس کے تیس عدد ہیں۔

معنی | فتر، اور زرہ، اور اس سیاہی کو بھی کہتے ہیں جو بچوں کی کان کی لو یا پیشانی پر نظر بد سے بچانے کے لئے لگا دیتے ہیں۔

"م" اس کی کتابت کا قاعدہ یہ ہے کہ نصف لام کی شکل پائی جائے۔ اور ایک نصف نقطہ اس میں شامل ہو پورا سر ایک نقطے کا ہو جب اس سے لام

بلکہ ان کو آدھارہ جائے گردن تو نقطے کے برابر ہو۔ اور پانچ قط کا ایک الف ہی
میں وصل ہو۔ عدد چالیس ہیں۔

معنی | لمبا چھوارہ اور شراب ہیں۔

ن

"ن" کے لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ نصف الف میں ایک دائرہ تین قط
کے قطر کا چھپان کیا جاتا ہے۔ نون کل چھ نقطے کا ہوتا ہے۔ دو کا سر، دو کی
گردن اور دو کا دامن بعض خوشنویس سات نقطے کا بھی لکھتے ہیں اگر اس کے
ختامے جیم کا سر ملا دیں تو جیم بھی بن جائے صرف سر کے دو نقطے زائد رہیں اس
کو نون ہی لکھتے ہیں۔ اور اس کے پچاس عدد ہیں۔

معنی | عربی میں اس کے معنی مچھلی، تلوار، نام شہر، دوات، دوات کی سیاہی
چاوز نخلال اور نام ایک درخت کا ہے اور فارسی میں درخت کا تنہ، اور
مخفف کنون کا جو اکنون کا مخفف ہے۔

و

"و" ف کے سر میں ایک رے ملا دیجئے یا ایک مدور نقطہ اور رے ملا دیجئے
سے "و" ہو جاتا ہے۔ اس کے چھ عدد ہیں۔

معنی | اونٹ کا کروان اور افسوس ہیں۔

ہ

"ہ" ایک نقطہ لگا کر گول کر دیا جائے۔ یا دال میں ایک اور چھوٹی معکوس
دال ہوتی ہے۔ اس کو ہائے ہوز۔ یا ہے یا چھوٹی ہے کہتے ہیں عدد پانچ ہیں۔

معنی | بچہ کے رخسار پر طمانچہ مارنا۔

ھ

"دو چشمی ہے" یہ حرف مرکب ہے۔ جس میں اول ہائے ہوز کا شوشہ ہے
پھر دو چشم بادامی۔ جن میں سفیدی لازمی ہے۔ مثل تخم خربزہ، اور اس سے
ب ملائی جا کر آخر میں رے سے ملتی ہوئی ایک لکیر ہوتی ہے، اس میں ب
سے پہلے ایک اور ہے بھی لکھتے ہیں، اس کو ہائے ہوز یا ہائے مخلوط یا دو چشمی
کہتے ہیں۔ عدد پانچ لئے جاتے ہیں۔ معنی کچھ نہیں۔ نمونہ میں پانچ قسم کی ہے
(۱) ہمیشہ شروع میں آتی ہے جیسے ہمیشہ شکل دوم لفظ کے شروع

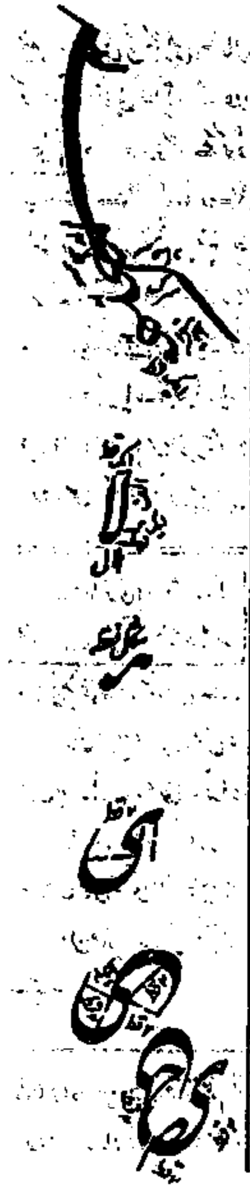

میں بھی آتی ہے۔ اور بیچ میں بھی جیسے ہدایت اور عجیب ۔۔۔ اور شکل سوم ہمیشہ وسطِ لفظ میں لاتے ہیں جیسے بہادر شکل چہارم بھی مثل شکل سوم وسطِ لفظ میں لاتے ہیں جیسے مُہر اور شکل پنجم ہمیشہ آخر میں جیسے ہمیشہ بطرزِ قدیم کے خوشنویسوں کے اصول ہیں مگر خوشنویسانِ حال بالخصوص کاپی نویس اول وسوم و پنجم کو تو اسی طرح استعمال کرتے ہیں۔ مگر دوم و چہارم کو وسط میں ہائے مخلوط کی جگہ استعمال کرتے ہیں نمبر ۲ کو بھی استعمال تو درمیان ہی میں کرتے ہیں مگر شوشہ نہیں لگاتے نمبر (۱) میں شوشہ لازمی ہے۔ شوشے سے مراد یہ شکل ہے")"

'لا' ایک الف میں ایک باریک خط شل رہے کے شامل کیا جاتا ہے اور اس پر ایک الف اور بڑھا دیا جاتا ہے۔ دونوں الفوں کے درمیان میں ایسی سفیدی رہے جو الف کی شکل اختیار کرلے۔ یہ مرکب ہے الف اور لام سے اور اس ترکیب کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں حروف میں اتحادِ قلبی ہے۔ الف قلب لام ہے اور لام قلب الف' اس کو "الف لام" کہتے ہیں۔ عدد و معنی کچھ نہیں۔

"ء ء ء" یہ ہمزہ ایک شکل مخفی ہے۔ عربی میں اس کی کتابت مثل سرِ عین ہے اور فارسی و اردو میں مثل سر و گردنِ یائے معروف یا رے کی دو طرفہ بڑھی ہوئی صورت' عربی میں یہ پہلا حرف ہے۔ عدد و معنی کچھ نہیں۔ البتہ جب ی کی بجائے آتی ہے تو اس کو "ی" تصور کرکے دس عدد لئے جاتے ہیں۔ مثلاً "کئی" کے چالیس عدد لئے جاتے ہیں۔

"ی" اس کا سر تین نقطے کا ہوتا ہے اور ایک نقطے کی گردن اور ڈھائی یا تین قط کا دائرہ۔ گردن اس طرح لکھی جائے کہ دو دال دو طرفہ ظاہر ہوں اور اگر اس کے سر سے ملا کر نصف دائرہ بنا دیا جائے تو دوسری "ی" اور بن جائے اس کو یائے تحتانی یا یائے معروف یا یائے مدود یا "تیے" یا چھوٹی یے یا۔ یا کہتے ہیں" قدما بجائے یائے مجہول اس کو لکھتے تھے مگر فی زمانہ یائے معروف کی جگہ لکھی جاتی ہے کاپی نویس اس کے پابند ہیں۔ مگر خوشنویسانِ طرزِ قدیم اب بھی پابند

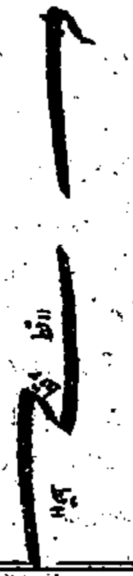

نہیں وہ مجہول کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور معروف کی جگہ بھی جس طرح بھی خط اور کرسی میں خوبی نظر آئے۔ عدد دس لئے جاتے ہیں۔

معنی | وہ دودھ جو گائے کو دوہنے کے بعد بچھڑے کے لئے تھنوں میں چھوڑ دیا جائے "سے" ایک "رے" اور ایک "ب" کے وصل سے "یے" بنجاتی ہے البتہ ب کا سرا اس میں نہیں ہوتا بلکہ رے اور ب کے اتصال کی جگہ ایک باریک شوشہ یا قط کا ہوتا ہے۔ اس کی مساوی مطابق نب ہوتی ہے در اصل دونوں ے۔ ایک ہی ہیں صرف رسم کتابت کا فرق ہے۔

اس کو یائے مجہول یا۔ یائے دراز یا بڑی "ے" یا صرف "یے" یا۔ یا کہتے ہیں اس کا سرا اس طرح کا ہوتا ہے کہ اس سے دوسری معکوس "یے" بنجاتی ہے عدد اس کے بھی دس ہی ہیں معنی کچھ نہیں۔[1]

عربی، فارسی، ترکی اور اردو کے مخصوص حروف میں تعداد منقوطہ و مہملہ	دونوں "یے" - دونوں "یے" (یائے ہوز و دو چشمی ہے) اور الف لام و ہمزہ شامل کرنے کے بعد کل حروف کی تعداد ۳۹ ہوتی ہے جن میں سے ۱۹ منقوطہ ہیں اور

۲۰ غیر منقوطہ۔ ان میں سے :-

ث، ح، ص، ض، ط، ظ، ع، اور ق، عربی الفاظ کے لئے مخصوص ہیں فارسی لفظوں میں استعمال نہیں ہوتے پ، چ، ژ اور گاف، فارسی ہیں عربی الفاظ میں نہیں آتے۔

ٹ، ڈ، اور ڑ، اردو کے حروف ہیں۔ عربی، فارسی اور ترکی میں نہیں آتے نیز ث، ح، ذ، ص، ع، اور ف بھی ترکی الفاظ میں استعمال نہیں ہوتے۔

ان مفردات کی مشق اول طالب خوشنویسی کے لئے ضروری ہے۔ ان کی تقطیع کا نمونہ آئندہ صفحہ پر دیا گیا ہے۔

---

[1] قواعد الحروف۔ اعجاز رقم۔ نظم پروین۔ ارژنگ چین۔ اصول کتابت۔ خوشنویسان یادگیرید این اصول۔ نقد خط نقطہ و حروف۔ رسالہ عبدالواسع۔ یادداشت خوشنویسان۔

مرکباتِ نستعلیق

مفردات کے بعد مرکبات کی نوبت آتی ہے۔ ان کی دو قسم ہیں دو حرفی اور زائد از دو حرف۔
دو حرفی مرکبات حسبِ ذیل تقطعوں پر ختم ہو جاتے ہیں:۔

بابت	جاجت	ساست
صاصت	طاطت	عاعت
فافت	کاکت	مامت
ہاہت	ھھھا	ھھھت

ان حروف کے جوڑ پیوند معلوم کرنے کے لئے آئندہ صفحات پر تقطعیاں درج کی جاتی ہیں۔

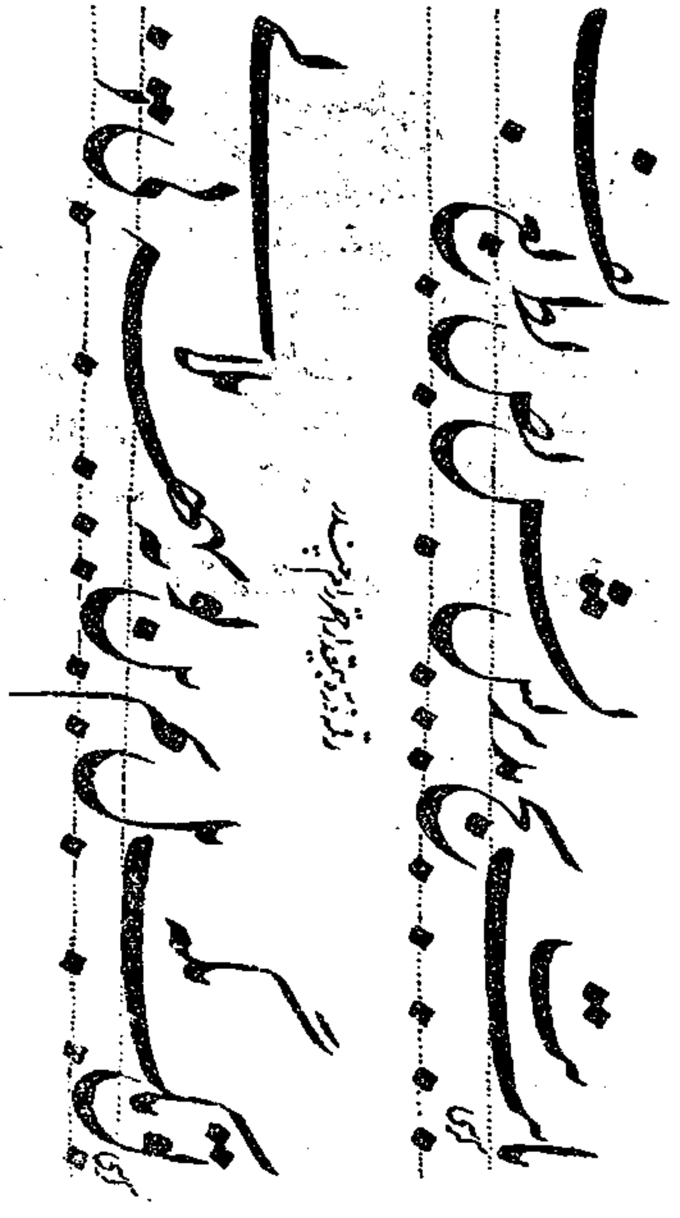

جا جب جت جج جد جر جس جش جص جط جع جف

قلمی جواہر رقم جے پوری

جو جک جگ جل جم جن جو جہ جھ جلا جی جے

سا ست سب سج سد سر سس شس سص سط سع سف

بندہ احقر رام چند جواہر رقم

سق سک سگ سل سم سن سو سہ سھ سلا سی سے

صا صب صت صج صد صر صس صش صص صع صف

کتبہ رام چندر جواہر رقم

صق صک صگ صل صم صن صو صہ صھ صلا صی صے

عا عب عت عج عد عر عس عش عص عط عع عف

رقمہ اختر رام چندر

عق عک عگ عل عم عن عو عہ علا عی

طا طب طت طج طد طر طس طش طص طط طع طف

راقم جواہر رقم

طق طک طگ طل طم طن طو طہ طھ طلا طی طے

فا فب فت فج فذ فر فس فش فص فط فع فف

از قلم هیچمدان جواهر رقم

فق فک فکه فل فم فن فو فه فهـ فلا فی

کا کت کب کج کد کر کس کش کص کط کع کف

کتبہ جواہر رقم جیوری

کو کک کگ کہ کل کم کن کو کہ کھ کلا کی کے

ما مب مت مج مد مر مس مش مص مط مع مف

رقمہ رام چندر عفی عنہ

مق مک مگ مل مم من مو مہ مھ لا می

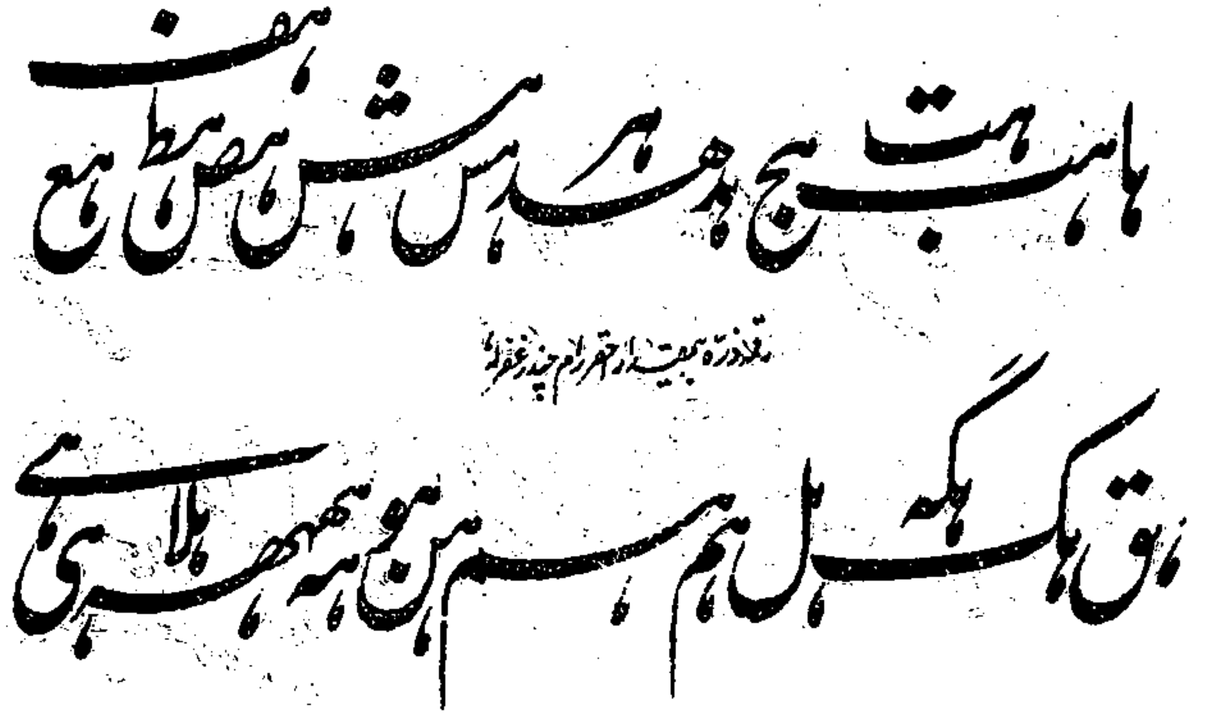
ها هب هت هج هد هر هس هش هص هط هع هف
هق هک هگ هل هم هن هو هه هلا هی

ہہا ہہب ہہت ہہج ہہد ہہر ہہس ہہش ہہص ہہط ہہع ہہف

رقم شد ز کلک جواہر رقم

ہہو ہہک ہہگ ہہل ہہم ہہن ہہو ہہہ ہہلا ہہی ہہے

مقطعات

مرکبات کے بعد مقطعات کی نوبت آتی ہے۔ اور یہی خوشنویسی کی منزل آخر ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:-

چوں فراغت زمفردات آمد	وقتِ مشقِ مرکبات آمد
گر تو تحصیلِ حسنِ خط خواہی	ختم او بر مقطعات آمد

مقطعات سے مراد وہ قطعات وغیرہ ہیں جن میں دو حرف سے زیادہ حروف کے پیوند ہوں مثلاً مقطعات میں پانچ حرف اور نستعلیق میں سات حرف ہیں۔ مقطعات ہی میں خوشنویس کے کمال اور ندرتِ تخیل کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ کرسی و نشستِ الفاظ کے جوہر انہیں میں کھلتے ہیں۔ جن کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں بجز اس کے کہ قواعدِ خوشنویسی کی پابندی اور اصولِ کتابت کے ساتھ اپنے ذہن سے کسی صنعت کو اس طرح ظاہر کیا جائے کہ ہر عضو داد دیئے بغیر نہ رہے یا کوئی خاص صنعت نہ بھی ہو تو بھی ایسا ہی نفیس لکھے کہ بے ساختہ تحسین کی جائے۔

مقطعات کی مشق کے لئے اول ابجد کی تقطیع کی بخوبی مشق کی جاتی ہے۔ جس کی دوسری سطر میں بطور دعا فتبارک اللہ احسن الخالقین الحمد للہ رب العالمین لکھتے ہیں۔ اس کے بعد قطعات کی مشق کی جاتی ہے جو بالعموم چو مصرعے بٹیرے لکھے جاتے ہیں۔ جس کے سبب سے وصلی میں چو سطرے بن جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو نمونہ نمبر وصلی۔ "از دادہ چہ بہتر است گفتا کہ طعام"۔

فاتحہ ہر اہلِ فن اور اہلِ ہنر کا قاعدہ تھا اور اب بھی جو لوگ فیضِ باطنی کے قائل ہیں اس کے پابند ہیں کہ کسی شخص کو شاگرد کرتے وقت اس فن کے کسی باکمال بزرگ یا اس سے نسبت خاص رکھنے والی کسی برگزیدہ ہستی کی فاتحہ ضرور دلاتے ہیں مثلاً زر دوز اس حسین فن کی نسبت حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام سے کرتے

ہیں اور اُن کی فاتحہ دلاتے ہیں۔ شمشیر و بندوق ساز حضرت داؤدؑ کی۔ بانک۔ بنوٹ۔ پٹہ۔ چابک سواری۔ شہسواری۔ کشتی۔ پنجہ کشی وغیرہ فنونِ حرب سیکھنے والے حضرت علیؓ کی۔ پیراک حضرات نوحؑ کی۔ اہلِ موسیقی و سازنواز حضرت امیر خسروؒ یا تان سین کی۔ خوشنویس بھی حضرت علیؓ کی فاتحہ دلاتے ہیں اور چہار شنبہ سے تعلیم شروع کرتے ہیں جو عطارد یعنی دبیرِ فلک کا دن ہے۔

<u>ایک واقعہ</u> | میرے دوست منشی رام چندر جواہر رقم اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے اُستاد منشی ہیرا لال موکس بہار گو مصنف طغراہائے نستعلیق ساکن بجے پور سے اصلاح لیتے ایک عرصہ گذر گیا مگر فارغ الاصلاح نہ ہوا۔ ایک روز استاد نے فرمایا کہ بھئی کیا بات ہے۔ خط میں خوشنویسی کی تمام باتیں موجود ہیں مگر تمہارا خط رنگ نہیں پکڑتا اور شان پیدا نہیں ہوتی اپنے والد سے پوچھنا کہ میں نے تمہیں شاگرد کرتے وقت جو بات اُنہیں بتائی تھی کیا اُس کی تکمیل نہیں کی؟ میں نے اپنے گھر آکر والد صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا واقعی غلطی ہوئی اور اُسی وقت شیرینی منگوا کر حضرت علیؓ کی فاتحہ دلوائی۔ اس پر ایک مہینہ نہ گذرا تھا کہ اُستاد نے مجھے فارغ الاصلاح کر دیا۔

<u>چند اصول پیوند کے لئے</u> | اگرچہ مرکبات و مقطعات کی مشق کے بعد بوجہ ذہانت قلم خود صحیح جوڑ لگانے لگتا ہے۔ تاہم چند جوڑ اور پیوند کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔ اس سلسلہ میں تفہیم خط و املا اچھی کتاب ہے۔

(الف) جب کسی لفظ میں کئی حروف کے دندانے یا شوشے جوڑے جائیں تو ایک کے باریک اور دوسرے کے موٹے لکھتے ہیں جیسے پیر، شش، سپر وغیرہ

(ب) دو شوشہ دار حروف کا پیوند جب کسی تیسرے بلا دندانہ حرف سے لگایا جائے گا تو پہلا موٹا اور دوسرا مہین ہوگا جیسے گیتی یا نرمی۔

(ج) رے سے پہلے کوئی حرف مثل ب۔ یا۔ ن۔ وغیرہ آ جائیں تو دندانہ بر لئے۔ ر۔ نہ بنایا جائے بلکہ اس کے ماقبل حرف کا سر ذرا اٹھا کر پیوند لگا دیا جائے۔ مثلاً خیر، ہنر، غیر وغیرہ انہیں باریکیوں کے لئے اساتذہ کے خط اور اُن کی ترکیب سے واقفیت ضروری ہے۔

<u>چند ناجائز جوڑ اور نقطے وغیرہ</u> | ج۔ تی۔ می اور ہا وغیرہ کے ساتھ جن کی عام طور پر ردات جائز نہیں ہیں۔ جب میم کا پیوند

لے لفظ قلم کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے۔ راقم الحروف اس کی تانیث کا قائل ہے جب کہ بمعنی کشش حرف استعمال ہو اور تذکیر کا جب کہ وہ مداد بھرا الف مراد ہو تا ہے۔ اگرچہ یہ مضمون ملی جلال کتبی اشعار و غیر شعرا میں مختلف ملتے ہیں اور اپنے مضمون میں مذکر قرار دیتے ہیں۔

لگایا جائیگا تو مد جائز ہے مثلاً جسم، عسم مگر اس میں میم کی شکل بدل جاتی ہے۔ اسی طرح دال کے ساتھ بھی مد جائز ہے مثلاً جـد، عـد مگر کاپی نویسوں کے مذہب میں جائز نہیں، قدیم روش کے خوشنویس سہ حرفی لفظ کی صورت میں غیر مد والے حروف کی بھی مد جائز سمجھتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ وہ جوابی مد ہو مثلاً کنم، جمال، صنم، مصطفےٰ مگر کاپی نویس ان کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں خوشنویسانِ قدیم دراصل یہ ترکیب حسن آفرینی کے لئے اختیار کرتے تھے۔ قدیم خوشنویس، نون غنہ میں بھی نقطہ لگانا تکمیلِ خط سمجھتے تھے اور یہ حقیقت ہے۔ مگر کاپی نویس جائز نہیں سمجھتے چاہے وہ لفظ کے آخر میں ہو۔ خوشنویسانِ قدیم دوچشمی "ھ" کو شروع میں بھی لکھتے تھے مگر کاپی نویس ہمیشہ ہائے مخلوط کی جگہ تحریر کریگا اسی طرح یائے مدور، دوران میں خوشنویسانِ قدیم بالعموم کوئی فرق نہ کرتے تھے بلکہ یائے مدور کو یائے مجہول کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ کاپی نویس یائے معروف کو ہمیشہ مدور اور یائے مجہول ماقبل مفتوح کو بالعموم نصف دائرہ اور یائے مجہول ماقبل مکسور کو دراز لکھتے ہیں۔ خوبصورتی اور جوابی دائرہ کی غرض سے خوشنویسانِ قدیم بیشتر اور کاپی نویس خوشنویس کمتر جب دال یا واؤ کے بعد ہائے ہوز آجاتی ہے تو اس کو ہاتھی کی لپٹی ہوئی سونڈ کی شکل میں اس طرح بھی لکھتے ہیں:-

آمدہ   وہ

قدیم طرز کے خوشنویس خالی جگہ پُر کرنے اور خوبصورتی کی غرض سے تین نقطے زائد بھی حروف کے اوپر یا نیچے لگا دیتے تھے یا ایک یا دو نقطوں سے دو حرفوں کے نقاط کا کام لے لیتے تھے جیسا کہ ہم اوپر کسی جگہ کہہ آئے ہیں یا دو نقطوں کو ملا کر لکھ دیتے تھے مثلاً "کماہیکہ" یہ سب اب متروک ہیں اور بالکل بجا متروک ہیں۔

وصلیوں کے نمونے | مزید تشریح و بصیرت کے لئے۔ اول ابجد کی تقطیع درج کی جاتی ہے اور اس کے بعد ان وصلیوں کے نمونے ہیں جن میں کوئی صنعتِ کتابت دکھائی گئی ہے۔

ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ

راقم رام چندر جواہر رقم

فتبارک اللہ احسن الخالقین الحمد للہ رب العالمین

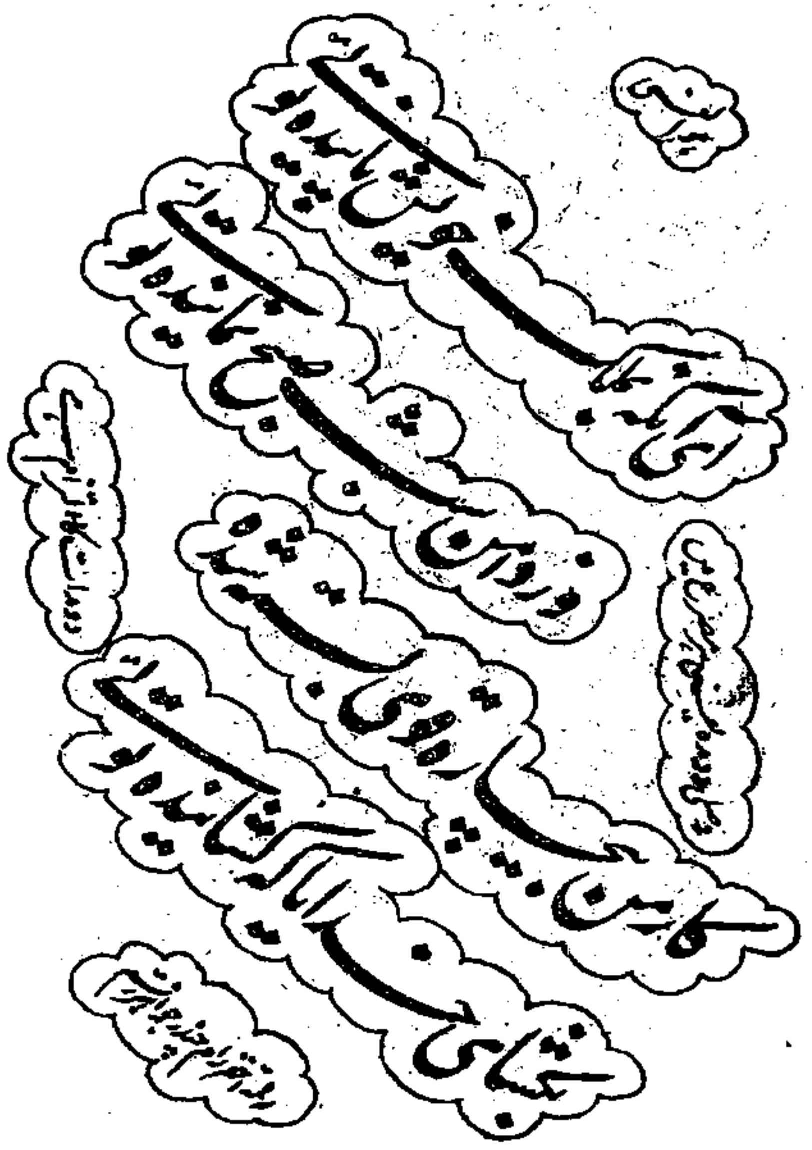

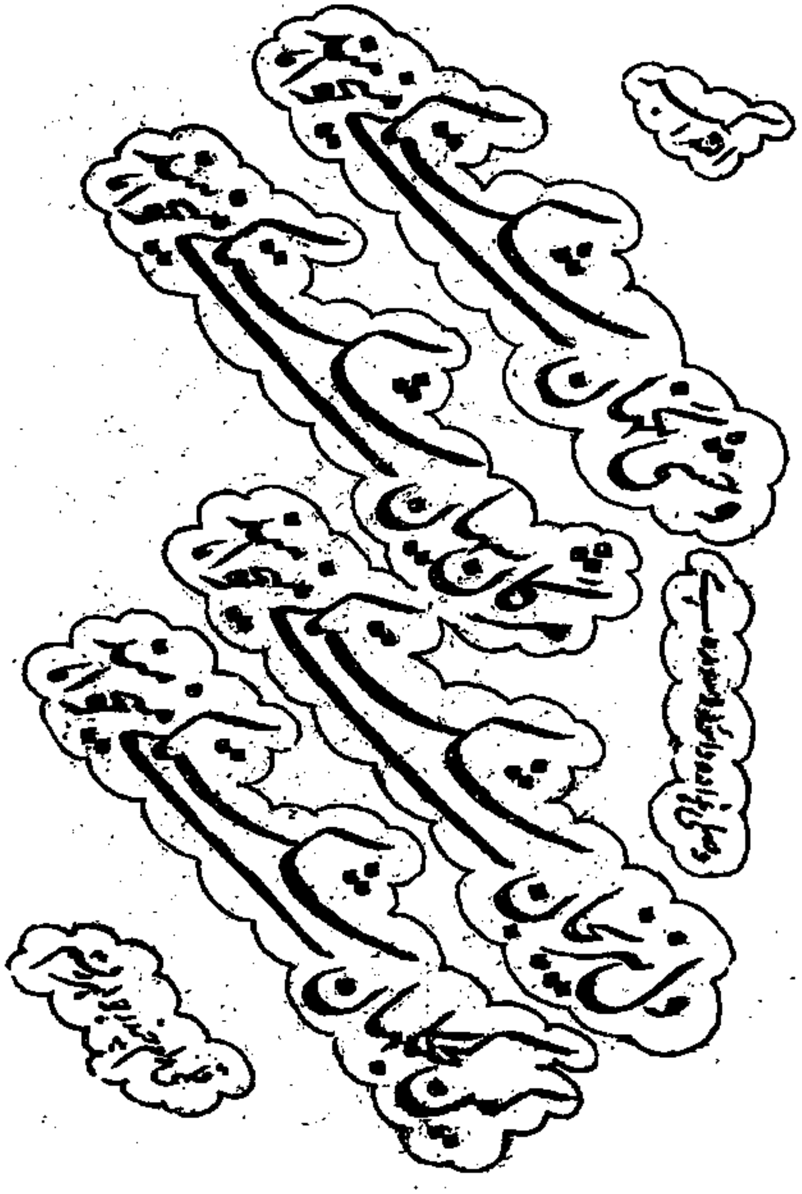

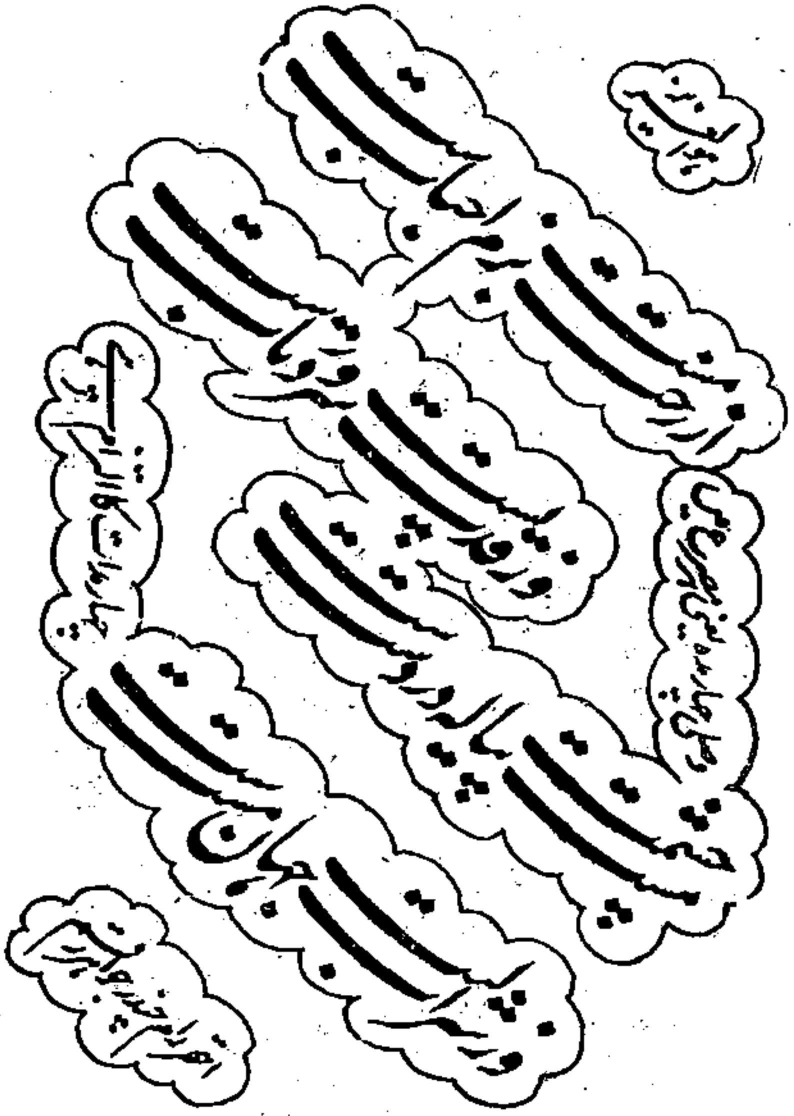

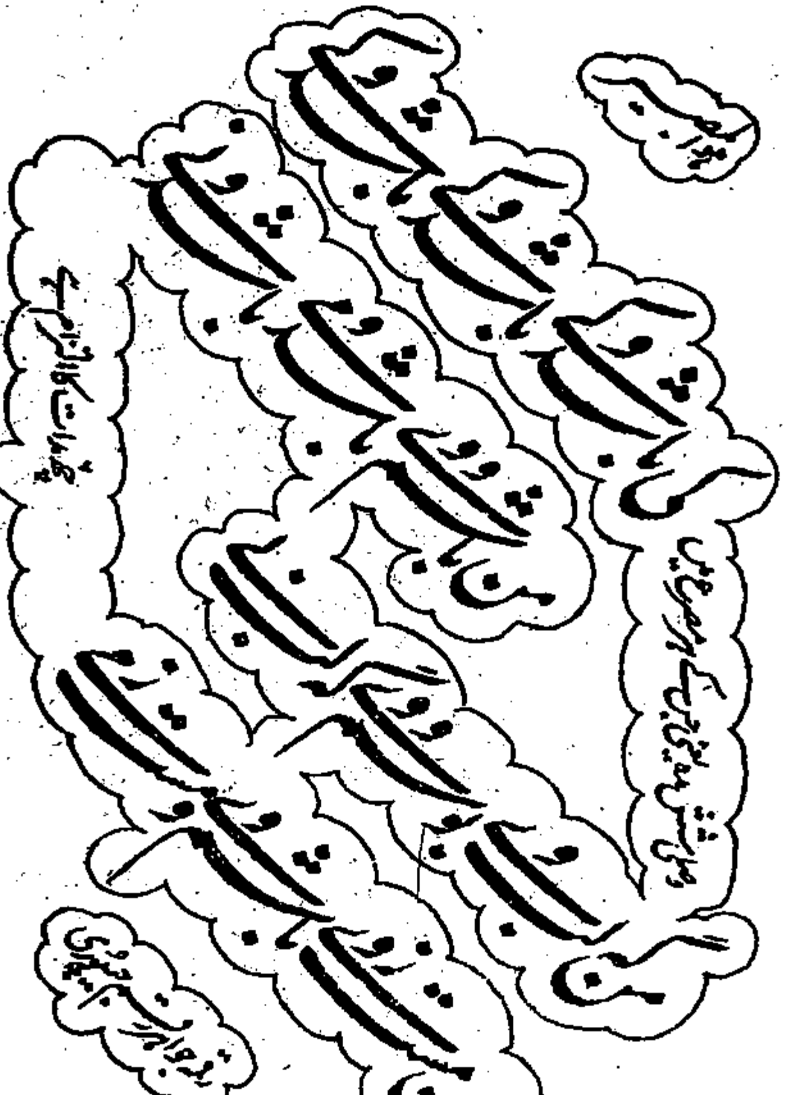

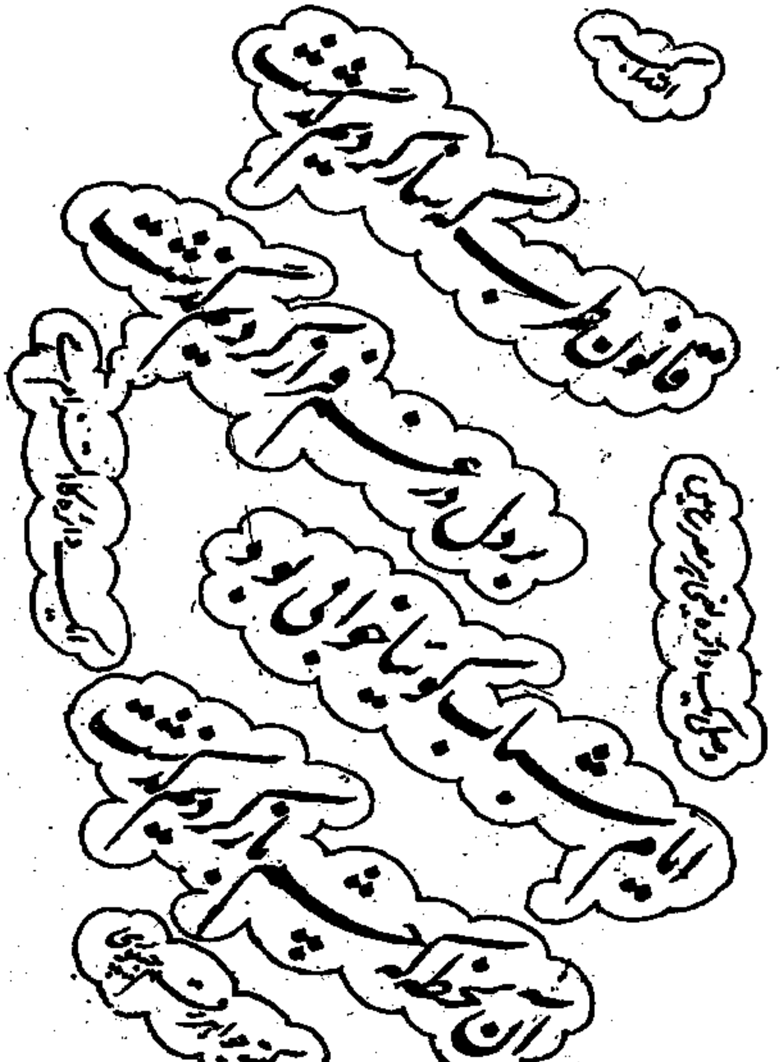
وصل ایک دائرہ یعنی ہر مصرع میں
ایک دائرہ کا التزام ہے

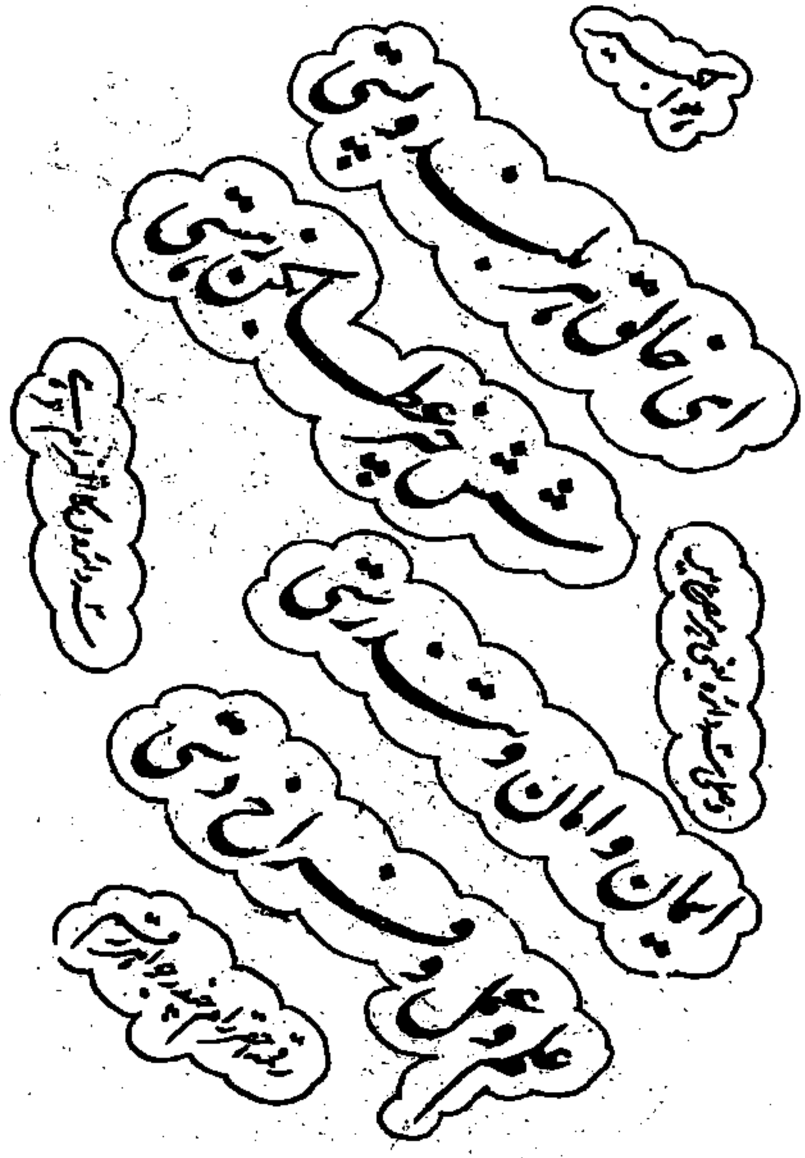

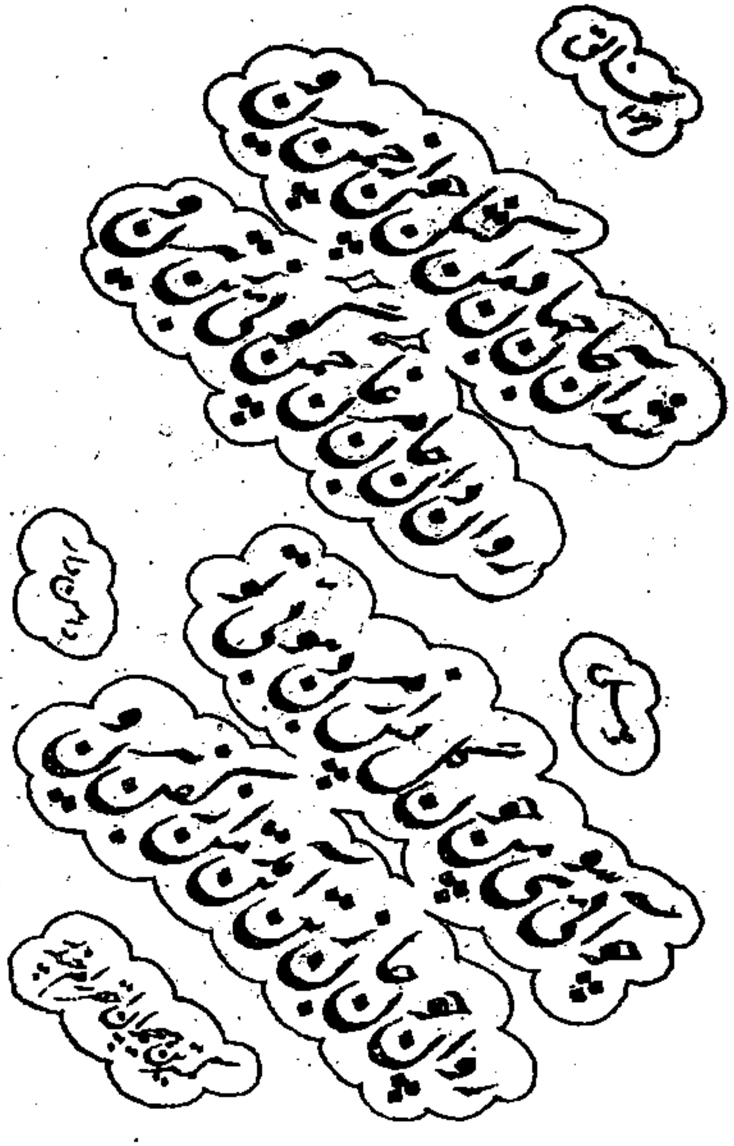

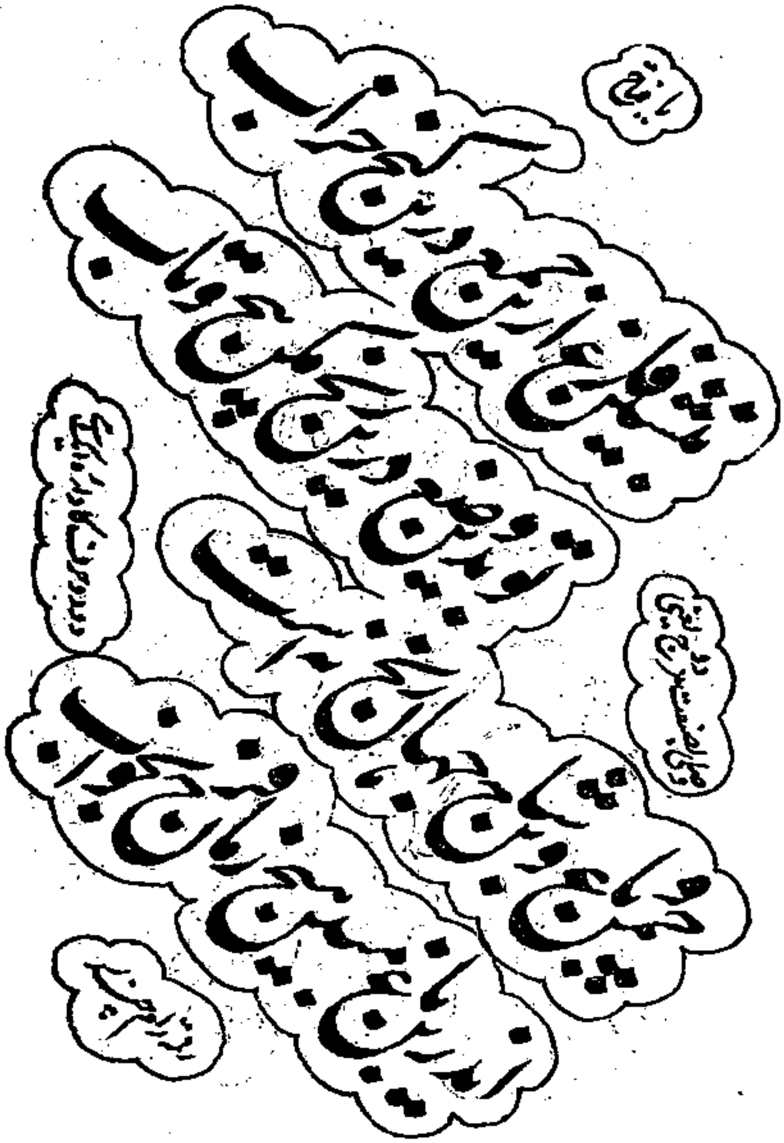

وصلی بصنعت موصل
احقر رام چند رقلمی نمود

وصلی الصنعت منفصل

در دل از زر و دار دو زار

رشتہ جواہر رقم

زار و زر دم زد رد دوری او

وصلی بانداز سیاه مشق نمونه

از داده چه بهتر نیست گفتار طعام

نا داده چه بهتر نیست گفتار دشنام

از خورده چه بهتر نیست گفتار غضب

نا خورده چه بهتر نیست گفتار حرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این قافلهٔ عمر عجب می‌گذرد
دریاب دمی که با طرب می‌گذرد
ساقی غم فردای حریفان چه خوری
پیش آر پیاله را که شب می‌گذرد

موجودہ دور کی کتابت کا نمونہ
برائے اظہار موجودہ [illegible]

[illegible]

باب چہارم

اساتذہ کی وصلیوں کے نمونے اور اُن کی کتابتی خوبی و خصوصیت

مرتب کی خود کی نسبت رائے اس باب میں کچھ لکھنے سے پہلے اس امر کا اظہار و اعتراف نامناسب نہ ہوگا کہ کالمیتر خوشنویسی اور ماہرینِ خطاطی کے کمالات و محاسنِ خط کو ظاہر و نمایاں کرنے کا قصد ایک ایسے شخص نے کیا ہے کہ جو نہ فنِ خوشنویسی میں عملاً کامل ہے، نہ اُس کو ہنرِ خطاطی میں کما حقہٗ بصیرت حاصل، وہ "کَبُرَتْ مَاہو۔ تُ الکُبَرَاءَ" کا مصداق اور "ہیچ ہیچ" ہر دو کا نمونہ کہا جا سکتا ہے، مگر کیا کیا جائے دنیا کا دستور یہی یہ ہے کہ جب کاملوں کی جگہ خالی ہو جاتی ہے تو اُن کے ناقص پسماندہ ہی اُس کے وارث قرار پاتے ہیں۔ یا بالفاظِ دیگر: جب کاملین اپنے کمالاتِ فن کا اظہار کرنے پر متوجہ ہوں نہ ماہرین عمل پیرا، تو ناقصین اپنے امکان بھر اس کا اظہار کرنے پر ساعی ہوتے ہیں اور شائقین کو ماہرین سمجھا جانے لگتا ہے۔

انحطاطِ خوشنویسی یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ فنِ خوشنویسی مٹ بھی رہا ہے اور مٹایا بھی جا رہا ہے۔ اگر کچھ باقی ہے تو وہ کاپی نویس خوشنویسوں کی بدولت جنھوں نے اس کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔ مگر کاپی نویسی ایک بازاری چیز سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، بلکہ سستا کاتب باقاعدہ و اعلیٰ خوشنویس خطاط سے مالی منفعت کے لحاظ سے اچھا پڑ رہتا ہے۔

عام عدم وقعتِ فن میں یہ نہیں کہتا کہ کاملین خوشنویسی سے ہندوستان یا دیگر ممالک یکسر خالی ہیں۔ بلکہ ابھی خال خال

مصرعِ اول میں حلال اور مصرعِ دوم میں لفظ حرام اس صنعت کے مظہر ہیں۔ نیز مصرعِ سوم و چہارم میں خواب و بیداری کا تقابل ہے اسی طرح خوشنویس نے بھی اپنے فن کا کمال ظاہر کیا ہو جس کو متعدد صنعتوں کی مانند کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً:۔

(۱) ہر مصرع میں ایک مد اور ایک دائرہ کا التزام ہے۔ جس کو صنعت "لزوم مالایلزم" کی مثال کہہ سکتے ہیں یعنی جس طرح شاعر اپنے کلام میں کوئی ایسی چیز لازم کر لیتا ہے کہ جس کا لزوم اُس کے لئے لازمی نہیں ہے۔ جیسے جرأت کے یہ اشعار:۔

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں بیسکے دوانہ ہو کر — شہر بہ شہر، دہ بدہ، خانہ بخانہ کو بہ کو

وائے نصیب ایک شب اس کے ہوئے نہ آہ ہم — دست بدست، لب بلب، سینہ بسینہ، رو برو

روتے ہیں ہم جو دور کر پہنچے ہیں اشک چشم تر — بحر بہ بحر، یم بہ یم، دجلہ بدجلہ، جو بہ جو

ان اشعار کے مصرعہائے ثانی میں چار چیزوں کا ذکر اور بائے اتصال کا چار بار لانا شاعر پر لازم نہ تھا۔ علیٰ ہذا خوشنویس بھی مدوں کا پابند نہ تھا۔ مگر اُس نے یہ پابندی بھی اس قدر خوبی سے کی کہ مدیں بالمقابل لایا اور کرسی میں دلکشی پیدا کر دی۔

(۲) مصرعِ اول و دوم میں دائروں کو ایک سیدھ میں اوپر نیچے لکھا ہے۔ اور مصرعہ سوم و چہارم میں بسمت خلاف یہ اُسی قسم کی صنعت ہے جس کو اہلِ کلام اصطلاحاً "عکس و طرد" کہتے ہیں جیسے ذوق کا یہ شعر:۔

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے — بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

(۳) دونوں مصرعِ اول میں ایک ایک میم ہے اور دونوں مصرعِ ثانی میں دو دو۔ جن کی یکسانیت نے مزید دلکشی پیدا کر دی ہے۔

(۴) چار مصرع ہیں اور چاروں میں مرکزوں کا التزام بہ تعداد مختلف ہے۔ ملاحظہ ہو، سوم میں ایک دوم میں دو اول میں تین اور چہارم میں چار۔ جس طرح صنعت "سیاق الاعداد" میں اعداد کا ذکر ترتیب وار بھی ہو سکتا ہے اور بلا ترتیب بھی مثلاً

یک دو شد از سہ حرف شش چار اصل و پنج شعبہ — شش روز و ہفت اختر، نہ قصر و ہشت منظر — خاقانی

بارہ بروج، چودہ، معصوم چار عنصر — ظاہر کریں ہیں لاکھوں تیری صفات تیس — انشا

کہا جا سکتا ہے کہ اتفاقاً اس رباعی میں ایسے الفاظ آگئے کہ یہ التزام کئے جا سکے۔ مگر کیا خوشنویس کی اس بصیرت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے اپنے فنی کمال کے اظہار کے لئے اس کو برائے کتابت منتخب کیا۔ پس یہی جذبہ حسن آفرینی ہے۔ جس کو انگریزی میں (MOTIF) کہتے ہیں اور اسی کی داد کا وہ مستحق ہے۔ ان تمام صنائع و بدائع کے ساتھ دلی کی کرسی

اور حروف کے جوڑ نہایت باقاعدہ، نازک، حسین اور مضبوط ہیں، اس لئے مجموعی طور پر ایک خاص دلکشی پیدا ہو گئی ہے جس سے نظر اسی طرح مستفیذ و متاثر ہوتی ہے جس طرح اچھے شعر کی تاثیر سے وجدان محظوظ و مسرور ہو جاتا ہے۔

وصلی نمبر ۳۵ | یہ وصلی محمد افضل خویش کی تحریر کردہ ہے۔ جن کا ذکر باب دوم میں کیا گیا ہے۔

خصوصیت کتابت یہ ہے کہ دونوں مصرع اول میں دو دو دائرے ہیں اور چاروں مصرعوں میں ایک ایک مد ہے جو چھٹے مصرع میں میم کی کشش سے یہ التزام قایم رکھا ہے اور جگہ پُر کی ہے۔

خوشنویس نے حسن آفرینی کی غرض سے متعدد حروف کے نقطے نہیں لگائے اور مصرع ثالث میں جدا جدا نقطوں کو یکجا کر دیا تا کہ مصرعِ اول کے تین نقطوں کا جواب ہو جائے۔

دونوں دوسرے مصرعوں کو مصرعہائے اول سے ذرا پیچھے ہٹا کر لکھا ہے۔ یہ ترکیب اور خوشنویسوں کے یہاں بھی ہے البتہ ناپ میں چاروں مصرعے برابر ہیں۔ یہی ترکیب خوبصورتی کا باعث ہے اور نظر افروزی کا سبب۔

مصرعِ چہارم میں درمیانی مد زائد ہے۔ مگر الف اور منتہائے میم کے مابین حدِ فاصل بن گیا ہے۔ جو دونوں ایک سیدھ میں آ کر نظر فریب ہو گئے ہیں۔

تینوں مدوں کی سیدہ اور یکسانیت نے ایک خاص کیفیتِ حسین پیدا کر دی ہے۔

درمیانی زائد مد فنِ خوشنویسی میں برائے حسن خط وہی حکم رکھتا ہے جو شعر میں کوئی لفظ برائے موزونیت جس کو اصطلاحاً "حشو یا اعتراض" کہتے ہیں، مثلاً انوری کا یہ شعر:-

گر بخندم، واں پس از عمر یست، گوید زہر خند در بگریم، واں بہر روز یست، گوید خوں گری

اس شعر میں "واں پس از عمر یست" اور "واں بہر روز یست" بطور جملہ معترضہ زائد واقع ہوئے ہیں۔ مگر ان سے حسن شعر میں اضافہ ہو گیا۔ بالکل یہی صورت اس زائد مد کی کتابت میں ہے۔

واضح رہے کہ "حشو" کی تین قسم ہیں۔

(۱) حشو قبیح۔ وہ زائد لفظ جس سے کلام کا مرتبہ گر جائے۔
(۲) حشو متوسط۔ وہ زائد لفظ جس سے نہ کوئی حسن پیدا ہو نہ قبح۔
(۳) حشو ملیح۔ وہ زائد لفظ جس سے کلام میں حسن و خوبی بڑھ جائے۔

انوری کا شعر اور محمد افضل کا زائد مد۔ تیسری شق کا نمونہ ہیں۔

وصلی نمبر ۳۶ | یہ وصلی میر پنجہ کش کی قلمی ہے جن کا حال باب دوم میں درج کیا گیا ہے۔

شاعر کی بلندیٔ تخیل صرف ایک ہی صنعتِ تجنیس ناقص پیش کر سکی۔ یعنی جب الفاظ متجانس میں صرف ایک حرف کی کمی بیشی ہو۔ وہ حرف زائد خواہ لفظ کے شروع میں آئے یا آخر میں یا درمیان میں جیسے۔

یوں نہ باتیں چبا چبا کے کرو　　مہربان بات ہے، نبات نہیں　　ناسخ

میکدے تک محتسب کو میکشو آنے تو دو　　دیکھ کر پیمانے کو پیماں شکن ہو جائے گا　　ناسخ

ٹیکا کے زخمِ ہجر پیالے ترک کیا کریں　　خالی ہیں تیل سے ترے چہرے کے تل تمام　　آتش

اس رباعی میں الفاظ عہدہ و عہد، مصرع سوم میں اسی صنعت کے مظہر ہیں۔ اور مصرع اول و دوم میں منگر و نگر تجنیس ناقص کو تجنیس زائد اور تجنیس مطرف بھی کہتے ہیں۔ کلام اس سے زائد کمال پیدا نہ کر سکا۔ مگر قلمِ خوشنویس نے کئی صنائع و بدائع ظاہر کر دیئے جن کو قلمی صنعتیں کہنا صحیح ہوگا۔ نیز ایک ہی صنعت کو کئی طرح ظاہر کیا ہے مثلاً

(۱) لزوم مالایلزم | (الف) دونوں مصرع اولیٰ میں دو دو مد کا التزام ہے اور ہر دو مصرع اُخری میں ایک ایک کا۔

(ب) مصرع اول و دوم میں دو دو مرکز ہیں اور سوم و چہارم میں ایک ایک۔

(ج) چاروں مصرعوں کی اول کی مدیں، شعروار بالمقابل ہیں۔ اور اسی طرح مصرع اول و دوم میں دائرے اوپر نیچے بالمقابل ہیں۔

(د) مصرع چہارم کے تینوں دائرے ایک متوازی خط پر بالکل صحیح ہیں۔

(۲) تکریر | یعنی ایک لفظ کا بار بار آنا جیسے سودا کا یہ شعر:۔

کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی　　تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہو تماشائی

(الف) وصلی میں لفظ "عہد" دو بار اور "عہدہ" کی شکل میں ایک بار آیا ہے یعنی 'ع' 'ہ' 'د' کا مجموعہ تین بار آیا ہے خوشنویس نے تینوں کی 'ہ' کو جدا جدا شکل سے تحریر کیا ہے۔ اور تینوں 'ہ' کے جوڑ بہترین لگائے ہیں۔

(ب) مصرع اول و سوم و چہارم کا پہلا حرف الف ہے اور اس کے بعد کے حرف کا نقطہ ہر ہر مصرع میں یکسانیت کے باعث بہت خوبصورتی پیدا کر رہا ہے بخیال یکسانیت ہی دلکشی الف پر مد نہیں لگایا۔

(ج) ہر مصرع کے آخر میں "ن آید مرا" کی یکسانیت کتابت نظر نواز ہے۔

(د) وصلی کی کرسی اور نشست الفاظ نہایت حسین ہے۔ "مرد" کی دال ہر جگہ 'ر' کے اوپر لکھی ہے اور اگر کے الف کو عہد کی دال کے اوپر نیز "بر" کو گمان کے "ن" کے اوپر لکھ کر عجب دلکشی پیدا کی ہے۔ گویا بچوں کو بڑوں کی گود کی زینت بنایا ہے۔

(ہ) گمان کا جوڑ بجد حسین و نفیس ہے۔

غرض شان و صفائے خط نے پوری وصلی کو نور افزائے نظر اہل نظر کر دیا ہے۔

وصلی نمبر ۵۵ یہ وصلی ہدایت اللہ "زریں رقم" کی تحریر کردہ وصلی کی ہو بہو نقل ہے جس کا ذکر باب دوم میں کیا گیا ہے۔ اعلیٰ کرسی اور پابندیٔ اصول اظہر من الشمس ہے۔ کتابتی صنائع بھی خوب ہیں جو بالاختصار ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(الف) ہر مصرع میں ایک ایک مدمقابل کا التزام کیا ہے اور اس غرض سے استاد نے "ت" "م" اور "ن" کو کشش سے لکھا ہے۔ آج کا کاپی نویس اور قاری اس کو ناجائز قرار دے گا۔ مگر ہم عرض کریں گے کہ ع سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست کیونکہ خوشنویس کا کام اصول خوشنویسی کے ماتحت خط کو خوبصورت بنانا ہے نہ کہ قارئین کے اصول قرأت کا پابند ہونا پس وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ اسی طرح تیسرے مصرع میں "سر" کے نیچے تین زائد نقطے محض حسن آفرینی کے لئے لگائے گئے ہیں۔

(ب) پانچویں مصرع میں مرکزوں کی یکسانیت بھی خوب ہے۔ اور چوتھے اور چھٹے مصرع کے مرکزوں نے اور بھی اضافۂ خوبی کر دیا ہے۔

(ج) دائروں کی ہمواری و یکسانیت بھی خوب ہے۔

(د) خوا جلی کے ساتھ خطِ خفی میں بھی استاد نے عجب دلکشی و حسنِ صنعت پیدا کر دیا ہے یعنی ایک شعر کو چار حصے کر کے لکھا ہے پہلے ٹکڑے کے آخری لفظ میں کشش دی ہے۔ اور اس کے برخلاف دوسرے کے ابتدائی حرف میں اور ان دونوں کے برعکس تیسرے اور چوتھے ٹکڑے ہیں۔ یہ اُسی صنعت کا نمونہ ہے جسکو فنِ بلاغت میں۔ عکس و طرد کہتے ہیں یعنی۔

(۱) لفظوں میں تقدیم و تاخیر جیسے تلوار کی تعریف میں انیس کا یہ شعر

استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شان — پانی میں آگ، آگ میں پانی خدا کی شان

(۲) فقروں میں تقدیم و تاخیر جیسے، امیر مینائی کا یہ شعر

گلا کٹوا نے لیلے کے پھر آ دل کہاں یہ دن — کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

(۳) مصرعوں میں تقدم و تاخر مثلاً خواجہ حافظ کا یہ شعر۔ (پوری غزل اسی صنعت میں ہے)۔

دلبر جانانِ من۔ برُد دل و جانِ من — بُرد دل و جانِ من، دلبر جانانِ من

فہرست کتب جن کا حوالہ دیا گیا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۱	آب حیات	محمد حسین آزاد	مطبوعہ
۲	آتش کدہ	لطف علی آذر	〃
۳	آثار الصنادید	سرسید احمد خاں	〃
۴	آداب اللغۃ العربیہ	جرجی زیدان	〃
۵	آئین اکبری	ابوالفضل علامی	〃
۶	آئینہ بلاغت	محمد عسکری	〃
۷	ابوالفضل کی سوانح عمری	غلام السیدین	〃
۸	اردو (رسالہ ۱۹۲۹ء)	عبدالحق	〃
۹	اردو نثر پارے	محی الدین زور	〃
۱۰	ارژنگ چین	دیبی پرشاد سحر	〃
۱۱	اسلامی کتب خانوں کی سیر	محمد زبیر	〃
۱۲	اصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	〃
۱۳	اصول کتابت	شیخ احسان علی	قلمی
۱۴	اعجاز رقم	شمس الدین اعجاز رقم	مطبوعہ
۱۵	اکبر نامہ	ابوالفضل علامی	〃
۱۶	(رسالہ) السٹریٹیڈ ویکلی	مورخہ ۱۵ر فروری ۱۹۵۵ء	〃
۱۷	الفہرس	ابن ندیم	〃
۱۸	انجم خلافت نمبر	عبدالمومن	〃
۱۹	اللمعۃ الشہابیہ	—	〃
۲۰	امان التواریخ	مرزا عبدالمحمد ایرانی	〃
۲۱	انشائے تحیف	منشی کالکا پرشاد تحیف	〃
۲۲	اورینٹل میگزین ۱۹۳۵ء	پروفیسر محمد شفیع	〃
۲۳	بزم تیموریہ	صباح الدین عبدالرحمٰن	〃
۲۴	بہادر شاہ ظفر	رئیس احمد	〃
۲۵	پنجہ نگارین	محمد عبدالرحمٰن	〃
۲۶	پیدائش خط و خطاطان	مرزا عبدالمحمد ایرانی	〃
۲۷	تاریخ اسلام	شوق امرتسری	〃
۲۸	تاریخ سندیلہ	راجہ درگا پرشاد	〃
۲۹	تاریخ عالم آرائے عباسی	اسکندر بیگ	〃
۳۰	تاریخ فرشتہ	محمد قاسم ہندو شاہ	〃
۳۱	تاریخ ہند	صادق حسین	مطبوعہ
۳۲	تحقیقات ماہر	حکیم محمود علی خاں ماہر	〃
۳۳	تذکرہ آثار الشعرائے ہنود	دیبی پرشاد بشاش	〃
۳۴	تذکرۃ النساء	درگا پرشاد	〃
۳۵	تذکرہ خوشنویسان	مولوی غلام محمد ہفت قلمی	〃
۳۶	تذکرہ خوشنویسان	مرزا محمد علی، حیدرآبادی	قلمی
۳۷	تذکرہ دولت شاہ	دولت شاہ سمرقندی	مطبوعہ
۳۸	تذکرہ سلاطین چغتائیہ	—	〃
۳۹	تذکرہ شعرائے جے پور	احترام الدین احمد	〃
۴۰	تذکرہ شعرائے ہند	کریم الدین (مترجم)	〃
۴۱	تذکرہ کاملان رام پور	احمد علی خاں شوق	〃
۴۲	تذکرہ مشاہیر کاکوری	محمد علی حیدر	〃
۴۳	تذکرہ نصرآبادی	محمد طاہر	〃
۴۴	تذکرہ ہفت اقلیم	—	〃
۴۵	تزک جہانگیری	نور الدین جہانگیر	〃
۴۶	تعلیم خط و املا	شیخ نثار حسین جونپوری	〃
۴۷	تقویم ہجری و عیسوی	محمد خالدی	〃
۴۸	تواریخ حبیب الٰہ	محمد عنایت احمد	〃
۴۹	جدید تاریخ ہند	ایشری پرشاد	〃
۵۰	چند لمحے سلطان ٹیپو کے کتبخانہ میں	محمد زبیر	〃
۵۱	حبیب السیر	غیاث الدین	〃
۵۲	خزانہ عامرہ	غلام علی آزاد	〃
۵۳	خزینۃ الاصفیا	غلام سرور لاہوری	〃
۵۴	خمخانہ جاوید	لالہ سری رام دہلوی	〃
۵۵	خوشنویسان با دیگر ندایں سخن	شیخ امام علی اسدی	〃
۵۶	داستان تاریخ اردو	پروفیسر حامد حسن قادری	〃
۵۷	دستور الشعرا	سید ضامن علی جلال	〃
۵۸	دفتر خطاط	کریم اللہ خاں	〃
۵۹	دیوان فیضی	فیضی فیاضی	قلمی
۶۰	رسالہ خوشنویسی	مولانا سلطان علی مشہدی	〃

۶۱	رقعات عالمگیر	محی الدین اورنگ زیب	مطبوعہ
۶۲	رنگین بازار	منشی کالکا پرشاد نحیف	〃
۶۳	سفینۃ الاصفیا	——	〃
۶۴	سلسلۃ الذہب	مولوی احتشام الدین	〃
۶۵	سوانح عمری ابرو	سید اصغر علی ابرو	قلمی
۶۶	ریونیو رپورٹ ریاست جلد حیدرآباد دکن	عابد علی خاں	مطبوعہ
۶۷	شمس التواریخ	مولوی وارث علی	〃
۶۸	شعر العجم ہر چہار حصص	علامہ شبلی	〃
۶۹	شمع انجمن	——	〃
۷۰	صحف سماوی	پروفیسر نواب علی	〃
۷۱	طغرائے نستعلیق	منشی ہیرا لال	〃
۷۲	ظہیر البشر	حکیم ظہیر احمد	〃
۷۳	عالم صغیر	شاہ سراج الحق	〃
۷۴	عود ہندی	مرزا غالب	〃
۷۵	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدین	〃
۷۶	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	〃
۷۷	فرہنگ آصفیہ	سید احمد دہلوی	〃
۷۸	فرہنگ آنند راج	محمد بادشاہ	〃
۷۹	فواد التواریخ	مرزا عبدالمحمد ایرانی	〃
۸۰	فہرست کتابخانہ مجلس شورائی ایران	ابن یوسف	〃
۸۱	فہرست کتابخانہ مدرسہ عالی سپہسالار	یوسف شیرازی	〃
۸۲	فہرست مخطوطات دہلی میوزیم بزبان انگریزی۔	مولوی ظفر حسن	〃
		——	〃
		صحیفہ ہذا میں جہاں اسکا حوالہ دیا گیا ہے وہاں۔ ت۔م۔د۔م لکھا گیا ہے مراد فہرست مخطوطات دہلی میوزیم۔	〃
۸۳	فہرست مخطوطات [illegible] لائبریری علیگڑھ	ڈاکٹر ... الدین احمد	〃
۸۴	قصہ لیلیٰ مجنوں	بخشی پرشاد	قلمی

۸۵	قواعد الحروف	صادق علی خاں دہلوی	مطبوعہ
۸۶	کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی		〃
〃		نصیر الدین ہاشمی	〃
〃	اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست		〃
۸۷	کریما (پند نامہ سعدی)	شیخ سعدی	قلمی
۸۸	کلمات الشعرا	محمد افضل سرخوش	مطبوعہ
۸۹	کلیات شمس تبریز	خواجہ شمس الدین تبریزی	〃
۹۰	گذشتہ لکھنؤ	عبدالحلیم شرر	〃
۹۱	گلبن تاریخ	مہدی حسین	〃
۹۲	گلشن بے خار	مصطفیٰ خاں شیفتہ	〃
۹۳	لغات کشوری	تصدق حسین	〃
۹۴	مآثر الامرا جلد اول	شاہ نواز خاں	〃
۹۵	مآثر رحیمی	عبدالباقی نہاوندی	〃
۹۶	مجالس المومنین	نور اللہ شستری	〃
۹۷	مجموعہ نغز	حکیم ابوالقاسم	〃
۹۸	مرات العالم	بختاور خاں	قلمی
۹۹	مرات جہاں نما	——	〃
۱۰۰	مفید الشعرا	سید ضامن علی جلال	مطبوعہ
۱۰۱	مقالات شبلی	علامہ شبلی	〃
۱۰۲	مناقب العارفین	شمس الدین احمد افلاکی	〃
۱۰۳	منتخب التواریخ	ملا عبدالقادر بدایونی	〃
۱۰۴	مہاراجہ کشن پرشاد	مہدی نواز جنگ	〃
۱۰۵	نقد آگا	احترام الدین احمد شاغل	〃
۱۰۶	نظم پروین	دیبا پرشاد سحر	〃
۱۰۷	نقاد۔ کراچی اکتوبر ۱۹۵۸ء	ظفر نیازی	〃
۱۰۸	نقد خط موجودہ کتب خانہ رام پور	——	〃
۱۰۹	نقط و خط	——	مطبوعہ
۱۱۰	〃 نمونہ (موجودہ میوزیم الور)	ابوالفیض فیضی	〃
۱۱۱	نورس بزبان انگریزی	ڈاکٹر نذیر احمد	〃
۱۱۲	نیا دور جمہوریت نمبر (رسالہ) بابت جنوری ۱۹۵۶ء	امیر حسن نورانی	〃
۱۱۳	ہنر و ہنرمندان اودھ	اسرار حسن خاں	〃
۱۱۴	یادداشت خوشنویسی	مولوی سلطان الدین احمد	قلمی
	——(۹)——	——(۹)——	

ضمیمہ

اسما بترتیب حروف تہجی درج کئے گئے ہیں

(۱) سید ابو جعفر زیدی | نام و نسبت۔ یاقوت رقم لقب نباب تخلص سید ابو طاہر زیدی کے فرزند و شاگرد، وطن لکھنؤ، عمر ۳۰ سال، ۱۰ سال سے کتابت کرتے ہیں۔ دہلی میں قیام ہے اور معیاری کاپی نویس ہیں۔

(۲) سید ابو طاہر زیدی | نام و نسبت۔ وطن لکھنؤ۔ مرزا محمد جواد لکھنوی کے شاگرد عمر ۵۶ سال۔ مسلم الثبوت کاپی نویس ہیں اور ۳۵ سال کا کتابتی تجربہ ہے۔ نہایت اچھا لکھتے ہیں۔ آجکل (دسمبر ۱۹۶۲ء) انجمن ترقی اردو ہند سے متعلق ہیں۔ اور علی گڑھ میں قیام ہے۔

(۳) احمد علی ثریا رقم | نام و لقب۔ مفتی محمد لطف اللہ مرحوم کے نواسے اور منشی اوصاف علی کے شاگرد نستعلیق کے بہترین خوشنویس تھے اور صحیح نویس بھی۔ علی گڑھ میں قیام تھا۔ اور کلیات خسرو کے کاتبین کے صدر تھے۔

(۴) [illegible] راحم سکسینہ | نام و قومیت۔ علی گڑھ وطن۔ حاجی مفتی نذیر الدین صاحب جواہر رقم کے شاگرد تھے اچھے خوشنویسوں میں شمار رہے۔

(۵) سید اصغر علی | نام ہیں سید انور علی شاد۔ اصل وطن سانبھر بھرجے پور، اب پاکستان [illegible] ہے۔ نستعلیق کے عمدہ کاپی نویس خطاط ہیں۔

(۶) [illegible] علی | نام۔ آگرہ وطن تھا مگر علی گڑھ میں کاپی نویسی کرتے تھے یہیں انتقال ہوا خط پاکیزہ تھا۔

(۷) **منشی امجد علی** | نام "ثریا رقم" کے بڑے بھائی ہیں منشی اوصاف علی کے شاگرد اور ذی استعداد ہستی اور درجہ اول کے خوشنویس مگر رعشہ ہو جانے سے کاپی نویسی ترک کر دی اور اب علی گڑھ کے مدرسہ لطفیہ میں معلم ہیں۔

(۸) **اوصاف علی** | نام۔ علی گڑھ وطن خط نہایت با قاعدہ تھا مگر دیدہ زیب نہ تھا۔ کثیر تلامذہ نے ان سے استفاضہ کیا "ثریا رقم" انھیں کے شاگرد تھے۔ نہایت محتاط نویس اور صحیح مسودہ خواں تھے۔ علی گڑھ کالج کے پروفیسر شعبہ عربی ڈاکٹر ہورووز نے ان سے البیرونی کی ایک عربی تصنیف نقل کرائی تو انھوں نے اس قدر صحیح نقل کی کہ اُن کو ان کے عالم جید ہونے کا مغالطہ ہو گیا "حیات جاوید" انھیں کی تحریر کردہ کتاب ہے۔

(۹) **حکیم بشیر الدین** | نام۔ اصل وطن یوپی تھا مگر تمام عمر سوائی مادھو پور (راجستھان) میں رہے۔ جہاں چوٹی کے وکیل تھے نہایت طباع و ذی ہوش ہستی تھے خط نستعلیق جلی و خفی بہترین تھا۔ طب میں بھی مہارت تام حاصل تھی۔ وہیں انتقال ہوا۔

(۱۰) **مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی** | نام و نسبت، نواب صدر یار جنگ خطاب۔ بقول مولوی محمد مقتدی خاں صاحب شروانی یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ وہ عالم تھے یا رئیس اور یہ کہ نہایت پختہ و خوش قلم تھے۔ بصیرتِ فن میں تو ان کا جواب ہی نہ تھا۔ نوادر خطاطی کا بڑا قیمتی سرمایہ آپ نے یادگار چھوڑا جو مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

(۱۱) **قاضی حمید الدین** | نام، مارہرہ ضلع ایٹہ وطن۔ نسخ و نستعلیق کے علاوہ عربی، انگریزی بھی خوب لکھتے ہیں۔ زود نویسی میں اپنا جواب نہیں رکھتے "فرفر رقم" لقب ہے۔ خود کہتے ہیں۔

قسمت پہ اپنی ناز نہ کیونکر ہو اسے حمید
رف رف پلٹ کے دیکھ کہ فرفر رقم ہوں میں

(۱۲) **خلیق احمد** | نام ٹونک وطن۔ نسخ و نستعلیق کے بلند پایہ کاپی نویس ہیں اور یہی ذریعہ معاش ہے۔

(۱۳) **سید خورشید علی مہر** | نام و تخلص سید انور علی شاد کے خلف الصدق۔ اصل وطن سانبھر تھا پھر جے پور رہا اور اب کراچی ہے۔ جہاں آپ آفس سپرنٹنڈنٹ ہیں نہایت ذی استعداد و باعلم اور عمدہ ترین شاعر ہیں متعدد کتابوں کے مصنف بھی [illegible] تاریخ گوئی میں تو نمونہ کاملین ہیں منکسر متواضع۔ خلیق اور نہایت فعال ہستی ہیں۔ خط نستعلیق خفی نہایت باقاعدہ و نفیس اور بیحد دیدہ زیب ہے۔

(۱۴) **قاضی رضی الدین** | نام ابن قاضی مصلح الدین۔ وطن جے پور تھا اب لاہور ہے۔ خط نستعلیق کے بہترین کاپی نویس ہیں۔

(۱۵) **شانتی سروپ سکسینہ** | نام و قومیت۔ وطن بھرتنہ ضلع اٹاوہ۔ منشی سمبھو چون کے بھانجے اور شاگرد ہیں اردو انگریزی اور ہندی میں بخوبی کتابت کرتے ہیں۔

(۱۶) **سجاد علی خاں درد** | نام تخلص "سپہر رقم" کے شاگرد معیاری کاپی نویس خوشنویس اور عمدہ ترین مقطع سنگ (بلیٹ) ہیں۔ نہایت محتاط اور صحیح نویس ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں۔ قیام علی گڑھ میں ہے۔

(۱۷) **سعید محمد خاں** | نام۔ مظفر نگر (یو۔پی) وطن۔ جہاں وثیقہ نویس ہیں۔ نسخ و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس بھی ہیں اور مربع طغرا نویسی میں بھی ید طولیٰ ہے۔ میڈلسٹ ادیب کامل ہیں مجھ سے علی گڑھ میں ملاقات ہوئی اور میں نے آپ کی وصلیاں دیکھیں۔

(۱۸) **سید محمود** | نام خلف الرشید سر سید احمد خاں۔ حسب روایت مولوی محمد مقتدی خاں صاحب شیروانی عمدہ خوشنویس نسخ و نستعلیق تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی کے جس کمرے میں رہتے تھے اس میں اپنا نام بخط نسخ دیوار پر کھود آئے تھے جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قائم ہے۔

(۱۹) **منشی ضمیر علی** | نام جے پور میں منتظم سائرات تھے اور نسخ و نستعلیق کے بلند پایہ خوشنویس ان کی وصلیاں انکے خویش ظہیر الدین فاروقی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ طغرا نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔

(۲۰) **سید ظفر حسین** | نام ظفر تخلص نستعلیق کے عمدہ خوشنویس ہیں۔

(۲۱) **عبد الباسط** | دہلی کے عمدہ خوشنویس ہیں اور اس وقت ہمدرد دواخانہ دہلی سے متعلق ہیں۔

(۲۲) **علی سکندر جگر** | نام و تخلص ہندوستان کے مایہ ناز غزل گو شاعر۔ خط نستعلیق نہایت پاکیزہ تھا۔ مگر ان کی شاعری کی تابناکی کے آگے خوشنویسی فروغ شہرت سے محروم رہی۔

(۲۳) **علی محمد خاں سپہر رقم** | نام و لقب اصل وطن فرخ آباد تھا پھر علی گڑھ میر احمد حسن الحسنی "فولاد رقم" رامپوری کے مایۂ ناز شاگرد تھے۔ علی گڑھ میں کثیر طلبہ نے ان سے استفاضہ کیا۔ قوی استعداد اور کتابت میں بیحد محتاط تھے۔ کاپی نویسی کے علاوہ وصلی نویسی اور کتبہ نویسی بھی خوب کرتے تھے علی گڑھ میں ان کی قلمی یادگار بہت ہیں اپنے وقت کے دنیائے خوشنویسی کے سپہر رہے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب نائب صدر جمہوریہ ہند نے بھی ان سے اصلاح خط لی ہے۔

(۲۴) **سید لئیق حسن** | نام امروہہ وطن مسلم الثبوت عمدہ نستعلیق نویس کاتب ہیں۔ کاپی نویسی کا دیرینہ تجربہ ہے اور

صحیح نویس بھی ہیں۔ آجکل (۱۹۶۳ء) انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے متعلق ہیں اور علی گڑھ ہی میں قیام ہے۔

(۲۵) محمد عابد | نام، نسخ و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس ہیں۔ علی گڑھ وطن ہے۔ معاملے کے نہایت صاف اور حوصلہ و وطبع سے دو جتنا لکھ سکتے ہیں اسی کا اقرار کرتے ہیں اور وقت پر دیدیتے ہیں صحیفہ ہذا کی انھیں نے کتابت کی ہے۔ انکی جلی کا نمونہ بھی صحیفہ ہذا میں دیا گیا ہے۔ باقیات الصالحات میں سے ہیں مسکین و منکسر المزاج اور شہرت پسندی سے متنفر ہیں۔ کہتے ہیں کہ عجلت کتابت کی وجہ سے اچھا نہ لکھ سکا اب علی گڑھ میں ان سے بہتر عربی خط کا کوئی کاتب نہیں۔

(۲۶) محمد عتیق | نام ٹونک وطن معیاری کاپی نویس ہیں کچھ دن جے پور میں پریس چلایا مگر وہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔

(۲۷) مولانا مفتی محمد لطف اللہ | نام علمائے علی گڑھ میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے اور خوشنویس مسلم الثبوت ان کی شان خط کی نقل بہت لوگوں نے کی اور بہت عرصہ تک کی۔

(۲۸) حافظ محمد یحییٰ | نام علی گڑھ میں ایک مسجد کے امام تھے اور بچوں کو خوشنویسی بھی سکھاتے تھے۔ خوشنویسوں میں ان کا شمار تھا۔

(۲۹) قاضی مصلح الدین | نام اصل وطن قصبہ سنگھانہ علاقہ شیخاواٹی۔ سابق ریاست جے پور تھا۔ پھر جے پور رہا۔ جہاں آپ محکمہ محتشمہ عالیہ کونسل میں اہلکار رہے تقسیم ملک پر پاکستان جاکر بحالت جنون انتقال ہوا خط نستعلیق بقلم خفی بہت عمدہ لکھتے تھے اور نستعلیق طغرا ہائے مقابل لکھنے اور گل کاری میں بھی بڑی مہارت تھی۔

(۳۰) مظہر النعیم | نام قاضی مصلح الدین کے فرزند اکبر اب کراچی وطن ہے اور نستعلیق بقلم خفی کے اچھے کاتب ہیں۔

(۳۱) منظور الدین | نام دہلی کے مشہور خوشنویس اور عمدہ کاپی نویس ہیں آج کل ہمدرد دواخانہ دہلی میں ملازم ہیں اور دواخانے کی کاپی نویسی ان کے ذمہ ہے۔

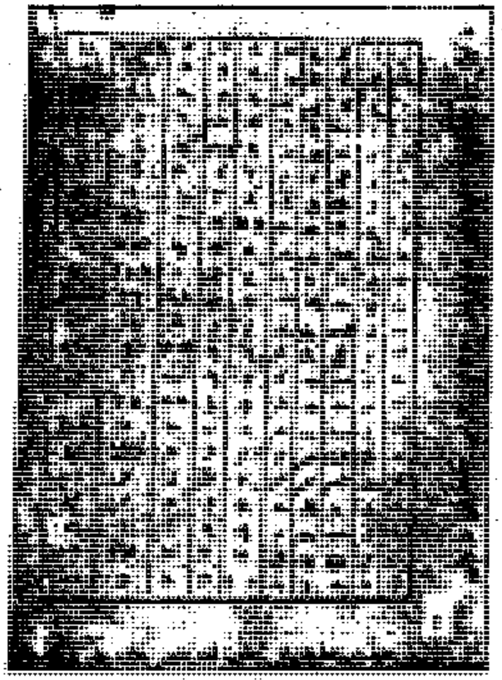

متعلق صفحہ 36

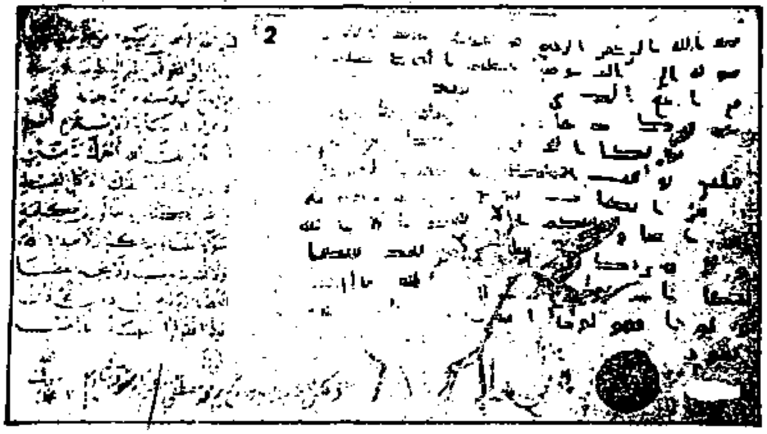

متعلق صفحہ 37

امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کے ایک صفحہ کا صحیح عکس

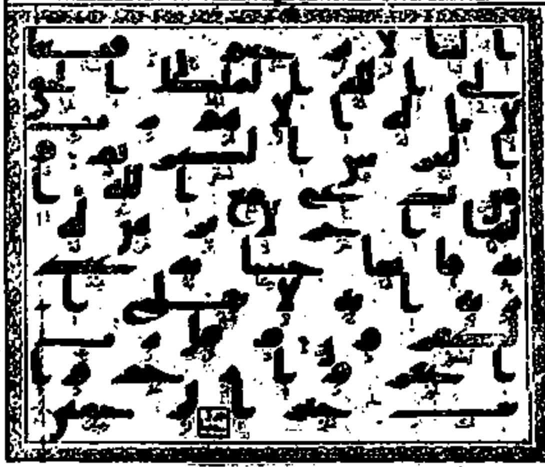

نمونہ خط کوفی

متعلق صفحہ 37

عکس مصحف مبارک قلمی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، موجودہ ایران

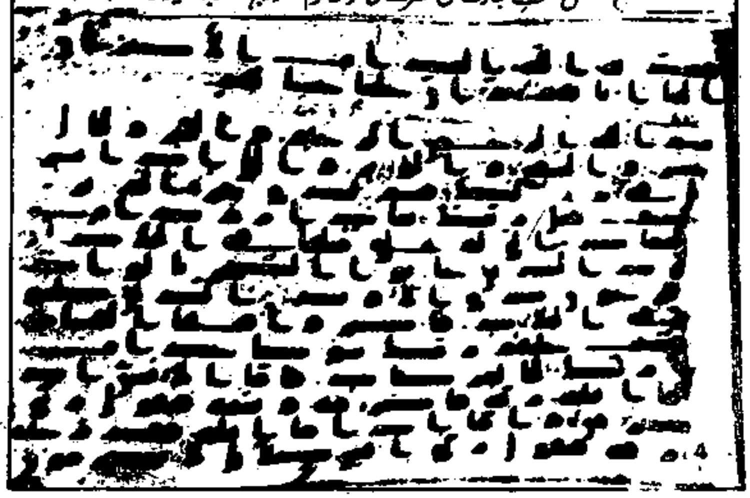

متعلق صفحہ 38, 174

متعلق صفحہ 41

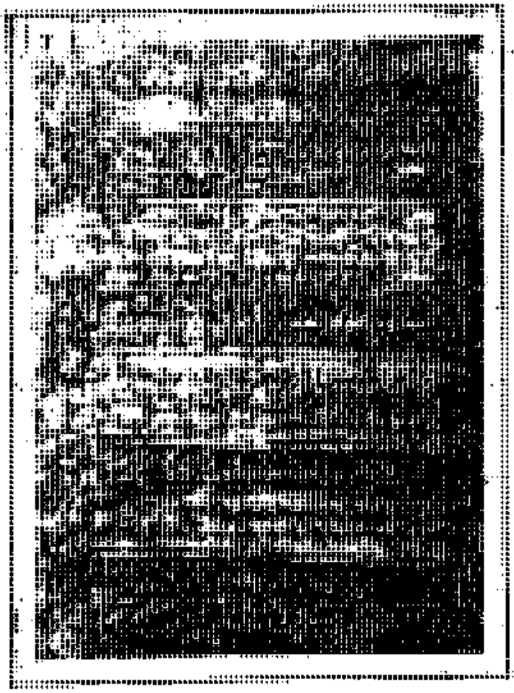

متعلق صفحہ 54

مشق صفحہ — 58

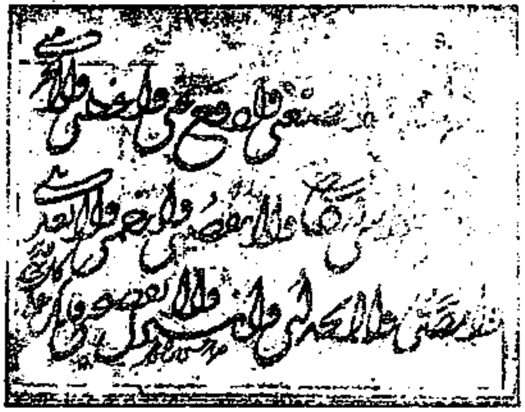

مشق صفحہ — 63

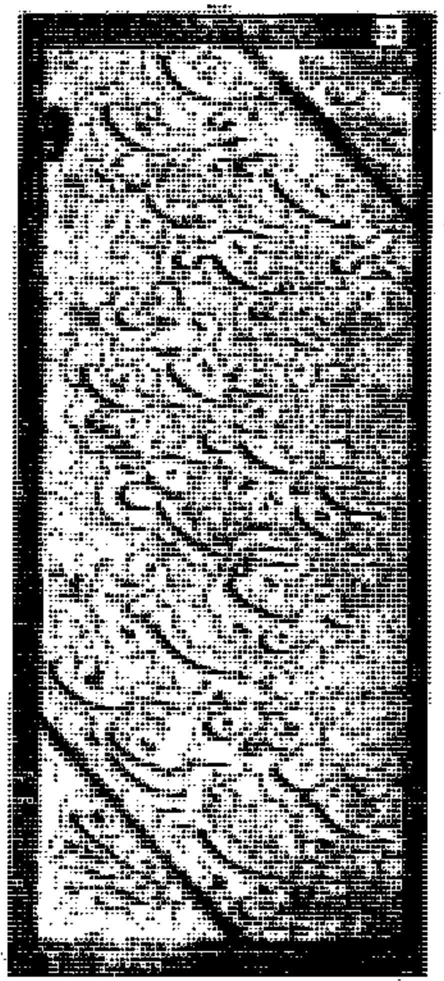

متن صفحہ 70

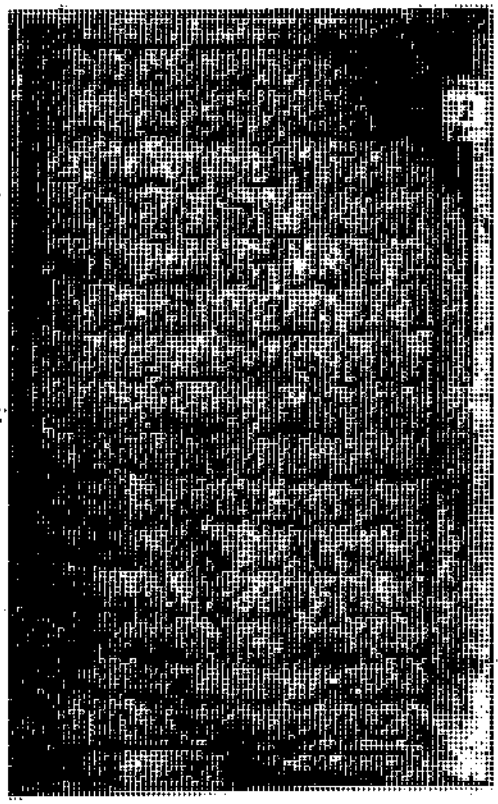

متعلق صفحہ ۷۶

متعلق صفحہ ۷۵

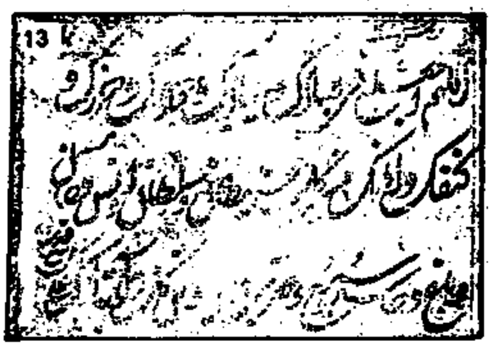

متن صفحہ 73

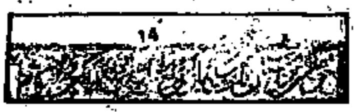

متن صفحہ 76

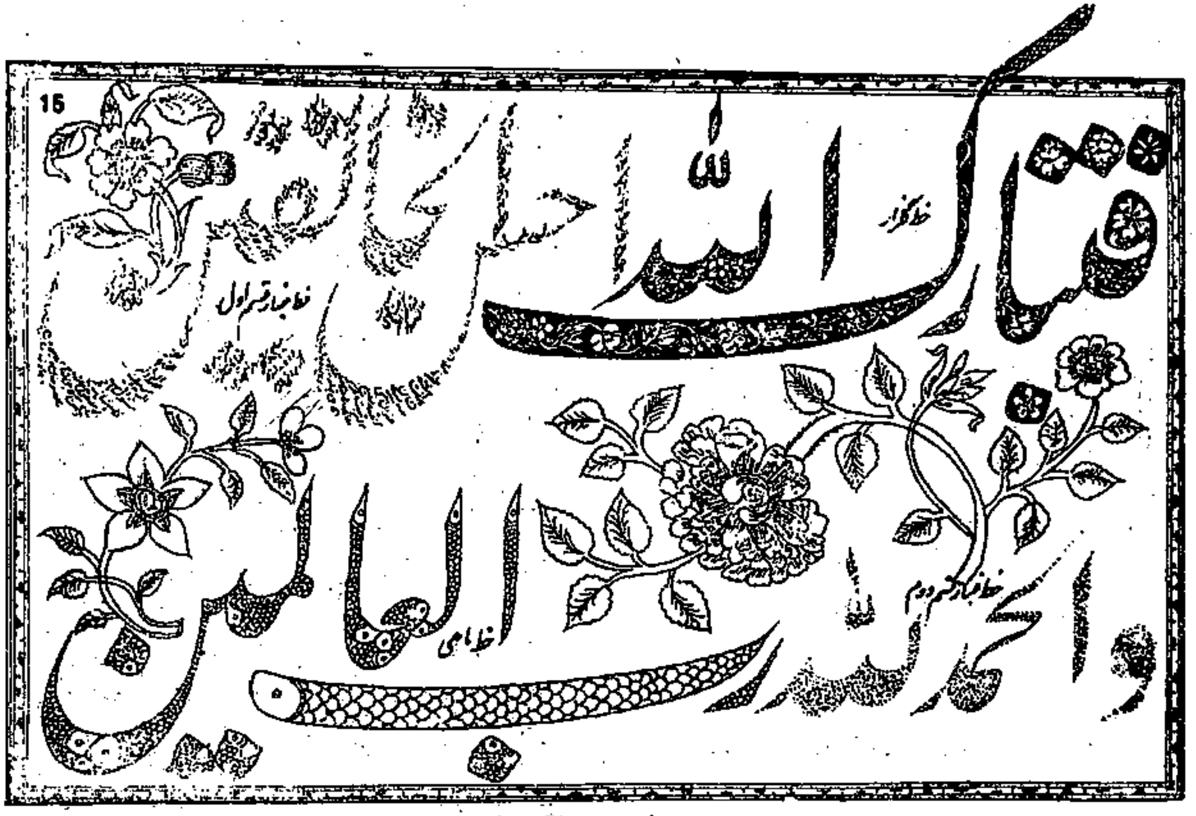

متعلق صفحه 77 و 78

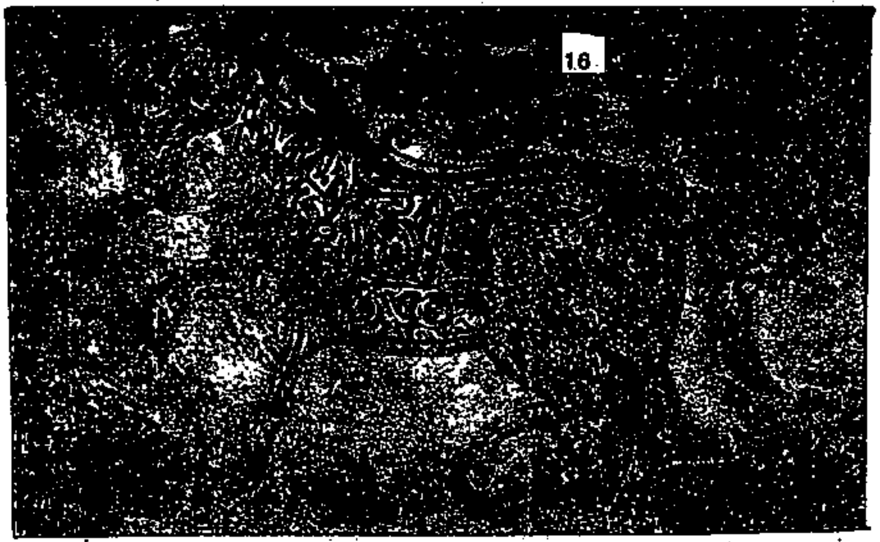

متن صفحہ 79

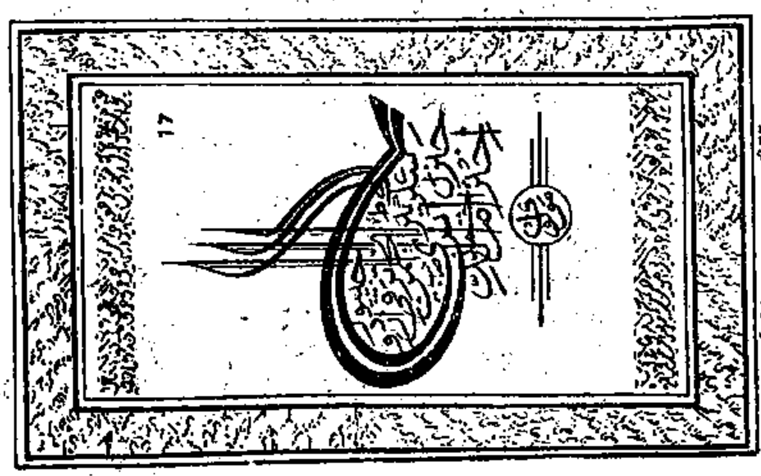

متن صفحہ 79

متعلق صفحہ: 79

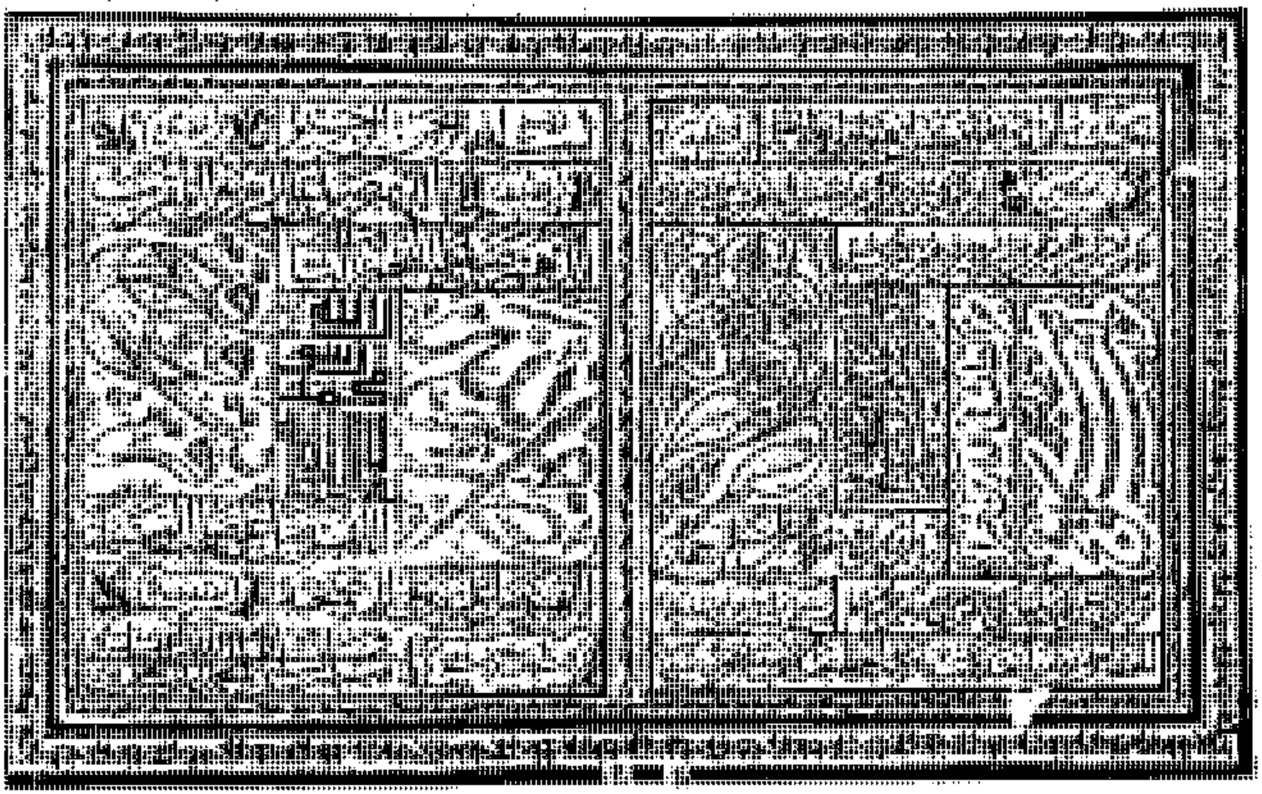

متعلق صفحہ 79

مشق نمبر 99

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرد باید کہ بدنیا نخرد میل چنیں

مقلتہ بدم فکیف تنکر حبا بعد ما شہدت به

تا بمیرد عمر وجودش بسلامت باشد

علیک عدول الدمع والسقم

آنکہ نخواہد اگرش دختر قیصر بدہند

وصی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب

وام تا باید اگر وعدہ قیامت باشد

ولدہ الحسن والحسین علمنی خط

رو و بر در ارباب کرم ہم جمع

النسخ استادی شاہ غلام محمد کشتواری

مرحبہ حاتم طائی بسخاوت باشد

فی تاریخ نوردہم ماہ شوال سنہ ۱۲۶۸ ہجریہ

متن صفحہ 113

مشق نمبر 119

مشق نمبر 120

جدا کسی سی کسی کا غرض حبیب نہو

یہہ داغ وہ ہی کہ دشمنکو بھی نصیب نہو

(متعلق صفحہ 131)

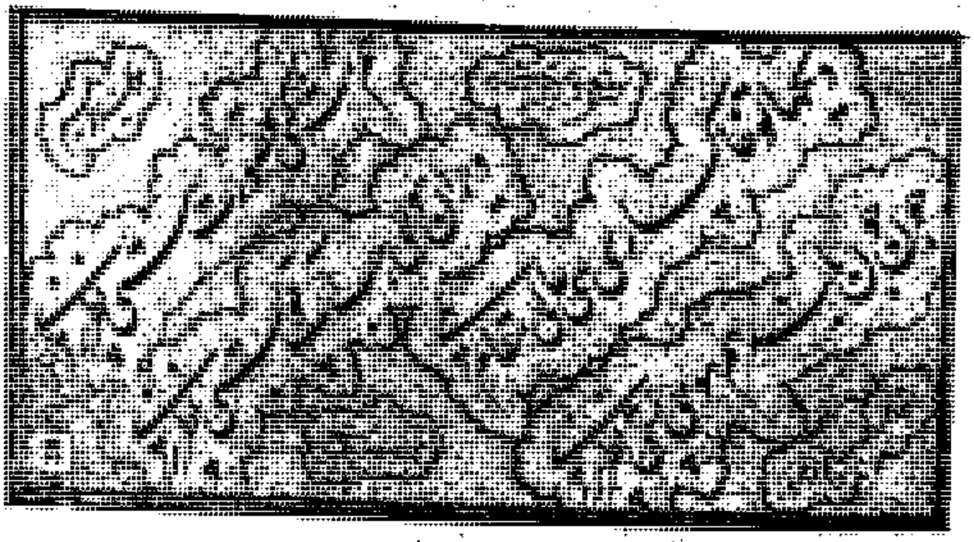

(متعلق صفحہ 132)

متعلق صفحه (134)

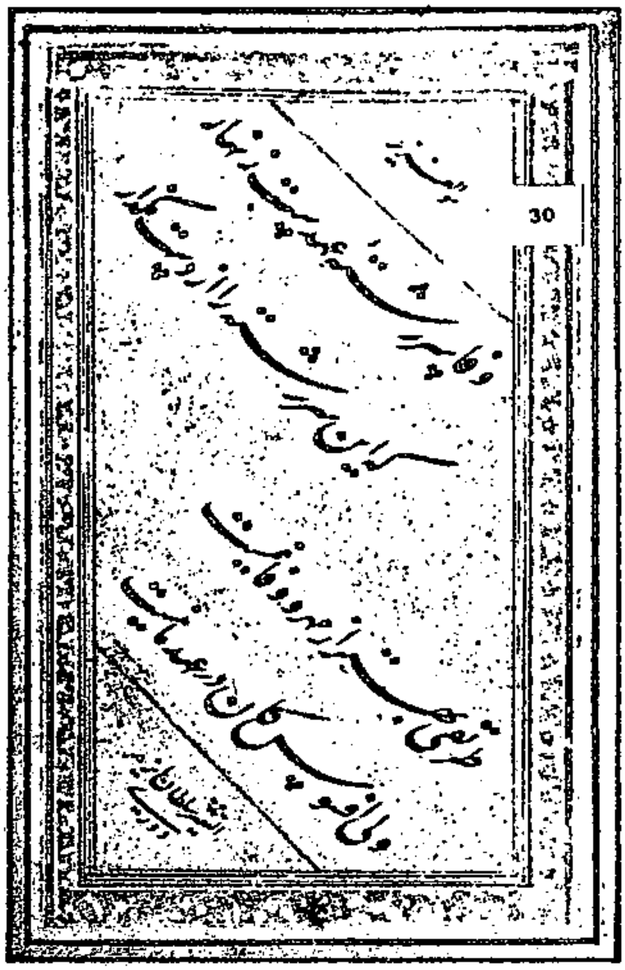

متعلق صفحه 137

31

متعلق صفحہ 137

لق صفحہ 144

متعلق صفحہ 147

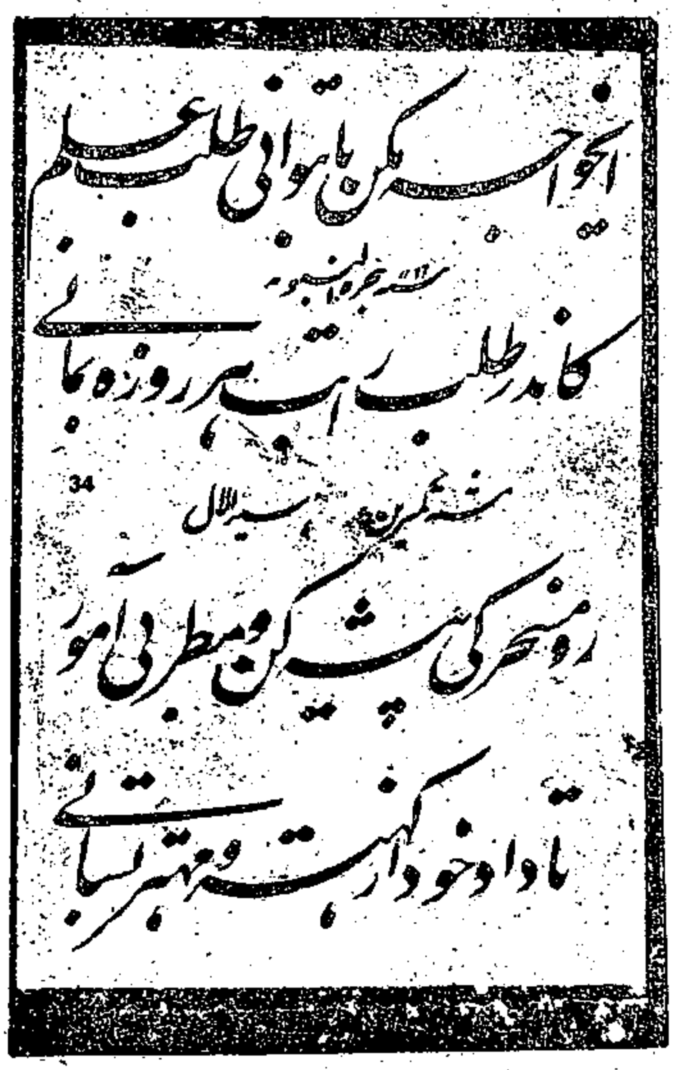

متعلق صفحہ 207

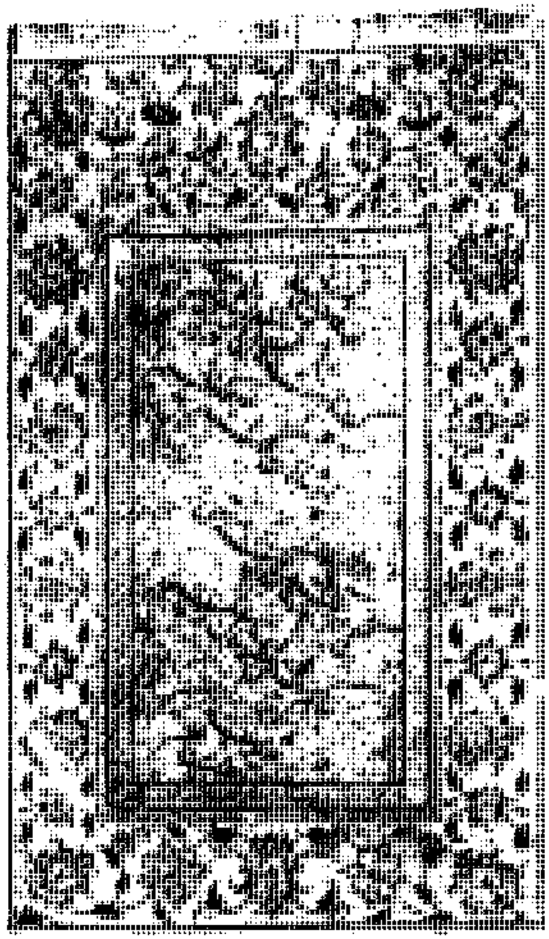

متعلق صفحه 151

متعلق صفحة 151

متعلق صفحة 156

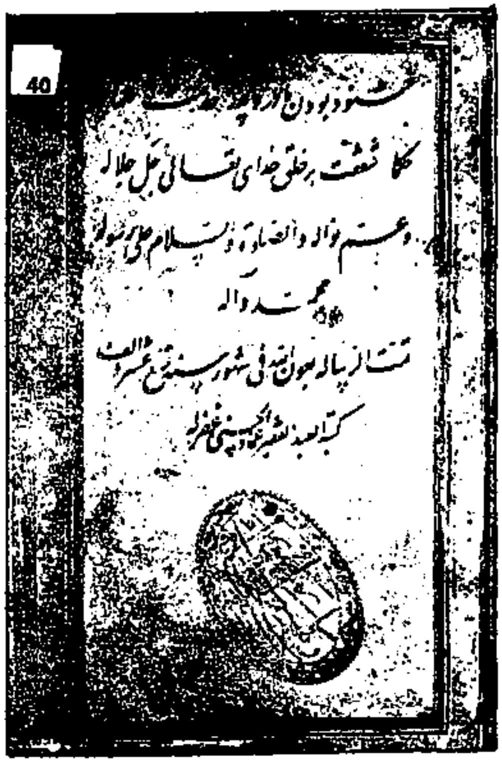

متعلق صفحہ 163

متعلق صفحہ 158

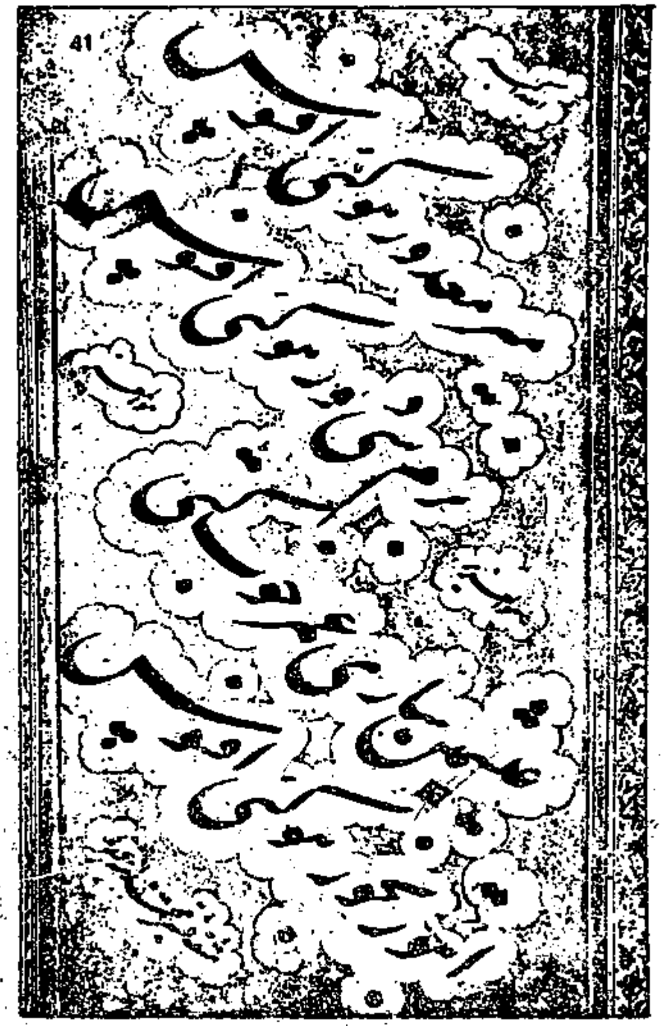

متعلق صفحه ۱/۵

متعلق صفحہ 198۔

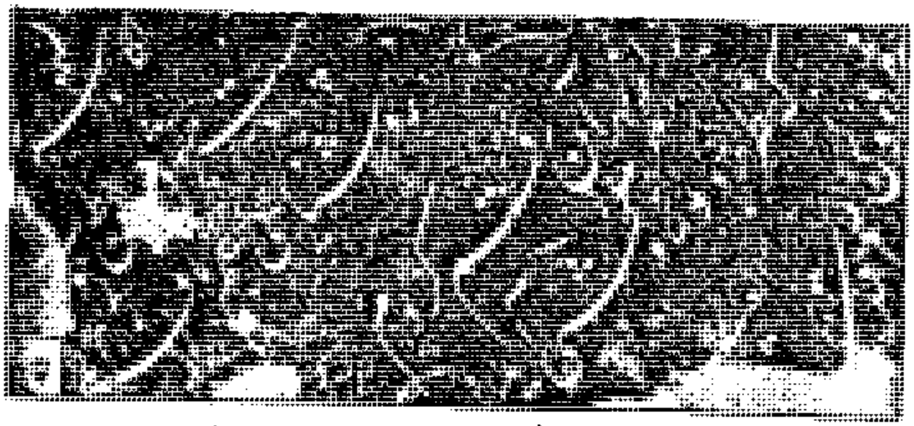

متعلق صفحہ 181

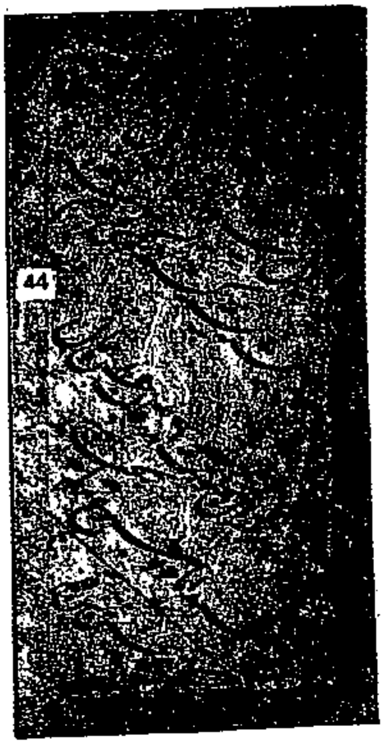

متعلق صفحه 179

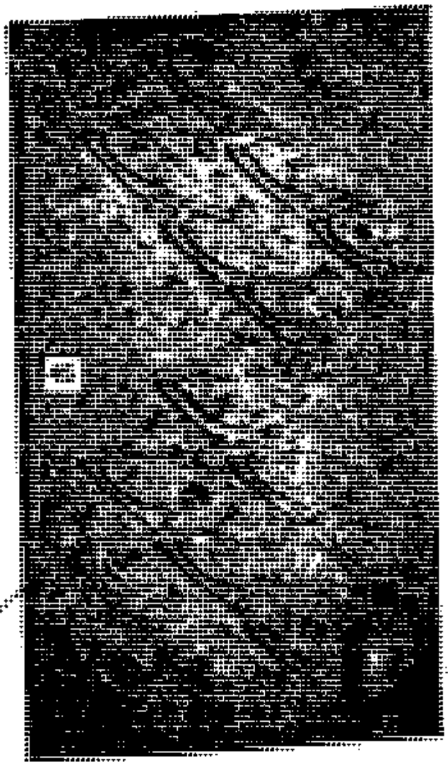

متعلق صفحه 184

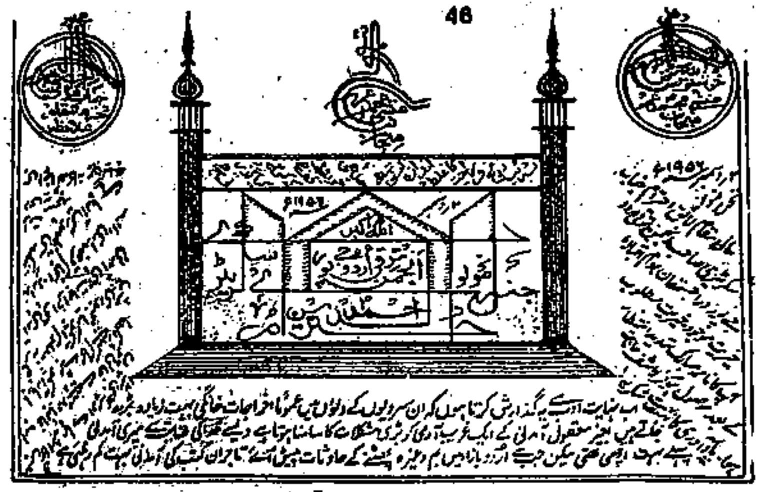

متعلق صفحہ: 182

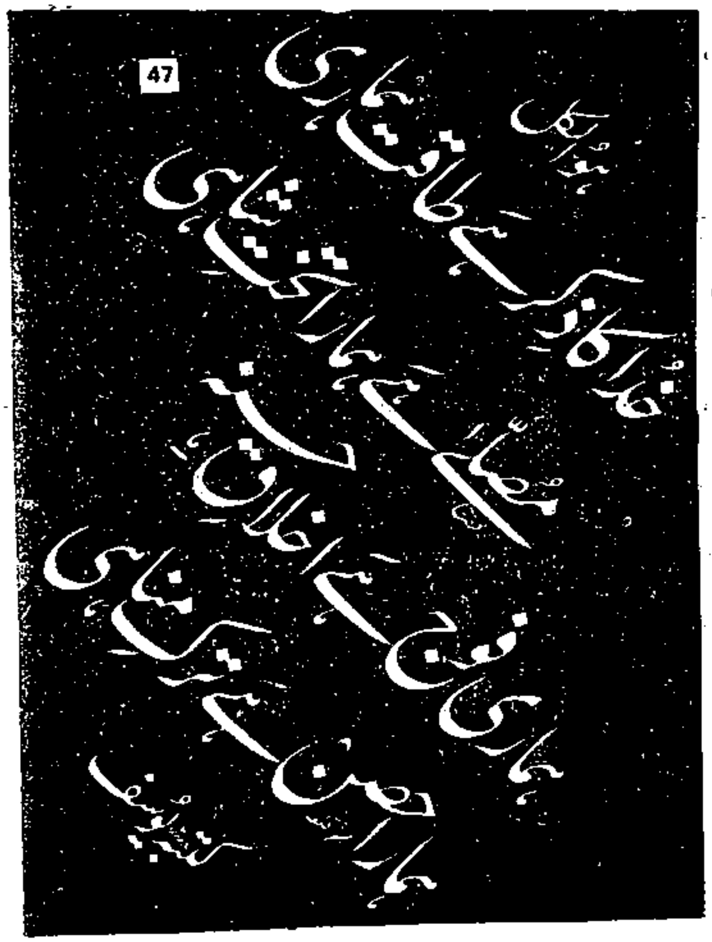

متعلق صفحہ 191

متعلق صفحه 198.

متعلق صفحه 173

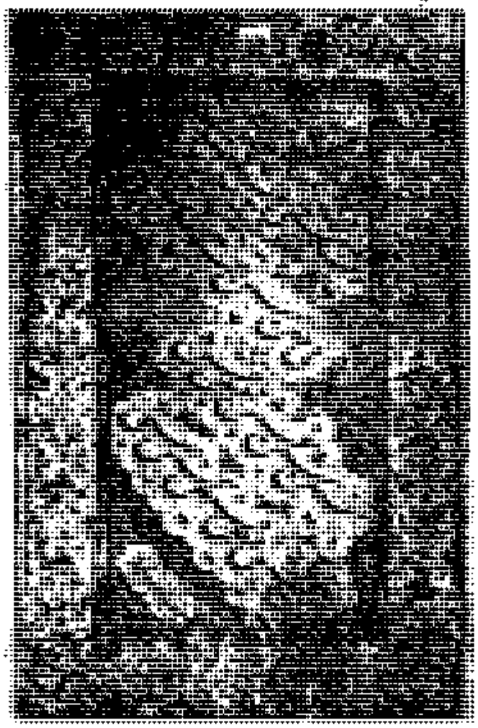

متعلق صفحہ 104

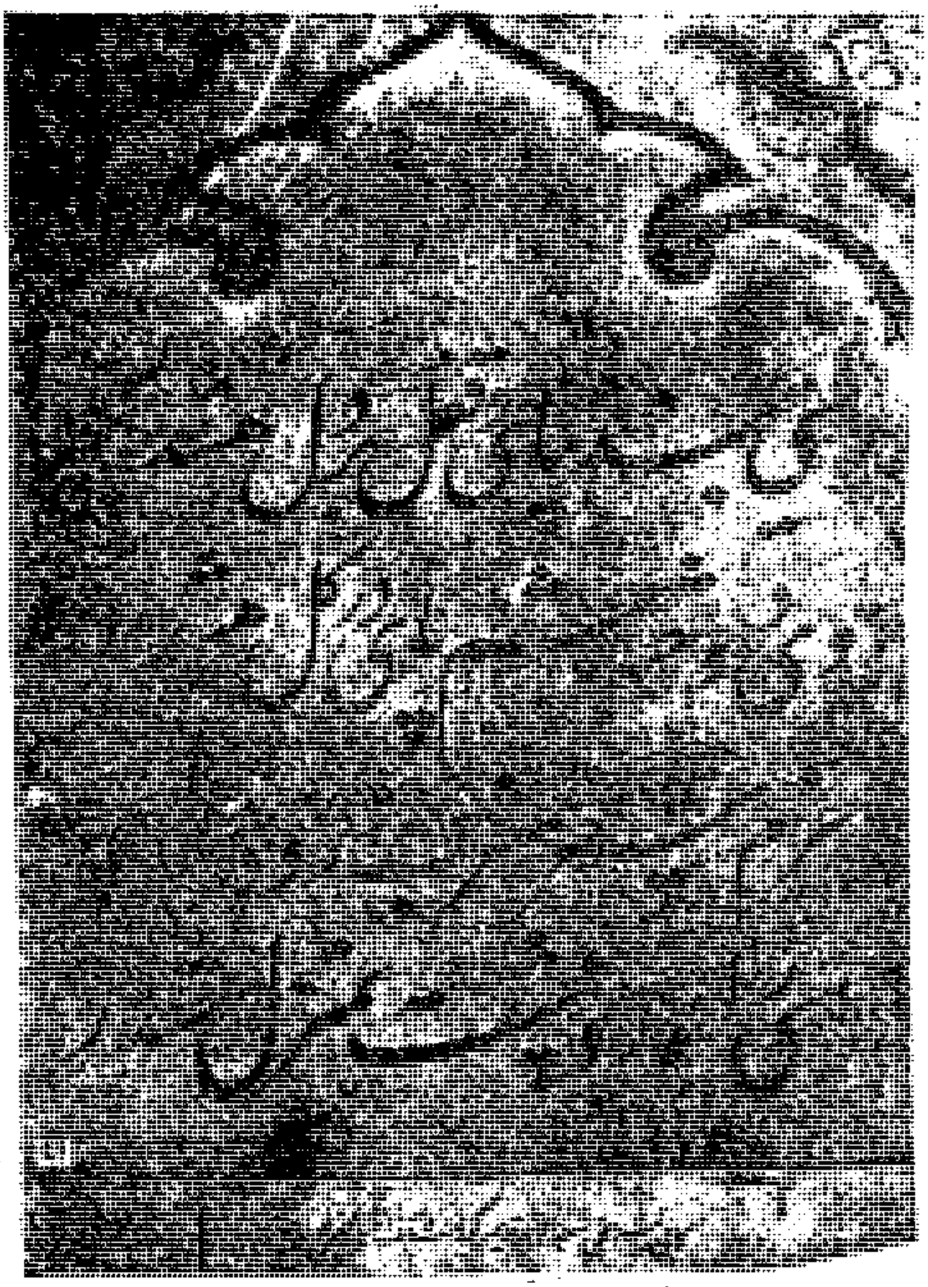

متعلة، صفحة 274

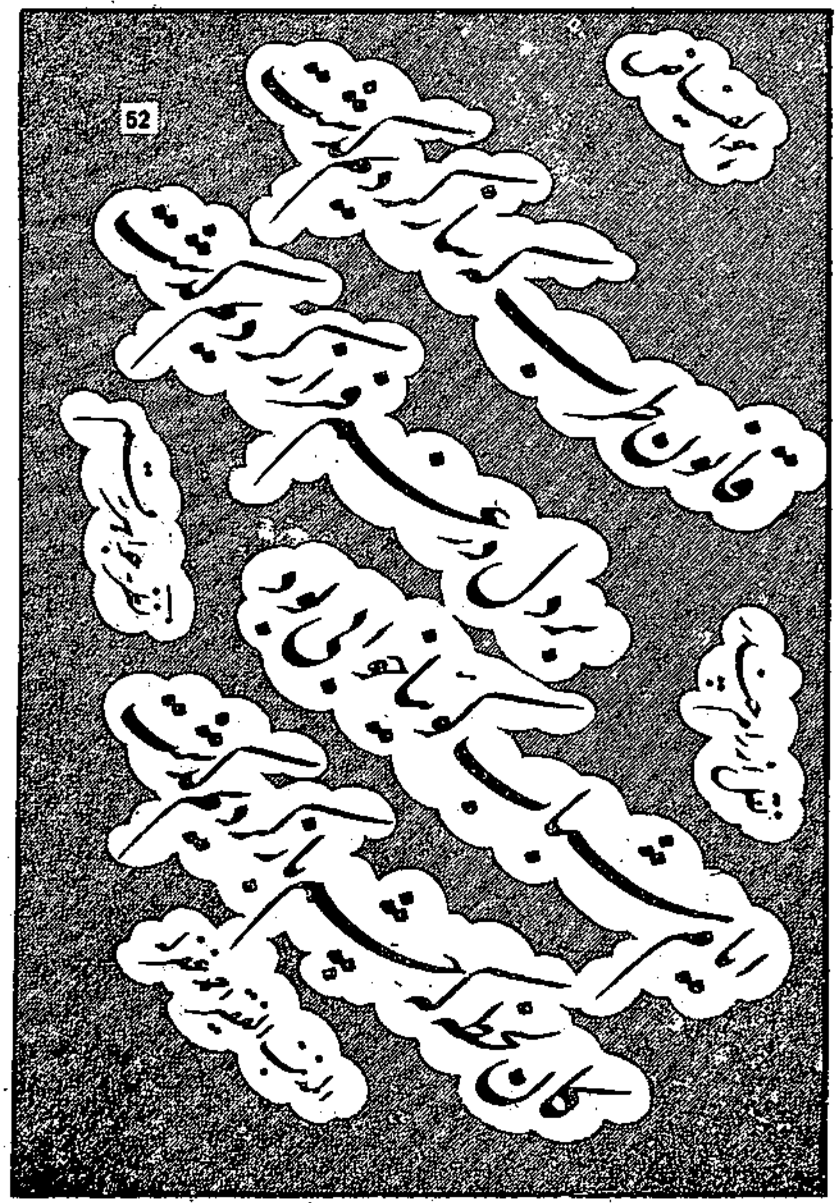
52

متعلق صفحه 173

متعلق صفحه 174

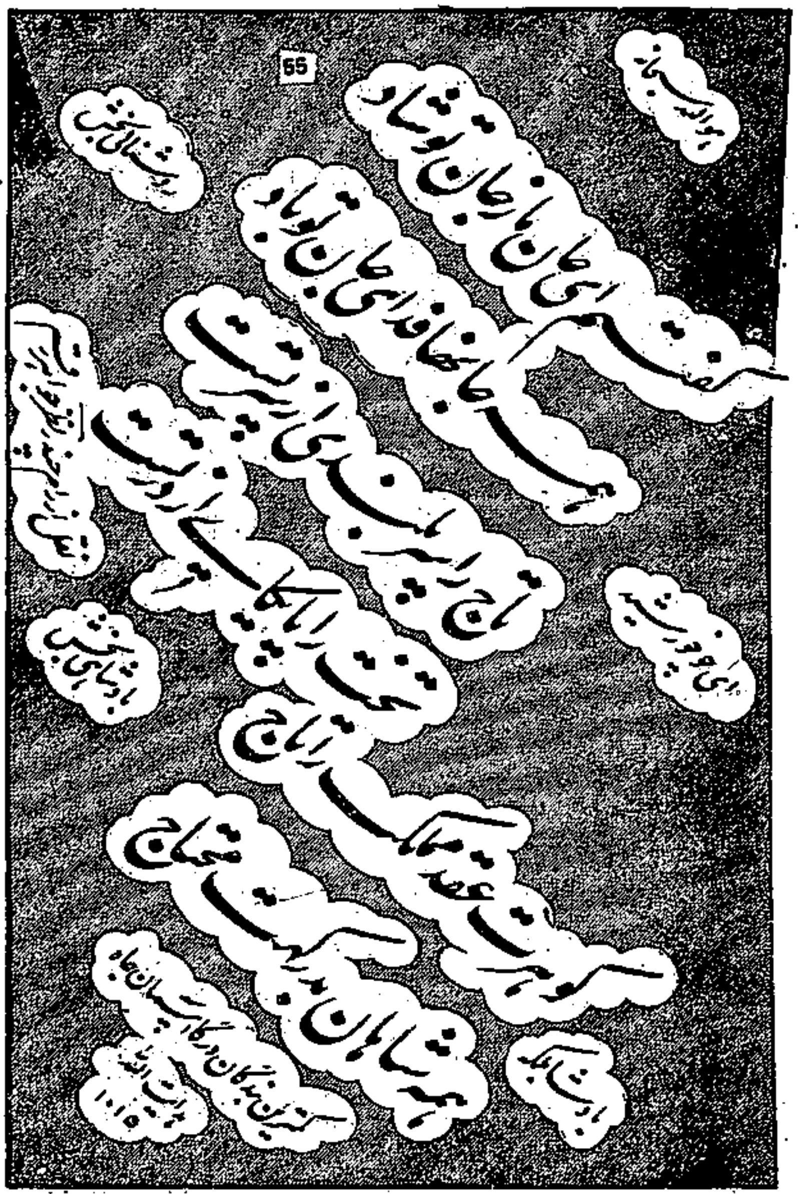

متعلق صفحه 207

Rs-84

PRINTED AT J.K OFFSET PRINTERS JAMA MASJID DELHI 6 Ph: 3279852/3247368